گستاخوں کا بُرا انجام

از قلم

شیخ القرآن استاذ العلماء
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی

Future

·SINGAPORE

V-8000

گستاخوں کا بُرا انجام

از قلم

شیخ القرآن استاذ العلماء
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی

فیض عالم پبلیکیشنز
پیپلز کالونی گوجرانوالہ

ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پاکستان

نام کتاب	گستاخوں کا بُرا انجام
مصنف	شیخ التفسیر ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی
پروف ریڈنگ	محمد نعیم اللہ خاں
کمپوزنگ	محمد طاہر رضوی
باہتمام	عطاء الرسول اویسی صاحب
تعداد	1100
صفحات	384
ہدیہ	250 روپے

ملنے کے پتے

جلالیہ و صراط مستقیم پبلی کیشنز گجرات

کرمانوالہ بک شاپ لاہور / فیضان مدینہ سرائے عالمگیر

مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات

مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / دارالقلم سرائے عالمگیر

جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین

مکتبہ فیضانِ مدینہ گھکھڑ / مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر

جامع مسجد خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ کوٹ قاضی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

اویسی بُک سٹال گوجرانوالہ

فہرست مضامین

حصہ اوّل

گستاخ صحابہ

فہرست مضامین

(حصہ دوم)

صفحہ نمبر 379 تا 384 پر دیکھیں

عرض مؤلف

صاحب روح البیان نے گیارھویں پارہ میں لکھا ہے اولیائے کرام سے کم از کم محبت وعقیدت اور واصلین کے مبداومعاد کی سر کی تصدیق اور جنہیں حقائق قرآن کی تحقیق نصیب ہے ان کے آداب کی رعایت ضروری ہے۔ (بحمدہ تعالیٰ یہ ہم اہلسنت کو نصیب ہے) اور ان سے بغض وعداوت اور ان پر طعن وتشنیع اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کرنا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

مَنْ عَادَلِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات باب ذکر اللہ عزوجل پہلی فصل، بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع)

جو ولی اللہ سے عداوت کرتا ہے میرا اس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے۔ یعنی اس کا ولی اللہ کا دشمن ہونا' میرے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف ہے اور میں بھی اس کے ساتھ دشمنی کی خبر دیتا ہوں۔ اس لئے اللہ کے ساتھ دشمنی کرنے والا اور اس کے علوم کو پس پشت ڈالنے والا، دراصل اللہ کا دشمن ہے۔

وہابی و دیوبندی کو سبق و عبرت:

جب ایک ولی اللہ کے دشمن کا یہ حال ہے تو نبی علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت اور اس کی لائی ہوئی کتاب کے تارک کا کیا حال ہوگا؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام اور وارث رسول یعنی ولی اللہ کے دشمن کا انجام برباد ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے۔

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا:

بے رنج کسے چوں نبرد رہ بسر گنج
آن بہ کہ بکوشم ہمنانہ

ترجمہ: تکلیف کے بغیر کسی کو خزانہ نہیں ملتا۔ اسی لئے ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے صرف اُمید پر نہ رہنا چاہیئے۔

فائدہ: حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ طریقہ صوفیاء کی بناء چار چیزوں پر ہے۔

۱۔ اجتہاد (جدوجہد کرنا)

۲۔ سلوک

۳۔ سیر

۴۔ طیر

اجتہاد تو یہی ہے کہ حقائق ایمان کی تحقیق اور سیر، حقائق احسان کی تحقیق' معرفتہ ملک منان کیلئے جذبہ بطریق جودواحسان کو طیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اجتہاد کو سلوک سے وہی نسبت ہے جو استنجاء کو وضو سے، جس طرح استنجاء کے بغیر وضو نامکمل ہے ایسے ہی اجتہاد کے بغیر سلوک غیر مکمل ہے۔ ایسے ہی سلوک کو سیر سے وہی نسبت ہے جو وضو کو نماز سے کہ جیسے بلا وضو نماز نہیں ہوتی ایسے ہی سلوک کے بغیر سیر الی اللہ کا حصول محال ہے۔ اس کے بعد درجۂ طیر ہے یعنی وصال الٰہی۔

فائدہ: تصوف میں ادنیٰ درجہ یہی ہے کہ اہل اجتہاد سے محبت کی جائے۔

فقیر محمد فیض احمد اویسی عفی عنہ

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْغَفَّار اَلَّذِىْ مَنَّ عَلَيْنَا سَيِّدِ السَّادَاتِ الْاَخْيَارِ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهِ النَّبِيِّ الْمُخْتَار وَ عَلٰى آلِهِ الْاَطْهَار وَاَصْحَابِهِ الصِّغَارِ وَالْكِبَارِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

اَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔

(پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲)

(اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے)

قرآنی فیصلہ ہے اور حدیث پاک

لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان پہلی فصل) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول میں بے اعتنائی نہ ہو کیونکہ محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ محبوب کی ہر منسوب الیہ شے محبوب ہو، چنانچہ قرآن پاک کی نصوص مقدسہ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔ (پ ۳۰ سورہ البلد آیت نمبر ۱) اور وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ ۔ (پ ۳۰ سورہ العصر آیت نمبر ۱) اور لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ اور وَالْعَادِيَاتِ

ضَبْحًا فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا۔ (پ ۳۰ سورہ العادیات آیت نمبر ۱، ۲) اشارات و تلمیحات سے وضاحت ہوتی ہے۔

سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

بِاَبِی اَنْتَ وَ اُمِّی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِیْلَتِکَ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ اُقْسِمُ بِحَیَاتِکَ دُوْنَ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَلَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِیْلَتِکَ عِنْدَہٗ اَنْ اُقْسِمُ بِتُرَابِ قَدْ مِیْکَ فَقَالَ لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ (نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض)

دیکھئے سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا کیسا پیارا جملہ ہے یعنی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ' میری ماں قربان ہوں' تحقیق مجھے آپ کی فضیلت کا علم ہوا جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کی حیات مبارکہ کی قسم یاد فرمائی ہے' نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی اور ایسے ہی اللہ نے آپ کو فضیلت بخشی ہے کہ اللہ نے آپ کے قدموں کی خاک کی قسم یاد فرمائی ہے اور اس کا استدلال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۔ (۳۰ سورہ البلد آیت نمبر ۱، ۲) مجھے اس شہر کی قسم ہے اور تم اس میں مقیم ہو۔

طرزِ استدلال:

آیت سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طرزِ استدلال وہی ہے جو ہم اہلسنت کو وراثت میں نصیب ہوا ہے کہ خصوصی قسم تو شہر کی ہے لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

نے اس عموم کا استدلال کر کے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر منسوب الیہ سے پیار و محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی گستاخی تباہی اور بربادی کا موجب ہے ایسے ہی آپ کی ہر منسوب الیہ کی بے ادبی، بربادی کا سبب ہے، اور جیسے آپ کی ذات سے محبت و پیار نجات اور سعادت مندی ہے' ایسے ہی آپ سے ہر منسلک ہونے والا اللہ کا محبوب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: فرمایئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تمہیں اللہ تعالیٰ محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

شانِ نزول 1:

۱۔ یہودیوں اور نصرانیوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری محبت کا دم بھرنے والو! میرے محبوب کے غلام بن جاؤ' ان کی غلامی کی برکت سے پھر میرے نہ صرف محبّ بلکہ محبوب و مرغوب و مطلوب بن جاؤ گے۔

شانِ نزول 2:

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفار بتوں کو سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ قریش! خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کے خلاف ہو گئے۔ قریش نے کہا: ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے۔ اِس پر یہ آیت کریمہ نازِل ہوئی:

فوائد:

۱۔ آیت میں ادب سکھایا گیا کہ محبت الٰہی کا دعویٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔ جو اس دعویٰ کا ثبوت دینا چاہے وہ حضور کی غلامی کرے، اور حضور نے بت پرستی سے منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبت الٰہی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پابند ہو جیسے اہلِ کتاب، وہ اگرچہ توحید کو مانتے تھے مگر مردود ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بغیر اطاعت رسول ﷺ نہیں ہوسکتی۔ حدیث میں ہے، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

۲۔ غلامی رسول سے محبوبیتِ خُداوندی نصیب ہوتی ہے جو غُلامِ رسول بننے اور کہنے سے کتراتے ہیں وہ مبغوض خدا ہیں اور غلام رسول' غلام نبی' غلام محمدؐ غلام احمد وغیرہ وغیرہ کو مشرک کی زد میں لا کر غلامیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈراتے دھمکاتے ہیں لیکن جن کی قسمت اچھی ہے وہ آج بھی ان کے غلام ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت ان کے غلام رہیں گے بلکہ ان کا تو نعرہ بن گیا ہے:

ع......غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے

۴۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نہ صرف محبت الٰہی کی سعادتیں نصیب ہوتی ہے بلکہ بندہ محبوب الٰہی بن جاتا ہے۔ اسی لئے اُمتی پر لازم ہے کہ حبیبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرمانبرداری کر کے محبوبِ خداوندی کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو اور آپ کی بے ادبی اور گستاخی سے بچے کیونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی اگرچہ معمولی ہی سہی سخت عذاب کا موجب ہے۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

۱۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (پ ۱ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴)

۲۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ ا(پ ۹ سورہ الاعراف آیت ۱۵۷)

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! راعنا کے لفظ ہیں چونکہ راعی (چرواہے) یا رعونت کا معنی بھی نکلتا ہے اور گو اس کا ایک معنی صحیح بھی ہے مگر بوجہ موہوم بے ادبی ہونے کے ایسا لفظ بے ادبی کا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کہو ورنہ یاد رکھو کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب وہی لوگ ہیں جو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر آپ کا ادب بھی کریں۔ آپ کی امداد اور عمل بالقرآن سے مشرف بھی ہوں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ا؎: دونوں آیتوں کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''باادب بانصیب'' میں لکھی ہیں۔

کی بے ادبی کرنے والا ہر گز مسلمان نہیں رہتا اور آپ کا ادب اور احترام کرنے والے ہی مومن ہیں۔

بے ادب و گستاخ مرتد خارج از اسلام ہے:

ہمارے نزدیک گستاخ، بے ادب دین سے نکل جاتا ہے اور اس پر مرتد ہونے کا قرآنی فتویٰ ہے، خواہ وہ مولوی ہے یا نمازی یا غازی ہے، کچھ بھی ہو۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورہ حجرات پارہ ۲۶، ع ۱ آیت نمبر ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلا کر بولتے ہو کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

شانِ نزول:

یہ آیہ کریمہ حضرت صدیق اکبر و عمرِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل فرمائی گئی۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اختلافِ صحابہ واقع ہوا اور اُن کی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بلند ہوئیں تو یہ آیت کریمہ نازل

ہوئی اور انہیں ممانعت فرمائی گئی کہ میرے نبی کے حضور میں' بلند آواز سے کلام نہ کرو، اُن کا ادب و تعظیم ملحوظِ خاطر رکھو۔

درسِ اَدَب:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے کیونکہ کفر ہی سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ جب اُن کی بارگاہ میں اُونچی آواز سے بولنے سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں تو دوسری بے ادبی کا ذکر ہی کیا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حضور چلا کر نہ بولو' انہیں عام القاب سے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ مثلاً: اے چچا' ابا' بھائی بشر' اے محمد...... بلکہ کہو یا رسول اللہ! یا شفیع المذنبین صلی اللہ علیک وسلم۔ اس آیت میں حضور کا جلال واکرام، ادب واحترام تعلیم فرمایا گیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا خیال رکھیں۔ جیسے آپس میں بیباک ہو کر بولتے ہیں یہاں یہ بات نہ ہو بلکہ یہاں ادب ملحوظ ہو۔

انتباہ:

دَورِ حاضرہ میں بے ادبی و گستاخی کا مفہوم بے توجہی کا شکار ہو رہا ہے۔ نبوت وولایت وصحابیت کے مراتب سے بے اعتنائی برتی جارہی ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے سے بڑوں بالخصوص بوڑھوں کی بے ادبی اور بے توقیری کو بھی، اگرچہ معمولی سی ہو، ایک عذاب سے تعبیر فرمایا ہے۔

معمولی بے ادبی پر فقر وفاقہ کا عذاب:

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ پارہ ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تو کسی بوڑھے کے آگے چلا ہوگا۔

سبق:

یہ بے ادبی محض لاپرواہی سے سرزد ہوئی کیونکہ کوئی شخص بھی عمداً بوڑھے آدمی کی گستاخی یا بے ادبی کی نیت سے اس کے آگے نہیں چل پڑتا بلکہ محض اس بناء پر کہ بوڑھا کمزوری کی وجہ سے آہستہ چلتا ہے اور نوجوان کو ہمت جوانی آہستہ چلنے نہیں دیتی اس لئے نوجوان عموماً بوڑھوں کے آگے چل پڑتے ہیں لیکن سزا بھگتنی پڑتی ہے، وہ بھی معمولی نہیں بلکہ سخت سے سخت ترین کیونکہ تنگدستی اور فاقہ ایسا عذاب ہے کہ جس سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے بلکہ حدیث شریف میں ہے:

كَادَ الْفُقْرَانَ يَكُوْنَ سَوَادَ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ

قریب ہے کہ فقر اور تنگدستی دونوں جہانوں میں رُوسیاہی کا سبب بن جائے۔ غور فرمایئے! کہ ہم آج کل اپنے سے بڑوں کی تعظیم بالخصوص بوڑھوں کی توقیر میں کس قدر کوتاہی اور سستی کرتے ہیں اور بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ کے متعلق کیا تصور ہو سکتا ہے؟ اگر چہ اس کی سزا اور عذاب آج نہ سہی تو کل ضرور ہوگی۔ (انشاء اللہ)

خصوصی تنبیہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ثابت بن قیس، خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کے کانوں میں بہرا پن تھا اور بلند آواز تھے' بات کرتے تو چلا کر، اور وہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروف گفتگو رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا انہیں ادب سکھایا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلا کر نہ بولا کرو۔

نیکی کا گھمنڈ یا ادب اور نیاز:

جن لوگوں کو نیکی کا گھمنڈ ہے اور وہ ادب کو کچھ نہیں سمجھتے یا اہمیت نہیں دیتے، وہ اور اُن کے ہمنوا، نیکیوں پر گھمنڈ رکھنے والوں کو دعوتِ فکر ہے کہ جب ایک معمولی سی بات پر اللہ تعالیٰ نے ایمان سے خارج ہونے کی دھمکی دی ہے پھر اُن خشک زاہدوں کے متعلق کیا کہا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کو توحید گردانتے ہیں۔

ایک بے ادب کی تائید:

ابنِ کثیر، ابنِ تیمیہ کے شاگرد، نے وہی معنیٰ لکھا ہے جو اُوپر مذکور ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ هٰذَا اَدَبُ ثَانٍ اَدَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ لَّا يَرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بَيْنَ يَدَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ صَوْتِهٖ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اِلٰی آخرہ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ یہ دوسرا ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنوں کو سکھایا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی مجلس میں اپنی آوازیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کریں۔

درسِ عبرت:

اس سے خود سمجھ لیں کہ بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف اُونچا بولنا اِسلام سے خارج کر دیتا ہے اور جس کا مشغلہ ہی شب و روز شانِ رِسالت میں تنقیص وتحقیر ہو، اُس کا کیا حشر ہوگا۔

گستاخی کا ایک لفظ:

گستاخ اور گستاخوں کے چیلے گستاخانہ کلمات بول کر اپنے علم وعمل کے بل بوتے پر عوام سے دھونس دھاندلی کر کے بچ جاتے ہیں۔ عوام بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ تو بڑے علامہ اور نیک ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی یہ گستاخی ایسی ہے جیسے عرقِ گلاب کے تالاب میں قطرۂ پیشاب۔ عوام کو سمجھانے کیلئے فقیر یہاں ایک مثال لکھتا ہے:

ایک اسّی سالہ بوڑھے نے اپنی شادی کے ساٹھ سال بعد اپنی بیوی کو معمولی سے ناراضگی کی وجہ سے کہہ دیا ''جاؤ میں نے تمہیں تین طلاقیں دیں'' لیکن جب ناراضگی دُور ہوئی تو کہنے لگا' میرے ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ جب معاملہ علماء کے پاس پہنچا تو سب علماء نے یہی کہا کہ طلاق واقع ہوگئی۔ وہ بوڑھا غصہ میں آکر کہنے لگا ''یہ مولوی بھی عجیب ہیں' یہ نہیں دیکھتے کہ میں نے ساٹھ سال تک بیوی کی خدمت کی ہے، خود بھوکا رہا لیکن اس کو کھلاتا رہا، خود پھٹے پرانے کپڑے پہنے

لیکن بیوی کو عمدہ لباس پہناتا رہا، عمر بھر اس کے ساتھ محبت کرتا رہا، اب ایک اتنے سے جملے سے طلاق کیسے واقع ہوگئی؟۔ بیوی سے میری سابقہ محبت اور خدمت کا بھی تو کچھ خیال کرنا چاہیئے ۔علماء نے کہا: تمہارا ماضی نہیں دیکھا جائے گا، البتہ تمہارے اِس جملے سے طلاق ضرور واقع ہوگئی ہے۔ اُس جاہل بوڑھے کی طرح بعض لوگ گستاخی رسول کا اِرتکاب کرنے والے مولویوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ جناب! مولوی صاحب نے سیرت رسول کریم ﷺ پر ڈھیر ساری کتابیں لکھی ہیں، فضائل رسولِ کریم ﷺ بھی بیان کرتا رہا ہے ۔ساری عمر نمازیں بھی ادا کی ہیں، فرائض و واجبات بھی ادا کرتا رہا ہے، درود پاک بھی پڑھتا رہا، اگر بے ادبی کا کوئی لفظ اِس کی زُبان یا قلم سے نکل گیا تو کیا ہوا، اُس کے ماضی کی خدمات بھی تو دیکھئے۔ ہم کہیں گے کہ جس قانونِ شریعت کے تحت ایک جملہ سے بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے، اُسی قانونِ شریعت کے تحت آمنہ کے لال جنابِ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شانِ اَقدس میں بے اَدَبی کا ایک لفظ بھی نکل جائے تو تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اب اِس کے ماضی کو نہیں دیکھا جائے گا، جب تک توبہ نہیں کرے گا' مرتد رہے گا۔

مسائل از آیتِ کریمہ:

آیت سے ذیل کے مسائل ثابت ہوئے۔

ا۔ حضور علیہ السلام کی حدیث کا ادب ضروری ہے۔

چنانچہ شرح شفاء میں ہے کہ:

والمعنی اَنَّہٗ یَجِبُ السّدَ عِندَ کَلَامِہِ الَّذِیْ ھُوَ الْوَحْیُ الْخَفِیْ کَمَا

يَجِبُ سَمَاعَ الْقُرْآنَ الَّذِیْ هُوَ الْوَحْیُ الْجَلِیِّ وَ فِیْهِ اِیْمَاءِ هٰذَا لْاَدْبُ عِنْدَ السَّمَاعِ۔

اور جب آپ فرمادیں تو جواب توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ معنی یہ ہے کہ بوقتِ کلام پاک (حدیث شریف) صاحبِ لولاک جو وحی خفی ہے (اُس کا سننا واجب ہے) جیسا کہ قرآن شریف کا سننا واجب ہے اور اِسی میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی (الحدیث المروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم) روایت کردہ حدیث کو سنتے وقت ادب ضروری ہے۔

فائدہ:

صحابہ کرام اور آئمہ کرام و محدثین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے حالات بتائیں گے کہ انہوں نے اس ادب کو کتنا اور کس طرح بجالایا' آئندہ اوراق میں اِس کی تفصیل آئے گی۔ (اِنشاء اللہ تعالیٰ)

۲۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَعْتَمِدَ الْمَسْجِدَ بِرَفْعِ الصَّوْتِ وَلَا یَشْیَ مِنَ الاذٰی وان ینشرہ عَمَّا یُکْرَہُ۔ (شفاء شریف جلد۲، ص۴۷)

کسی کے لئے بھی لائق نہیں ہے کہ مسجد شریف میں آواز بلند کرے اور کوئی ایسا کام بھی نہ کرے جو دوسروں کیلئے باعث اذیت ہو اور مسجد کو ناپسندیدہ امر سے پاک رکھے۔

وصال کے بعد ادب:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَوْلُہٗ تَعَالٰی فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَھُوَ حَیٌّ حَاضِرٌ بَعْدَ مَمَاتِہٖ کَمَا کَانَ فِی حَالِ حَیَاتِہٖ ۔ (شرح شفاء جلد۲، ص۱۶۰)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آوازیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وفات کے بعد اِسی طرح زندہ حاضر ہیں جس طرح کہ وفات سے پہلے تھے۔ مزید تفصیل آنے والے ابواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صدرالافاضل نے لکھا:

جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ اور پست آواز سے عرض کرو، یہی دربار رسالت کا ادب واحترام ہے۔ اور فرمایا کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجلال اکرام وادب واحترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں اُس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم والقابِ عظمت کے ساتھ عرض کرو' جو عرض کرنا ہے کہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔ (خزائن العرفان)

فائدہ:

غور کیجئے کہ آیت میں کن ہستیوں کو نہ صرف دھمکایا گیا ہے بلکہ ان کی جملہ عبادات کو اکارت اور ضائع ہونے اور ارتداد کا خوف دلایا گیا ہے' جس کی سزا صرف جہنم ہے، پھر اُن بیچاروں کا کیا بنے گا جو دو لفظ پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جی بھر کر بے ادبی وگستاخی کرتے ہیں۔

محدثین کرام ومفسرین عظام:

۱۔ الشیخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَوْلُہٗ تَعَالٰی (لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ) آیَاتٌ فِیْھَا مِنْ خَصَائِصِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْرِیْمِ رَفْعِ الصَّوْتِ عَلَیْہِ وَالْجَھْرُلَہٗ بِالْقَوْلِ وَ فَسَّرَہٗ مُجَاھِدُ بند انہ بِاسْمِ اَخْرَجَہٗ ابن حَاتِمِ وَنِدَاءَہٗ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ وَ اسْتَدَلَّ بِہِ الْعُلَمَاءُ عَلٰی مَنْعِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِحَضْرَۃِ قَبْرِہٖ وَ عِنْدَ قِرَاَتِ حَدِیْثِہٖ لِاَنَّ حُرْمَتَہٗ مَیِّتًا کحرمتہٖ حَیَاتِہٖ۔ (الاکلیل ص ۱۹۶، مطبوعہ مصر)

اللہ تعالیٰ کا قول لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ، ان آیات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص کا ذکر ہے کہ حضور پہ آواز بلند کرنا حرام ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلّا کر بولنا بھی حرام ہے۔ امام مجاہد نے اس کی تفسیر یوں کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا جیسے (محمد یا احمد) منع ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور باہر سے پکارنا بھی منع ہے۔ علماء کرام نے اس سے یہ استدلال کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے قریب آواز بلند کرنا حرام ہے اس لئے کہ آپ کی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں' آپ کا اب بھی اسی طرح ادب ضروری ہے جیسے ظاہری زندگی میں۔

فائدہ:

لیکن یہ سبق اس کو فائدہ دے گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زِندہ مانتا ہے اور جو مر کر مٹی میں (جیسا کہ صاحب تقویۃ الایمان اور دوسرے دیو بندیوں کا عقیدہ ہے) مل گیا کی رَٹ لگاتا ہے، اُسے اِس سے کیا فائدہ...... واللہ اعلم بالصواب

۲۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذَکَرَہٗ بَعْضُھُمْ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قَبْرِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَنَّہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ (وَقَالَ) ذَکَرَہٗ بَعْضُھُمْ رَفْعَ الصَّوْتِ فِیْ مَجَالِسِ الْفُقَھَاءِ تَشْرِیْفًا لَھُمْ اِذْ ھُمْ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک کے قریب آواز بلند کرنے کو علماء کرام نے مکروہ فرمایا، اِس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزار میں زِندہ ہیں۔ اور بعض علماء نے مجلس فقہاء میں رفع صوت کو اُن کی عزت کیلئے مکروہ فرمایا کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

فائدہ:

صرف اِن دو تفسیروں پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ طوالت نہ ہو۔

آداب:

(۱) آیت میں نہ صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ادب کی تاکید ہے بلکہ آپ سے معمولی سی نسبت کے متعلق بھی وہی ادب ہے جو آپ کی ذات کا ہے مثلاً: مدینہ طیبہ آپ کے شہر کا نام ہے۔ علماء کرام نے اس شہر کے علیحدہ علیحدہ آداب پر مفصل بحث فرمائی ہے، یہاں تک کہ مدینہ پاک کی مٹی کو ردّی کہنے والے کو قتل کا حکم صادر فرمایا ہے۔

(۲) نبوت کی نزاکت کو سمجھئے کہ محض آواز اُونچا کرنے پر بڑی سزا کی وعید سنائی

گئی ہے یعنی حبطِ اعمال۔اور قرآنِ مجید میں جہاں بھی حبطِ اعمال آیا ہے، مرتدین کے متعلق ہے چنانچہ فقیراویسی غفرلہٗ نے وہ تمام آیات مرأۃ الدلائل میں جمع کر دی ہیں۔

چندایک ملاحظہ ہوں:

نمبر شمار	آیات مبارکہ	پارہ	سورۃ	رکوع
۱۔	فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ	۲	سورہ بقرہ	۲۶
۲۔	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ النّٰصِرِيْنَ	۳	آل عمران	۲۲
۳۔	فقد حبطه عمله وهو فى الاخرة من الخاسرين	۶	المائدہ	۵
۴۔	فحبطت اعمالهم فاصبحو من الخاسرين	۶	المائدہ	۷
۵۔	والذين كذبوا بايتنا ولقاء الاخرة حبطت اعمالهم هل تجزون الاما كانوا يعملون	۹	اعراف	۶
۶۔	ولواشر كوالحبط عنهم ما كانوا يعملون	۷	انعام	۶

۷۔	اولئك حبطت اعمالهم وفي النار هم خالدون	۱۰	التوبہ	۹
۸	اولئك حبطت اعمالهم في الدنيا والاخرة اولئك هم الخاسرون	۱۰	التوبہ	۱۵
۹۔	وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون	۱۲	ھود	۳

(۳) معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی بھی دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

(۴) گستاخی، بے ادبی کیلئے عمداً خطاء کا اعتبار نہیں' اِس لئے واقعہ ہذا میں ان کا آواز بلند کرنا بلا قصد تھا لیکن اس کے باوجود اسے کفر وارتداد قرار دیا گیا۔

(۵) واقعہ میں بعد الانبیاء' بزرگ ترین شخصیات کا بیان ہے جن میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ جن کی ایک نیکی کا کونین کی نیکیاں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال پر کہ ستاروں کے برابر کس کی نیکی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملال وحزن ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں اُن کے والد ماجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غار کی راتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

اور سبع سنابل ص ۲۹ میں ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ عمر کے فضائل بیان کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ!

اگر میں نوح علیہ السلام کی عمر لے کر آپ کے روبرو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنا چاہوں تو پورے نہ بتا سکوں گا۔

اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مگر ان تمام فضائل کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہیں۔

انتباہ:

اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ اتنے بہت بڑے اکابر صحابہ کیلئے اتنی بڑی وعید ہے، جبکہ اُن سے وُہ بے ادبی عمداً نہیں بلکہ رواجاً ہے کہ عموماً مجلس نشینوں سے ایک دوسرے پر آواز بلند ہو جاتی ہے لیکن اللہ واحد القہار کے ہاں یہ عذر نامسموع اور تاویل غیر مطبوع ہے۔ لیکن دورِ حاضرہ میں قد آور اور جگر خراش گستاخیاں لکھی پڑھی جا رہی ہے جنہیں ناظرین و قارئین صرف اس لئے گوارا کر لیتے ہیں کہ چونکہ لکھنے والے، بیان کرنے والے، بڑے شیخ العالم، قطب العالم، حکیم الامت اور شیخ الاسلام اور مفکر اسلام قسم کے لوگ ہیں، فلہذا صحیح ہو گا وغیرہ۔ اسی لئے چونکہ، چنانچہ کہہ کر ہم غریبوں کو اُلٹا لیتے ہیں' ڈرایا دھمکایا جاتا ہے لیکن وقت گزرنے پر انشاء اللہ بات واضح ہو گی کہ وہ جب اپنے محبوب مرغوب مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی بے ادبی اور کلمات از خیر البشر بعد الانبیاء سے سننا گوارا نہیں کرتا تو پھر یہ ملوانے کس شمار میں کے ہیں؟

نکتہ:

آیت ہذا سے بعض جہال استدلال کرتے ہیں کہ اہلسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں تو پھر زور سے کیوں بولتے ہیں' ان کو چاہیے کہ ہر وقت آہستہ بولیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت کے حکم سے اہلسنت اذان اور تقاریر وغیرہ میں الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جہر کے ساتھ نہ پڑھیں وغیرہ۔

فقیر اویسی غفرلہٗ:

اِس کے مفصل جوابات تو فقیر نے اپنی کتاب ''حاضر و ناظر'' میں لکھے ہیں، سر دست اتنا عرض کرتا ہوں کہ اہلِ علم کے نزدیک مذکورہ اعتراض بالکل اعتراض ہی نہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہاں پر (فوق صوت النبی) نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کا حکم ہے جس کا مذکورہ مواقع سے تعلق ہی نہیں۔ ہاں فوق النبی ہوتا تو اعتراض بجا تھا' دوسرا یہ کہ ہمارا حاظر ناظر ماننا ہر جگہ جسمانیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ یہ حکم حضور جسمانی کے ساتھ خاص ہے۔ چونکہ ہم اہلسنّت اپنے نبی علیہ السلام کو حیات جسمانی حقیقی سے متصف مانتے ہیں' اس لئے اب بھی روضہ اقدس کے سامنے آہستہ بولتے ہیں بخلاف منکرین حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو مردہ خیال کرتے ہیں۔

نوٹ: اس کی مزید تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''بے ادب بے نصیب'' میں لکھ دی ہے۔

باادب شوہر بہشت میں، بے ادب بیوی دوزخ میں

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک عورت حاضر ہوئی' اس نے اپنا ایک ہاتھ کپڑے سے چھپایا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''اے

فلانی تو نے اپنا ہاتھ کیوں چھپایا ہوا ہے"۔ اُس نے عرض کی: اے ام المومنین! اس کا عجیب قصہ ہے۔ میرے والدین کو زندگی میں دو مختلف اعمال کی عادت تھی۔ میرا والد صدقہ وخیرات کرنے کا عاشق تھا اور میری والدہ پرلے درجے کی بخیل تھی، وہ اُلٹا میرے والد سے صدقہ وخیرات کی وجہ سے لڑتی رہتی تھی۔ میں نے اسے زندگی بھر صدقہ وخیرات دیتے نہیں دیکھا تھا، صرف ایک فقیر کو چربی کا تھوڑا سا ٹکڑا دے دیا تھا اور ایک پھٹا پرانا کپڑا بھی۔ جب وہ دونوں مر گئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو گئی اور میں نے اپنی والدہ کو لوگوں کے سامنے دیکھا کہ ننگی کھڑی ہے' صرف اپنے اگلے پچھلے ننگ کو چھپانے کیلئے وہی پرانا، کپڑا جو اُس نے اللہ کی راہ میں دیا تھا' ڈھانپ رکھا تھا اور چربی کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ پر رکھ کر چاٹ رہی ہے اور چیخ چیخ کر پکارتی ہے، (اَلْعَطْش اَلْعَطْش) پیاس پیاس۔ پھر میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ حوض کوثر پر بیٹھا ہوا ہے اور شراباً طہور کے پیالے بھر بھر کے لوگوں کو پلا رہا ہے اور اُسے زِندگی میں پانی پلانے سے بڑی محبت تھی۔ میں اپنے والد سے شراباً طہور کا ایک پیالہ لے کر اپنی والدہ کے پاس لے گئی۔ میری والدہ نے اپنی پیاس بجھائی لیکن مجھے سزا ملی کہ اس وقت اعلان ہوا کہ جس نے اس بخیلہ کو پانی پلایا اس کا ہاتھ شل ہو۔ میں بیدار ہوئی تو دیکھا میرا ہاتھ شل تھا۔ (روح البیان)

فوائد:

ا۔ شوہر کی بے ادبی و گستاخی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آج کل کی خواتین اپنے شوہروں کا ادب کرنے کی بجائے خود انہیں رسوا و ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں

چھوڑتیں۔ اگرچہ اکثر شوہر حضرات بھی غلطیوں سے مستثنیٰ نہیں لیکن وہ اپنی سزا بھگتیں گے۔ انہیں بھی چاہیئے عورتوں کے حقوق کو مدنظر رکھیں، ورنہ وہ بھی عذابِ الٰہی سے نہ بچ سکیں گے۔

۲۔ اللہ کے مغضوب کی رعایت کی سزا سخت ہے لیکن آج کل تو پڑھے لکھے بلکہ علم اسلامی سے آراستہ شخصیات کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ اپنوں سے دشمنی اور گستاخوں اور بے ادبوں سے یاری۔ اُنہیں سوچ لینا چاہیئے کہ دنیا میں تو ممکن ہے تمہیں گستاخوں اور بے ادب لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کی کوئی دنیوی منفعت حاصل ہو جائے لیکن انشاءاللہ تعالیٰ آخرت کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

۳۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ عبرت کیلئے اُخروی سزا و جزا کا نظارا دنیا میں دکھا دیتا ہے۔ اللہ ہم سب کو محبوبانِ خُدا کا ادب نصیب فرمائے اور اُن کی بے ادبی و گستاخی سے محفوظ رکھے۔ آمین

فقیر محمد فیض احمد اویسی غفرلہٗ

پہلا باب

گستاخانِ نبوّت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ کے اندر معمولی سی خرابی بھی نا قابلِ معافی جُرم ہے۔اعمال کی ساری خرابیاں معاف ہوسکتی ہیں سوائے بدعقیدگی کے ۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں شرک کو ہرگز معاف نہ کروں گا' اس کے علاوہ ہر خرابی معاف کردوں اور جس شخص کیلئے چاہوں گا معاف کردوں گا''۔

حدیث قدسی میں ہے کہ:

''اگر کسی شخص نے ساری زمین گناہوں سے بھر دی مگر ''شرک'' پر اس کی موت نہ آئی ہو تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے برابر معافی کے ساتھ اس شخص سے ملاقات کرے گا''۔(مسلم)

فائدہ:

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کی خامی سے معافی کی اُمید کی جاسکتی ہے لیکن بدعقیدگی نا قابلِ معافی جُرم ہے۔اس کی تفصیل فقیر نے اپنی کتاب

"حل المعاقد فی انّ النجاۃَ فِی العَقائِد"

میں تفصیل سے عرض کردی ہے۔

ویسے ہر دین کا عاشق مانتا ہے کہ منافقین میں اعمالِ صالحہ کی کمی نہ تھی' سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اعمال صالحہ رسولِ خدا، حبیب کبریا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ادا کرتے، اور ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے ایک عمل کا مقابلہ آج کل کے غوث' قطب' ابدال بھی نہیں کر سکتے۔یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے اولیاء' صلحاء' فقہاء'

محدثین، مجتہدین ایک صحابی کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے، لیکن منافقین کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ''اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ '' (پ ۲۸ سورہ منافقون آیت نمبر ا) (بے شک منافق جھوٹے ہیں) کہا بلکہ اُن کی سخت سے سخت مذمت فرمائی۔ کہیں اُنہیں بے ایمان (وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ) (پ اسورہ البقرہ آیت نمبر ۸) کہا۔ کہیں اُنہیں دل کا بیمار (فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ) (پ اسورہ بقرہ آیت نمبر ۹) کہا، کہیں پاگل (اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ) (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳) کہا، کہیں اُنہیں شیاطین (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴) کہا وغیرہ وغیرہ۔ نہ اس پر بس بلکہ انہیں جہنم کے نچلے طبقے کی سخت وعید شدید سنائی۔ ''کما قال اللہ: اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'' ۔(پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۱۴۵)

(بے شک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے)

وہ کیوں صرف اِس لئے کہ وہ عقائد کے لحاظ سے خراب اور گندے تھے۔

تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب ''عاشق و منافق'' یہاں فقیر نے صرف اور صرف ''بے ادب اور گستاخ لوگوں کا انجام'' پیش کیا ہے تاکہ ہر انسان اپنے عقائد کو درست کر کے بد انجامی سے محفوظ ہو۔

فائدہ:

سب سے پہلے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے گستاخوں کی گستاخی کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

دیوبندیوں، وہابیوں اور تبلیغیوں کی گستاخیوں کا نمونہ

گستاخی نمبر۱: خدا جھوٹ پر قادر ہے۔

خدا تعالیٰ کذب و جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ من ہذہ الخرافات) (براہینِ قاطعہ ص ۲۷۴ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی و رشید احمد گنگوہی دیوبندی وہابی۔ مکتبہ دیوبند)

گستاخی نمبر۲: نبی چمار سے بھی زیادہ بُرے ہیں۔

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (زیادہ برا ہے) (تقویۃ الایمان، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی۔ چھاپہ دیوبند ص ۱۲)

گستاخی نمبر۳: سب نبی ذرّہ ناچیز ہیں

کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، سب اُس کے رُوبرو ہیں، سب انبیاء و اَولیاء اُس کے رُوبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۶، مصنفہ اسماعیل دہلوی، دیوبندی وہابی چھاپہ (دیوبند)

گستاخی نمبر۴: جو نبی کو شفیع مانے مشرک ہے!

جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے ہو، وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل"

(تقویۃ الایمان ص ۲۵، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر۵: نبی کو کوئی اختیار نہیں

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

(تقویۃ الایمان ص۴۴، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر۶: سوا رب کے کسی کو نہ مانو

''یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان''۔ (تقویۃ الایمان ص۱۴، ۱۵ مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر۷: نبی بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی

''اولیاء انبیاء سب اِنسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اُن کو اللہ نے بڑائی دی' وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو اُن کی فرمانبرداری کا حکم ہے' ہم اُن کے چھوٹے ہیں، سو اُن کی تعظیم اِنسانوں کی سی کرنا چاہیئے''۔

(تقویۃ الایمان ص۵۰، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر۸: نبی کے علم شریف سے شیطان کا علم زیادہ ہے

''آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ شیطان کو ساری زمین کا علم حاصل ہے، نص (قرآن وحدیث سے) ثابت ہے، لیکن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کیلئے کوئی بھی ثبوت نہیں''۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱، چھاپہ دیوبند مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی ورشید احمد گنگوہی دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر۹: میلاد کرنے والے ہندوؤں سے بھی زیادہ بُرے ہیں۔

''میلاد کرنے والے'' کافروں، مشرکوں، سکھوں، ہندوؤں سے بھی زیادہ برے ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۱۴۸، چھاپہ دیوبند مصنفہ خلیل ورشید دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر۱۰: اُردو میں نبی دیوبند کے شاگرد ہیں

''ایک دیوبندی کو خواب آیا کہ نبی پاک کو مدرسہ دیوبند میں آمد و رفت و دیوبند سے تعلق رکھنے کی برکت سے اُردو زُبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رُتبہ دیوبند کا معلوم ہوا۔

گستاخی نمبر۱۱: اُمتی عمل میں نبیوں سے بظاہر بڑھ بھی جاتے ہیں۔

''انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بہت وقتوں میں بظاہر اُمتی مساوی برابر ہو جاتے ہیں بلکہ اُمتی نبیوں سے عمل میں بڑھ جاتے ہیں''۔

(تحذیر الناس ص ۵، چھاپہ دیوبند مصنفہ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی وہابی بانی دیوبند)

گستاخی نمبر۱۲: نبی کو پاگلوں اور حیوانوں جیسا علم ہے

''کل علم تو آپ کو نہیں'' اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر بلکہ ہر صبی و بچے و مجنوں، جمیع حیوانات بہائم کو بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۸، چھاپہ دیوبند مصنفہ اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۳: نماز میں بیل گدھے کے خیال سے رسالت مآب کا خیال زیادہ بُرا ہے۔

صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشد بچندیں مرتبہ بدتر انہ استغراق درصورت گاؤ خر خود است صراط مستقیم ضیائی ص ۹۶

''نماز میں اپنی ہمت کو لگا دینا شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔
(صراط مستقیم ص ۹۷، مطبوعہ دیوبند مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۴: نبی مر کر مٹی میں مل گیا

''آپ مر کر مٹی میں ملنے والے اب وہ مٹی میں مل گئے، اسے آپ کا قول کہا''۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۰، مطبوعہ دیوبند مصنفہ اسماعیل دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۵: کروڑوں نبی آسکتے ہیں۔

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ آن کی آن میں کروڑوں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۵، مصنفہ اسماعیل دیوبندی وہابی مطبوعہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۱۶: آخری نبی کہنے والے سب عوام جاہل ہیں۔

''عوام یعنی'' جاہلوں'' کے خیال میں آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل

فہم' عقلمندوں کے خیال میں آخر میں آنا کچھ فضیلت نہیں''۔

(تحذیرالناس ص ۳، چھاپہ دیوبند مصنفہ قاسم نانوتوی' دیوبندی وہابی' بانی دیوبند)

گستاخی نمبر ۱۷: آپ کے زمانہ میں یا بعد بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی آپ کے آخری نبی ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

''اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔

(تحذیرالناس ص ۱۴، مصنفہ قاسم نانوتوی دیوبندی وہابی)

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیرالناس ص ۲۵، چھاپہ دیوبند مصنفہ بانی دیوبند قاسم نانوتوی)

کیا ہم اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہابی دیوبندی

مرزائی آپس میں ہیں بھائی بھائی

نتیجہ:

مرزا قادیانی نے صرف آخری نبی کا انکار کیا تو جو اُسے کافر نہ کہے' وہ بھی کافر، تو جو کہے کہ کروڑوں نبی آسکتے ہیں، وہ مٹی میں مل گئے' جو مٹی میں مل گیا اس کا عہدہ نبوۃ ورسالت ختم جیسے صدر مر گیا' عہدہ صدارت ختم، اور جو کہے کہ عوام جاہلوں کا خیال ہے کہ وہ آخری نبی ہیں، اہل فہم کا خیال نہیں بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں یا

اور جو کہے کہ تمام نبی کوئی شے نہیں، بتاؤ وہ کافر ہوا یا نہیں، پھر گستاخوں سے تعلق پیدا کرنا حکمِ رحمٰن ہے یا حکمِ نفس و شیطان؟

ناظم دیوبند کا خود اپنوں پر فتویٰ:

فرماتے ہیں جو مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے دیوبندیوں کو گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ تمام علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے بلکہ جو ایسے مرتدوں کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں۔

(اشد العذاب ص ۱۳، ۱۲ مصنفہ مرتضیٰ حسن ناظم دیوبند مصدقہ اشرف علی تھانوی دیوبند و کفایت اللہ دیوبندی وہابی، ضمیمۂ اشکال)

فتوائے قرآن:

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہوئے۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۷۴)

فتویٰ فقہاء کرام:

شفاء شریف و درر و غرر و غیرھما میں ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اُس کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(تمہید ایمان ص ۲۵، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ)

دورِ حاضرہ میں گستاخوں کے فرقے

فائدہ:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور اصحاب، آل واولاد، آپ کے ملک وشہر' آپ کے مکان اور ملبوسات، غرضیکہ آپ کی ہر منسوب شے کا ادب ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مدینہ پاک کی مٹی کو رڈی (بیکار) کہے تو مرتد، خارج از اسلام اور واجب القتل ہے۔ اسی لئے ہم اہلسنت مدینہ پاک کے کتوں کا بھی ادب کرتے ہیں۔ اس کے برعکس مخالفین کہ وہ گستاخی رسول میں کہاں سے کہاں تک چلے جاتے ہیں۔ ہم ذیل میں ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔

غیر مقلدوں کے رسالہ ''الاعتصام'' لاہور نے ۲۸ جون ۱۹۶۸ء جون میں ''میلاد کے بعد'' کے عنوان سے ایک انتہائی شرانگیز مضمون شائع کیا تھا' اس مضمون کی ہر سطر زہر میں بجھا ہوا ایک تیر تھا' جس سے سوادِ اعظم اہلسنت کے سینوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ جس نام کی عظمت کیلئے عالمِ اسلام زندہ ہے' اُس کی شان میں تبرا بازی کر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا گیا۔ (چند اقتباسات ملاحظہ ہوں)

''لیکن ہمارے بریلوی دوست، نواسے کی شہادت کے عین دو ماہ دو دن بعد نانا کو پیدا کرتے ہیں، لیکن برسات کے مینڈک اجتماعی طور پر سر ملا کر جوٹراتے ہیں' اس میں جو لُطف ہے وہ الگ الگ چھپڑی میں کہاں...... لیکن یہ بارہ ربیع الاوّل کو جس کا دن مناتے ہیں اور پھر اسے ہر سال پیدا کرتے ہیں' ممکن ہے یہ کوئی اور

عجوبہ روزگار شخصیت ہو جسے جننے والے یہ لوگ ہوں اور تاریخ مقررہ سے پہلے ہی مولود شریف کے نام سے جوانہیں ہلکا ہلکا درد اُٹھنے لگتا ہے وہ شاید درِ دزہ کی کوئی قسم ہو، اور بعد میں جو کچھ ہوتا ہے اُسے نفاس سے تعبیر کر سکتے ہیں ...... ہمارے بھائی ربیع الاوّل کو یا آگے پیچھے صرف ولادت کا فریضہ ہی انجام دیا کرتے ہیں، حالانکہ ولادت کے بعد اس کے کچھ لوازم ہوتے ہیں مثلاً انہیں چالیس دن مکمل آرام کی ضرورت ہوتی ہے، خوراک کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حیران ہونے کی کوئی بات نہیں یہ کام انہیں کو کرنا ہے جن پر بار بار زچگی کا بوجھ، وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین:

نفسِ مضمون کی خباثت کے علاوہ بدمزاج کی تحریر میں کس طرح اور کتنی بدتمیزی ہے۔ یہ لوگ بزعمِ خویش موحد ہیں۔

اگرچہ اُس دَور کے گورنر نے معمولی طور پر اس مضمون کی شرارت کا نوٹس لیا تھا لیکن بے اثر کیونکہ ہمارا ملک صرف لفظی اور کاغذی کاروائی تک محدود ہے۔

گستاخی اللہ جل جلالہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

دورِ حاضرہ میں نیکی پر زور دیا جاتا ہے اور دینا چاہیئے لیکن گستاخی کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی جتنا گناہ کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ گنہگار کی نجات کی اُمید کی جا سکتی ہے لیکن گستاخی ناقابلِ معافی جُرم ہے۔ پھر گستاخی بہت بڑے بکواسات کو سمجھا جاتا ہے حالانکہ گستاخی معمولی سی ہو تو بھی گستاخی ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

نبوی ملال کا موجب گستاخی ہے:

بعض لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا وکرم کو ظاہر نہ کرتے تھے، اس سے آپ کو ملال ہوتا تھا، جس کا اثر یہ ہوتا کہ وہ عطیہ اُن کے حق میں آتشِ دوزخ بنا دیا جاتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ رَجُلَانِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَالَا فِیْ شَیْءٍ فَدَعَا لَھُمَا بِدِیْنَارَیْنِ فَاذَا ھُمَا یُثْنِیَانِ خَیْرًا فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ فُلَانٌ مَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ وَلَقَدْ اَعْطَیْتُہٗ مَا بَیْنَ عَشْرَۃٍ اِلٰی مِائَۃٍ فَمَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَخْرُجُ بِصَدَقَتِہٖ مِنْ عِنْدِیْ مُتَابِطًا وَاِنَّمَا ھِیَ لَہٗ نَارٌ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تُعْطِیْہِ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّہٗ لَہٗ نَارٌ قَالَ فَمَا اَصْنَعُ یَابُوْنَ اِلَّا اَنْ یَسْاَلُوْنِیْ وَیَابَی اللّٰہُ لِیَ الْبُخْلَ

حاکم نے مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دو شخصوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگا، آپ نے ان کو دو دینار منگوا دیئے' جس پر اُنہوں نے آپ کی صفت وثناء کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ تو دو ہی دینار پر ثناء کرتے ہیں، میں نے فلاں شخص کو دس سے سو تک دیئے مگر اُس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔ کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ مجھ سے صدقہ لے کر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے، وہ اس کے حق میں آگ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر

(رواہ الحاکم فی المستدرک) آپ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہیں حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ ان کے حق میں آگ ہے۔ فرمایا: کیا کروں، لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ مجھ میں بخل پایا جائے۔

فائدہ: ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ادنیٰ گرانئیں خاطر اور ملال میں نوبت یہاں تک پہنچی تو ایذا رسانی کا کیا حال ہوگا؟

حکمِ خُداوندی:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا (پ۲۲ سورہ احزاب ع۷ آیت نمبر ۵۷)

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو، لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر دُنیا اور آخرت میں، اور تیار کر رکھا ہے اُن کے واسطے ذلت کا عذاب۔

فائدہ: اگر چہ بظاہر اللہ تعالیٰ نے اپنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی یہ یہ سزا مقرر فرمائی ہے مگر درحقیقت کس کی مجال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ایذا پہنچا سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ یعنی اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

لَّـهٗ قَـانِتُوْنَ۔ (پ۱ سورہ بقرہ ع۱۴ میں ہے، سب اُسی کے تابعدار ہیں۔ آیت نمبر۱۱۶)

اس صورت میں یہ سزا دراصل صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دینے کی ثابت ہوئی۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا نام مبارک اس آیت شریف میں ذکر فرمایا ہے، اس سے مقصود محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے، یا یوں کہئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

عَنْ عَلَیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰذٰی شَعْرَۃً مِنِّی فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللّٰہُ۔ (رواہ ابن عساکر، الجامع الصیغر ج۲ ص۱۵۸، فتح الکبیر ج۳ ص۱۴۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے ایک بال کو ایذا پہنچائی اُس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی سے عذاب کا نازل ہونا

جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانتا، وہ عذابِ شدید میں

گرفتار ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ نور کے رکوع ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝

(پ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳)

تو ڈرنا چاہیئے اُن لوگوں کو جو خلاف کرتے ہیں رسول کے حکم کا، اس بات سے کہ اُن پر پڑے کوئی بلا' یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانتا، اُس پر یا تو کوئی بلا نازل ہوگی یا کوئی دردناک عذاب پہنچے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَأَخَذْنٰهُ أَخْذًا وَّبِيْلًا

(پ۲۹ سورہ مزمل آیت نمبر ۱۵،۱۶)

ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف پیغمبر تم پر گواہی دینے والا جس طرح بھیجا فرعون کی طرف پیغمبر۔ تو فرعون نے پیغمبر کا کہا نہ مانا، پس ہم نے اس کو سخت گرفت سے پکڑا۔

مطلب یہ کہ اگر تم بھی رسول کی نافرمانی کروگے تو عذاب میں گرفتار ہوگے۔

آنحضرت کی دُعاء کا اثر:

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا اثر ہوا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ سورہ یونس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا

کے الفاظ یہ تھے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا
بارِالٰہا! ملیا میٹ کردے ان کے دل کہ ایمان ہی نہ لائیں، یہاں تک کہ دیکھ لیں دردناک عذاب، اللہ نے فرمایا کہ تم دونو بھائیوں کی دُعا قبول ہوچکی۔

(پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۸۸،۸۹)

عُتیبہ کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے کرشموں میں سے صرف دو بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ عتیبہ ابن ابی لہب نے آپ کے حق میں گستاخانہ کلمات کہے تو آپ نے اس پر دعا کی کہ:

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِكَ۔
الٰہی اپنے درندوں میں سے ایک درندہ اس پر مسلط کردے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی)

چنانچہ رات کو ایک شیر آیا اور لوگوں کے جمِ غفیر میں سے اکیلے عتیبہ کو اُٹھا کر لے گیا۔

عامر جہنم میں:

۹ ہجری میں نجد کا ظالم و بدکردار حاکم عامر بن طفیل حضور کے قتل کے ارادہ سے ایک مسلح ساتھی سمیت مدینے آیا۔ حضور میں پہنچ کر گستاخانہ باتیں کرتا رہا، اور

آپ وقار اور متانت سے جواب دیتے رہے۔ مگر حافظ حقیقی کی حفظ وحمایت سے اُس کو اپنے مقصد بد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر نا کام ونامراد باہر نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ عَامِرًا۔ الٰہی! مجھ کو عامر کے شر سے بچا

اتنے میں آسمان سے بجلی گری، عامر کا شمشیر بکف ساتھی وہیں ڈھیر ہو گیا اور خود عامر چند روز بعد مرض طاعون میں واصلِ جہنم ہوا۔

ابوجہل کا منہ ٹیڑھا:

ابوجہل حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل کر آپ کی نقل اُتارتے ہوئے کسی وقت ناک چڑھاتا، تو کسی وقت منہ بگاڑتا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پیچھے مڑ کر دیکھ کر فرمایا (كُنْ كَذٰلِكَ) اسی طرح ہو جا۔ چنانچہ پھر وہ مرتے دم تک منہ بگڑا اور ناک چڑھا رہا۔ (روح البیان)

جیسی کرنی ویسی بھرنی:

ایک دفعہ ابوجہل نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف تھوکا تو اُس کی اپنی تھوک لوٹ کر اُس کے چہرے پر پڑی، تو اس کی نحوست سے تادم زیست برص میں مبتلا رہا، اور اُسی کے حق میں نازل ہوا۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ۔ (پ۱۹ سورہ فرقان آیت نمبر ۲۷)

یعنی قیامت میں جہنم کے اندر ایک ہاتھ کو کھاتا ہوا کہنی تک پہنچے گا تو پھر

دوسرے کو کھانے لگے تو پہلا صحیح ہو جائے گا۔ اسی طرح ذلت و خواری سے اُس کا وقت بسر ہو گا۔ (انسان العیون)

قومِ عاد کی گستاخی:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ۔ (پ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ٦٦)

بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اس جملہ سے کفار نے حضرت ہود علیہ السلام کی گستاخی کی تو سزا پائی۔

صالح علیہ السلام کی قوم کی گستاخی:

صالح علیہ السلام نے کفار سے کہا: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ (پ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۳)۔ یہ اللہ کی اُونٹنی تمہارے لئے اس کی ایک برکت والی نشانی ہے اس کی بے ادبی نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔

کما قال: وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

(پ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۳)

چنانچہ جب انہوں نے اُونٹنی کا ادب نہ کیا اور اس کے ساتھ گستاخی کی تو مارے گئے۔

کما قال تعالیٰ: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ۔

(پ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۷)

اس پر عذاب میں مبتلا ہوئے کما قال: فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ

دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ۔ (پ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۸)

تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

جانی دشمن:

ایک دشمن تلوار کھینچ کر آپ کے سر پر آ پہنچا جبکہ آپ مصروف خواب تھے۔ قدرتِ خدا! دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ ادھر آپ بھی جاگ اُٹھے تو اس کی تلوار آپ نے اُٹھالی۔ اب وہ شخص مسکین بن کر گڑگڑانے لگا تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

کریم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم):

ہبار بن اسود نے پتھر پھینک پھینک کر آپ کی دختر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بحالتِ سفر مجروح کر دیا تھا، جس سے وہ اونٹ سے گر پڑیں اور حمل ساقط ہو گیا۔ فتح مکہ کے روز وہ سر جھکا کے حاضر ہوا تو آپ نے اُس کی جاں بخشی فرمائی۔

وحشی کو معافی:

وحشی نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دھوکے سے قتل کیا تھا۔ جب اُس نے اپنی پشیمانی ظاہر کی تو معاف کر دیا۔

ہندہ کو معاف کر دیا:

ہندہ زوجہ ابی سفیان نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا تھا۔ جب وہ بھی سر خجلت خم کیے ہوئے حاضر ہوئی تو آپ نے درگزر فرمایا:

آنکہ بر اعداء درِ رحمت کشاد

مکہ را پیغام لا تثریب داد

فارسی شعر کا ترجمہ: وہ آقا کہ جس نے دشمنوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا، ایک مکہ کو لا تثریب (آج کے دن کوئی خرچ نہیں) کا پیغام دیا۔

کسریٰ شاہ فارس کا انجام:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے بادشاہوں کے نام فرامین لکھے تو ایک فرعون کسریٰ شاہِ فارس کو بھی لکھا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دعوت اسلام دی تھی۔ اُس بد بخت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کو پڑھ کر غصے سے پرزے پرزے کردیا۔ یہ نامۂ مبارک کیا چاک کیا، گویا اُس نے اپنی جان وتن کو چاک کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ (پ۱ سورہ بقرہ، رکوع ۶ آیت نمبر ۵۷)

اور ہم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا بلکہ ہمارے نافرمان لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

خط نہیں اُس نے اپنا ملک پھاڑا:

اس کم بخت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نامۂ مبارک کو نہیں پھاڑا، بلکہ اپنی سلطنت کو حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

تجرید بخاری کے باب علم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ

وَسَلَّمَ ثُمَّ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ رَجُلًا وَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔
(بخاری شریف کتاب العلم باب ما یذکر فی المناولۃ وکتاب اھل العلم بالعلم الی البدان، بخاری شریف کتاب المغازی باب کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے ہاتھ اپنا خط عظیم البحرین کے دینے کو بھیجا۔ عظیم البحرین نے وہ خط کسریٰ کو دے دیا جب کسریٰ نے اس کو پڑھا تو پارہ پارہ کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے خلاف دعا کی کہ وہ بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ آپ کی یہ دُعا قبول ہوئی اور کسریٰ کے بیٹا شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔

ہر چہ آید برتو از ظلماتِ غم
آں زبیباکی و گستاخیست ہم

ترجمہ: جو کچھ تجھے غم کی ظلمات (تاریکیاں) آتی ہیں وہ بے ادبی اور گستاخی کی وجہ سے ہیں۔

بد ز گستاخی کسوف آفتاب
شد عزازیلے زجرأت ردّ باب

ترجمہ: سورج گرہن بھی بے ادبی و گستاخی کا نتیجہ ہے ابلیس بھی راندہ درگاہ ہوا تو گستاخی کی وجہ سے۔

سخت حکم جاری کرنے کی سزا:

اپنے کیفرِ کردار سے غافل شاہِ فارس کے غرور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کو پھاڑ کر صبر نہ کیا بلکہ اپنے صوبہ دار شاہِ یمن کو حکم دیا کہ بہت جلد دو سپاہی بھیج کر اُس نبوت کے مدعی کا سر اُتار کر میرے پاس بھیج دے، یا زندہ گرفتار کر کے یہاں روانہ کر دے۔ شاہ یمن نے بموجب حکم شاہِ فارس کے دو قوی مسلح جوان مدینہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرفتار کرنے یا شہید کرنے کیلئے بھیجے۔ یہ دونوں سپاہی مکہ معظمہ کے راستے مدینہ طیبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں پہنچے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ دو سپاہی فارس سے آپ کو شہید کرنے کیلئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مہمانوں کو اچھے مکان میں اُتار دو اور اعلیٰ درجہ کی مہمان نوازی کرو، تا کہ اُن کی تکان دور ہو جائے۔ سات دن تک اُن قاتلوں کی مہمان نوازی فرمائی۔ آٹھویں دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ آج میرے مہمانوں کو لا کر ہم سے ملاقات کراؤ۔ چنانچہ یہ دونوں شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رعب سے اُن کے ہاتھوں میں رعشہ، پاؤں میں جنبش، زبان میں لکنت تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بیٹھنے کیلئے فرمایا مگر یہ لوگ بجائے بیٹھنے کے اوندھے منہ گر پڑے۔ اس پر آپ نے اُن کو اُٹھا کر پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں شاہِ فارس نے آپ کے شہید کرنے کو بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا بادشاہ آج رات کو قتل ہو گیا ہے، اس کے بیٹے نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ جاؤ! شاہِ یمن

کو شاہِ فارس کے قتل کی خبر کر دو۔ شاہِ فارس کی قتل کی خبر سن کر یہ دونوں سپاہی آپ سے رخصت ہوئے اور یمن کی راہ لی، جب شاہِ یمن کے پاس پہنچے تو وہاں شاہِ فارس کے مرنے کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی اور اس کی سلطنت روئے زمین سے جاتی رہی۔

فائدہ: جائے غور ہے کہ جس اُمت کے رسُول اپنے قاتلوں کو سات روز مہمان رکھیں اور اعلیٰ درجہ کی مدارات کریں، افسوس ان کی اُمت کے اخلاق ایسے خراب ہوں کہ محسنِ حقیقی رب العالمین کیلئے زُبانی شکر بھی نہ کرے۔

ع...... ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

فرق دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے

کفارِ مکہ کا بے ادبی کے باعث عذاب شدید میں مبتلا ہونا

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ کفارِ مکہ۔ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاہزادوں کے انتقال کے بعد آپ کی ذاتِ بابرکات کو اَبتر و بے نسل کہا تو اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر میں یوں ارشاد فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔(پ۳۰ سورہ الکوثر آیت نمبر ۳)

جو تیرا دشمن ہے وہی بے نسل رہا۔

شانِ نزول:

اس سورہ کا نشانِ نزول اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو شاہزادے طیب و طاہر اُمُّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے

تولد ہوئے۔ خدا کی قدرت اُن دونوں کا انتقال یکے بعد دیگرے ہوگیا۔ اس پر کفارِ مکہ طعن سے کہنے لگے کہ اچھا ہوا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل منقطع ہوگئی، اب ان کا کوئی نام لیوا نہیں رہا جو آئندہ ان کے مذہب کی اشاعت کرے، اس لئے تمام جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔

عاص بن وائل:

ایک موقع پر عاص بن وائل مسجد الحرام میں داخل ہو رہا تھا۔ اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا رہے تھے تو باہم کچھ بات چیت ہوئی۔ مسجد الحرام کے اندر کچھ لوگ بیٹھے تھے، انہوں نے عاص سے پوچھا کہ کس سے گفتگو کر رہے تھے؟ اس نے کہا: اس ابتر (نعوذ) سے بات کر رہا تھا۔ یہ بد باطن آپ کو ہمیشہ ابتر کے لفظ سے یاد کیا کرتا تھا۔ اُسی کے متعلق یہ سورۃ نازل ہوئی ہے:

بعض کے نزدیک یہ سورۃ کعب ابن اشرف یہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

بہر حال دشمنوں کے اس کلام سے آپ کو سخت ملال اور رنج ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی وتشفی کیلئے یہ سورہ نازل فرمائی کہ اگر آپ کے ہاں کوئی بیٹا نہیں تو نہ سہی کیونکہ قیامت تک جتنے مسلمان ہوں گے، وہ سب آپ کے ہی تو بیٹے ہیں۔ آپ ان سب کے روحانی باپ ہیں لیکن جو آپ کا دشمن تھا، وہی بے اولاد رہا۔ چنانچہ عاص ابن وائل یا کعب ابن اشرف کا آج دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں۔ اوّل تو ان لوگوں کی نسل ہی نہیں، اگر بالفرض ہو بھی تو یقیناً خود ان کو معلوم نہیں کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ

عاص یا کعب تھا۔ اور ابتر کا مفہوم اسی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت کا ڈنکا بفحوائے ورفعنا لك ذكرك ہر شہر اور ہر بستی میں ہر وقت بآواز بلند بجتا ہے۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت خواہ صریح ہو یا ضمناً، اشارۃً ہو یا التزاماً، غرض کسی طرح ہو اس سے کفر لازم آتا ہے۔ چنانچہ بعض آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کرنے والوں پر سخت تہدید اور زجر وتوبیخ پائی جاتی ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی میں مرقوم ہے کہ آدمی شرافت اور مال وجاہ پر مغرور نہ ہو اور مقربان الٰہی سے راہ ورسم درست رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب حکم اس آیت کے جس کا مطلب یہ ہے

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ''اور ڈرا اپنے قریب کے رشتہ داروں کو''

(پ ۱۹ سورہ شعراء آیت نمبر ۲۱۴)

کوہِ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو ہر قبیلہ کا نام لے کر، اپنے چچا اور پھوپھی کو نام بنام پکار پکار کر عذابِ الٰہی کا ڈر سنا دیا کہ اے بنی ہاشم! اے بنی عبدالمطلب! اے بنی عبدالمناف! اے عباس! اپنا اپنا فکر کرو، تو ابولہب اپنے محاورے میں کہنے لگا:

تبالك الهذا دعوتنا تیری تباہی ہو کیا تو نے یہی باتیں سنانے کیلئے ہمیں تکلیف دی۔

اس کے جواب میں سورۂ لہب نازل ہوئی۔ وہ یہ ہے:

تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ O سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ O فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ O (سورہ لہب، پارہ ۳۰)	دونوں ہاتھ ٹوٹیں ابولہب کے اور ہلاک ہو، نہ تو اُس کے کام اُس کا مال آیا اور نہ اُس کی کمائی، وہ عنقریب داخل ہوگا شعلہ والی آگ میں، اور نیز اس کی جورو جو لکڑیاں سر پر اُٹھاتی ہے اس کی گردن میں مونج کی رسّی ہے۔

قیامت کے دن اُس کے گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر اُس کو گھسیٹا جائے گا اور اُس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ یہ کم بخت دنیا میں اُسی عذاب میں مری، مارے خست کے لکڑیوں کا پشتارہ سر پر اُٹھائے چلی آ رہی تھی کہ پشتارہ گر گیا اور اس کی رسّی گلے میں آ گئی اور گلا گھٹ کر مر گئی۔

ابولہب کی بیوی کی کارستانی:

یہ کم بخت رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی کہ آپ جب علی الصباح اس راستے سے گزریں گے تو بے خبری کے باعث کانٹے چبھیں گے۔

مے ریختند در رہِ تو خار و باہمہ
چوں گل شگفتہ بود رُخ جانفزائے تو

ترجمہ: آپ کے راستہ پر کانٹے بچھاتے لیکن اس کے باوجود آپ کے چہرہ جانفزاء سے ہمیشہ پھول برستے رہے۔

یعنی اگر چہ ابولہب کی عورت نے حضور علیہ السلام کے راستے پر کانٹے بچھائے لیکن حضور علیہ السلام نے اُسے دُعاؤں سے یاد فرمایا۔ اُسے گستاخی اور بے ادبی کی یہ سزا ملی کہ کانٹوں کے پشتارہ میں دب کر مر گئی۔

ابوجہل کا ذلیل ہو کر مرنا:

جب ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حد سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کرنی شروع کی، یہاں تک کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ میں ہوں گے' تو میں اُن کا سر جسم سے الگ کر دوں گا، تو غیرتِ الٰہی نے اس کو زیادہ مہلت نہ دی اور ارشاد فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ۔ (پ۳۰ سورہ علق آیت نمبر ۱۵، ۱۶) اگر باز نہ آئے گا تو ہم ضرور گھسیٹیں گے چوٹی پکڑ کر' کیسی چوٹی' جھوٹی خطا کار

چنانچہ یہ شقی جنگِ بدر میں حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہما دو انصاریوں کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوا اور اس کا سر کاٹ کر بالوں سے گھسیٹتے ہوئے لائے اور اس کا کان چھید کر اُس میں ایک رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے ایک ناپاک اور نجس کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔

شیخ سعدی نے فرمایا:

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو!

ترجمہ: عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو کیونکہ گندم سے گندم اور جو سے جو اُگتے ہیں۔

کھوپڑی ریزہ ریزہ ہوگئی:

حضرو کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ایک شخص انگلستان چلا گیا۔ یہاں اس کے حالات اچھے نہیں تھے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ وہ وطن واپس آیا تو خاصا مالدار تھا۔ ایک دن چوپال میں بیٹھا اپنے حالات بیان کر رہا تھا۔ کسی نے کہا ''تم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے، اُس کا شکریہ بھی ادا کیا کرو''۔ اس پر وہ آدمی کہنے لگا'' (نعوذ باللہ) اللہ نے میرے اوپر کیا احسان کیا ہے؟ اس نے تو مجھے غریب ہی کر رکھا تھا، یہ دولت تو میری اپنی محنت سے ہاتھ آئی ہے۔ کچھ دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا مرغی ذبح کرانے وہاں آگیا اور آدمی جلدی سے پلٹ کر بولا...... ''لاؤ میں ذبح کر دوں''۔ یہ کہہ کر اُس نے چھری ہاتھ میں پکڑی اور مرغی کو زمین پر ڈال کر کہنے لگا'' میں مرغی ذبح کرنے لگا ہوں' خدا سے کہو اسے میرے ہاتھ سے بچالے''۔ اس نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ مرغی ایسے زور سے چیخی کہ اس کی آواز سے قریب بندھی ہوئی گھوڑی بدک گئی اور رُخ بدل کر اس زور سے دولتی ماری کہ اس آدمی کی کھوپڑی ریزہ ریزہ ہوگئی اور اُسے سانس لینے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ مرغی ایک طرف کو بھاگ لگی' اس واقعے کا سارے علاقے میں چرچا ہوا' لوگ دُور دُور سے اس کی لاش دیکھنے آئے لیکن کسی نے بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

(ماہنامہ ''رضائے مصطفٰے'' گوجرانوالہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ)

توہینِ رسول کفر ہے:

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا o اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا o اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔

(پ ۱۸ سورہ فرقان ع ۱ آیت نمبر ۷ تا ۹)

اور کافر کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہیں اُتارا گیا اس کی جانب کوئی فرشتہ کہ وہ بھی رہتا اس کے ساتھ ڈرانے والا یا ڈال دیا جاتا اس کی طرف خزانہ یا اس کے پاس باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا کہ پس تم تو پیچھے پڑے ہو ایک جادو زدہ مرد کے دیکھ کیسی بیان کیں تیرے لئے مثالیں پس گمراہ ہو گئے، اب راہ نہیں پا سکے۔

کھانا کھانا، بازاروں میں چلنا اور باغات وغیرہ کا ہونا۔ گو حسبِ بیانِ کفار اُمورِ واقعی ہیں مگر چونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور بے ادبی متضمن تھی، اس لئے توبیخ نازل ہوئی۔ پس ایسا کلام جس سے نبی علیہ السلام کی اہانت پائی جائے۔ ضمناً یا التزاماً عمداً ہو یا سہواً، غیر واقعی ہو یا واقعی، کفر کو مستلزم ہے

کفر اور بے ادبی کے کلمات:

انبیاء علیہم السلام سے استہزاء اور استخفاف کرنا کفر ہے اور جو کوئی ایسا کرے وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

۱۔ عینی شرح کنز میں مرقوم ہے:

مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يكفر فيقتل حد اولا يقبل توبته اصلاً۔

وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو وہ کافر ہوا۔ لہٰذا وہ بطورِ سزا قتل کیا جائے اور اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتی۔

۲۔ تاتارخانیہ میں مرقوم ہے:

مَنْ عَابَ نَبِيًّا بِشَيْءٍ اَوْلَمْ يَرْضَ بِسُنَّةِ نَبِيٍّ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَدْ كَفَرَ فَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ اِحْلِقْ رَاسَكَ وَاَقْلِمْ اَظْفَارَكَ فَاِنَّ هٰذَا سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ لَا اَفْعَلُ وَاِنْ كَانَ سُنَّةً فَقَدْ كَفَرَ۔

جس شخص نے انبیاء میں سے کسی نبی کو عیب لگایا وہ بے شک کافر ہوا۔ پس اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا کہ اپنا سر منڈا اور ناخن کتروا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اُس نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا اگرچہ سنت ہو تو بے شک کافر ہوا۔

۳۔ درمختار میں مرقوم ہے:

يُقْتَلُ وَلَا يُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ وَمَنْ شَكَّ

ایسا شخص قتل کیا جائے اور ایسے شخص کی

فِیْ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ وَکَذٰلِکَ الْاِسْتِھْزَاءُ وَالْاِسْتِخْفَافُ بِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

توبہ قبول نہیں ہو سکتی اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوا اور اسی طرح کافر کرتا ہے مذاق کرنا اور ہلکا جاننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو

۴۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو دوست رکھتے تھے اور دوسرا کہے کہ میں اُسے دوست نہیں رکھتا تو ایسا کہنا کفر ہے۔

۵۔ چلپی میں مرقوم ہے کہ جو کوئی اس طرح کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا میلا تھا' یا ناخن بڑے بڑے تھے یا آپ کو شتربان کہے، تو وہ شخص کافر ہے۔ ایسا شخص قتل کر دیا جائے، یا اگر کوئی آپ کو بدصورت یا بدقطع داڑھی والے سے تشبیہ دے تو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص آپ کو بے ادبی کا لفظ خواہ نادانستہ' خواہ نشہ میں کہے تو وہ بھی قتل کر دیا جائے۔

ع...... باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

نبوت کی نزاکت:

کتب عقائد میں ہے کہ اگر کوئی آپ کے موئے مبارک کو مویک بکافِ تصغیر کہے تو وہ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ بلکہ جس چیز یا جس جانب آپ کو نسبت ہو، وہ بھی واجب التعظیم ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک امیر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کہا کہ مدینہ کی مٹی ناقص ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے تیس

دُرّے لگائے اور قید کیا اور کہا کہ یہ شخص اس بات سے گردن مارنے کے لائق ہو گیا۔
اس کی تفصیل فقیر کی کتاب ''باادب بانصیب'' میں ہے

مدینہ طیبہ کی دہی کی بے ادبی:

مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ مدینے کا دہی پتلا ہوتا ہے، اس کو غیب سے آواز آئی اے شخص تو مدینہ سے نکل جا، تو مدینہ کے لائق نہیں ہے، جہاں عمدہ دہی ہے وہاں جا کے رہو۔ فوراً اُس نے توبہ کی اور بہت رویا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بے ادبی و گستاخی کا معیار

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُوبرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کا مطالعہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت متغیر ہو گئی اور چہرۂ مبارک سے آثارِ غضب پیدا ہو گئے۔ باوجود خلقِ عظیم کے ایسے جلیل القدر صحابی پر عتاب فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَاُهٗ وَوَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

دارمی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کا نسخہ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ تورات کا نسخہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہو گئے تو وہ

وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰى بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَ اَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ۔ (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، تیسری فصل)

لگے پڑھنے ادھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا عمر تم تباہ ہو گئے۔ کیا تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتے معاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپکے چہرۂ مبارک کو دیکھ کر کہنے لگے میں خدا اور رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، ہم اپنے پروردگار اور دین اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم ضرور گمراہ ہو جاتے، لیکن اگر موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود ہوتے اور میری نبوت کے زمانے کو پاتے تو وہ بھی میری ہی اطاعت کرتے۔

نتیجہ:

ہر عقلِ سلیم والا سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کی طرف سے معمولی سی حرکت اس قدر نا گوار طبع غیور ہوتی تو کسی اور کی اس تقریر سے جو حضور علیہ السلام کے فضائل میں شک ڈال دیتی ہے' کیسی اذیت پہنچتی ہوگی۔ کیا یہ ایذا رسانی سے خالی جائے گی' ہر گز نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔
(پ۲۲ سورہ احزاب، ع ۷ آیت نمبر ۵۷)

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو' لعنت کرے گا اُن کو اللہ دنیا اور آخرت میں، اور مہیا کر رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے آخرت میں عذابِ شدید میں مبتلا ہوں گے اور دنیا میں بھی اُن پر لعنت برستی رہے گی

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا:

ایک یہودی تورات پڑھ رہا تھا۔ اُس نے تورات میں ایک صفحہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس لکھا دیکھا۔ یہودی نے بغض و کینہ سے اُس نامِ پاک کو کھرچ ڈالا۔ دوسرے روز تورات کھولی تو اسی صفحہ پر یہ نام اقدس چار جگہ لکھا دیکھا۔ غصہ میں آ کر اُس نے اس نامِ پاک کو پھر کھرچ ڈالا۔ تیسرے روز اُس نے دیکھا کہ اسی صفحہ پر

یہ نامِ اقدس آٹھ جگہ لکھا ہوا ہے۔ اُس نے پھر یہ نامِ پاک سب جگہ سے کھرچ ڈالا۔
چوتھے دن اس نے اس نامِ اقدس کو بارہ جگہ لکھا دیکھا۔ اب اس کی حالت بدلی اور
اس نام پاک کی دل میں محبت پیدا ہوگئی اور اس نام والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت کیلئے شام سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ اِتفاق دیکھئے کہ یہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت کرنے کیلئے روانہ ہوا، مگر اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک
ہو چکا تھا۔ جب یہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور کے وصال کا علم ہوا۔ اب تو یہ سخت بے چین ہوا اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ مجھے حضور کے بدنِ انور کا کوئی کپڑا نکال کر دکھایئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کپڑا مبارک اُسے دیا۔ اُس
یہودی نے پہلے تو اُسے سونگھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے سامنے آکر
کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر دعا کی کہ الٰہی! اگر تو نے میرا اسلام قبول کر لیا ہے تو مجھے
اپنے محبوب کے پاس بلا لے۔ اتنا کہا اور حضور کے سامنے ہی انتقال کر گیا۔ حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے اُسے غسل دیا اور جنت البقیع میں اُسے دفن کیا۔

(تنبیہ الغافلین ونزہۃ المجالس جلد۲ ص۱۴۴)

فائدہ:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک کوئی لاکھ مٹانا چاہے اور کھرچنا
چاہے مگر بمصداق:

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انور نہ مٹا ہے نہ مٹ سکے گا' مٹانے والے مٹ گئے مگر اس نام اقدس کو وہی قرار، اس کی وہی شان ہے جو پہلے تھی۔ (ﷺ)

دعوت غور وفکر:

آج کل ہمارے دَور کے معتزلہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو مساجد سے مٹانے کی مہم چلا رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بے نیاز نے محبوب کے نام کو اتنا بڑھایا کہ جب سے یہ مہم چلی تو مکانوں میں' دوکانوں میں' بسوں اور ٹرکوں و دیگر کیلنڈروں وغیرہ وغیرہ پر زیادہ سے زیادہ یہ اسمِ گرامی لکھا جانے لگا۔ یہاں تک بعض علاقوں میں اسی دَور میں ایسے بکرے پیدا ہوئے' جن پر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تھا اور ہم نے درختوں کے ایسے پتے دیکھے جن پر صاف لفظوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی منقش ملا۔ تفصیل فقیر کی کتاب ''شہد سے میٹھا نامِ محمد'' مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں ہے۔

کوڑھ مغز یا ازلی بدبخت:

باوجود ایں ہمہ جیسے زمانہ اقدس کے لوگوں نے کھلم کھلا اور واضح معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے لیکن نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہہ دیا۔ آج بھی وہی کیفیت ہے، باوجودیکہ اپنی آنکھوں سے ایسے عجیب وغریب کرشمے دیکھ رہے ہیں اور اُنہیں مشاہدہ کرایا جا رہا ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور ان کی شان لحہ بہ لحہ ترقی پذیر ہے تو بجائے ماننے کے ان اُمور کو بدعت کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں، پھر ہم کیوں

نہ کہیں کہ ان غریبوں کے ازل سے تالے بند ہیں اور جن کے خدا تعالیٰ تالے بند کرے پھر اسے کون کھولے۔ اسی لئے یہ بیچارے معذور ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ خوش عقیدہ سنی سے عرض کرے گا کہ تم اپنے عقیدہ کو مضبوط رکھو اور کوڑھ مغزوں سے دور رہو اور انہیں اپنی بدقسمتی پر معذور سمجھو۔

اندھا، دل کا اندھا:

غزوۂ احد کیلئے جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرۃ بنی حارثہ اور ان کے اموال کے پاس سے گزرتے ہوئے مربع بن قیظی منافق کے باغ کے پاس پہنچے وہ نابینا تھا۔ اُس نے جب لشکر اسلام کی آہٹ سنی تو ان پر خاک پھینکنے لگا اور حضور سے کہنے لگا کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے، میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام اُسے قتل کرنے دوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو، یہ آنکھ کا اندھا، دل کا بھی اندھا ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے سے پہلے ہی سعد بن زید اشہلی نے اس پر کمان ماری اور سر توڑ دیا۔

گستاخی کی اصل وجہ:

اصل وجہ یہ ہے کہ گستاخوں اور بے ادبوں کی نگاہ میں رسول و ولی اور دیگر معظمات کی کوئی وقعت نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معظمات کی تعظیم و تکریم اور ان کے آداب پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ مثلاً:

احترامِ رمضان المبارک:

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسافر نے اقامت کی، حیض والی پاک ہوگئی، مجنون کو ہوش آ گیا، مریض تھا اچھا ہوگیا، جس کا روزہ جاتا رہا۔ اگرچہ جبراً کسی

نے تڑوادیایا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں جارہی' کافر تھا مسلمان ہو گیا' نابالغ تھا بالغ ہو گیا' رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی' غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا تو ان سب صورتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے اُسے روزے کی مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا' ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں' باقی سب قضا واجب ہے۔(درمختار)

حکمِ قتل:

جو بدبخت و نالائق شخص رمضان المبارک کا احترام ملحوظ نہ رکھے اور رمضان مبارک میں بلا عذر علانیہ قصداً کھائے مسلمان حکومت کو لازم ہے کہ اُس نابنجار کو قتل کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے۔(ردالمحتار)

فرشتہ گستاخی کی زد میں:

زہرۃ الریاض میں ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے آج ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے' حضور نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے کوہ قاف جانے کا اتفاق ہوا مجھے وہاں آہ وفغاں، رونے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ جدھر سے آوازیں آرہی تھیں' میں اُدھر کو گیا تو مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا' جس کو میں نے اُس سے پہلے آسمان پر دیکھا تھا جو کہ اُس وقت بڑے اعزاز واکرام میں رہتا تھا۔ وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا رہتا۔ ستر ہزار فرشتے اس کے گرد صف بستہ کھڑے رہتے تھے۔

وہ فرشتہ سانس لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ اُس سانس کے بدلے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا تھا۔

لیکن آج میں نے اُسی فرشتہ کو کوہ قاف کی وادی میں سرگرداں و پریشاں آہ و زاری کرتے دیکھا ہے' میں نے اُس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اور کیا ہو گیا؟

اس نے بتایا...... ''معراج کی رات جب میں اپنے نورانی تخت پر بیٹھا تھا، میرے قریب سے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو میری یہ ادا' یہ بڑائی پسند نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر کے نکال دیا اور اُس بلندی سے اس پستی میں پھینک دیا۔ پھر اُس نے کہا'' اے جبریل! اللہ کے دربار میں میری سفارش کر دو کہ اللہ تعالیٰ میری اس غلطی کو معاف فرمائے اور مجھے پھر بحال کر دے''۔

یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کے دربارِ بے نیاز میں نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کی درخواست کی' دربار الٰہی سے ارشاد ہوا' اے جبریل! اُس فرشتہ کو بتا دو اگر وہ معافی چاہتا ہے تو میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پاک پڑھے''۔

یا رسول اللہ! جب میں نے اُس فرشتہ کو فرمانِ الٰہی سنایا تو وہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود پاک پڑھنے میں مشغول ہو گیا اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے بال و پر نکلنا شروع ہو گئے اور پھر اس ذلت و پستی سے اُڑ کر آسمان کی بلندیوں پر جا پہنچا اور اپنی مسندِ اکرام پر براجمان ہو گیا''۔ (معارج النبوۃ ص ۲۱۷)

ایک اور فرشتہ کو سزا:

شب معراج سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عجائبات دیکھے' ان میں

سے ایک یہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ دیکھا' اُس کے پر جلے ہوئے تھے۔

یہ دیکھ کر فرمایا: اے جبریل! اس فرشتے کو کیا ہوا؟ عرض کی یا رسول اللہ! اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے ایک شہر تباہ کرنے کیلئے بھیجا تھا' اس نے وہاں پہنچ کر ایک شیر خوار بچے کو دیکھا تو اسے رحم آ گیا۔ یہ اسی طرح واپس آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی ہے''۔

یہ سن کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اے جبریل! کیا اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی ہے؟'' جبریل علیہ السلام نے عرض کی'' قرآن پاک میں موجود ہے:

وانی لغفار لمن تاب یعنی جو توبہ کرے میں اُسے بخش دیتا ہوں۔

یہ سن کر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ! اس پر رحمت فرما' اس کی توبہ قبول فرما''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی توبہ ہے کہ آپ پر دس بار درود پاک پڑھے' آپ نے اس فرشتے کو حکم سنایا تو اس نے دس بار درود پاک پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اُس کو پر عطا فرمائے اور وہ اُوپر کو اُڑ گیا اور ملائکہ میں یہ شور برپا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک کی برکت سے'' کروبیین'' پر رحم فرمایا ہے۔ (رونق المجالس ص ۱۱)

ہر کہ باشد عامل صلو مدام
آتش دوزخ شود بردے حرام

ترجمہ: جو بھی ہمیشہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر ہمیشگی کرتا ہے اُس پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔

بر محمد مے رسانم صد سلام
آں شفیع مجرماں یوم القیام

میں حضور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہوں۔
اس لئے کہ آپ قیامت کے دن میں مجرموں کے شفیع ہیں۔

فائدہ:

درود شریف ایک ایسی محبوب عبادت ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے بے پناہ انعامات نصیب ہوتے ہیں۔اس کیلئے کسی خاص صیغے کی کوئی تخصیص نہیں۔مثلاً

۱۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ

۲۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔

۳۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔

جنہوں نے صرف درود ابراہیمی کی تخصیص کی ہے، وہ غلطی پر ہیں کیونکہ آیت میں صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا صلوٰۃ وسلام دونوں لفظوں کا ہونا ضروری ہے۔اور درود ابراہیمی میں صلوٰۃ تو ہے لیکن سلام نہیں۔
(تفصیل کیلئے فقیر کی کتاب فضائل درود شریف دیکھئے)

غلام خاں راولپنڈی والے کا انجام برباد:

چودھویں صدی کا پاکستان میں گستاخوں کا سرغنہ مشہور تھا' عوام سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اس جیسا دنیا میں انبیاء وعظام اولیاء کرام کا گستاخ اور بے ادب نہیں، لیکن جب مراتب معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے بے ادب اور گستاخ کا یونہی انجامِ بد ہوتا ہے۔اس کی تفصیل اخبارات وغیرہ سے ہم نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

جنگ پنڈی: مولانا غلام اللہ خاں (یہ بیان خود دیو بندی مولوی نے دیا تھا) کا سانحہ ارتحال بھی اسی افسوسناک اور دُکھدہ سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ عجیب قصہ ہے کہ عشاء کی نماز اور اس کے بعد تک مولانا ہماری بھری مجلسوں میں رونق افروز رہنے کے باوجود یکایک ہم سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئے۔ دوبئی میں مولانا کی آخری تقریر جو کہ آپ کی زندگی کی بھی آخری تقریر ثابت ہوئی۔ وہ تھی جو آپ نے قصیص نمبر ۳ کی مسجد میں نماز عشاء کے بعد فرمائی' کوئی پونے دو گھنٹے کی اس طویل تقریر میں آپ نے عقیدہ توحید اپنے روایتی جوش و خروش سے بیان کیا اور آخر میں اعلان فرمایا کہ اس کی تکمیل کل کی تقریر میں کروں گا جو دوبئی کی جامع مسجد میں نماز عشاء کے بعد ہو گی۔ دوسرے دن حسب اعلان پروگرام آپ وہاں تشریف لے گئے۔ سامعین دور دور سے کشاں کشاں جمع ہو رہے تھے۔ آپ منبر کے قریب تشریف فرما تھے' ابھی جلسہ کا آغاز ہی ہو رہا تھا' ابتدائی نوعیت کے اعلانات ہی جاری کئے جا رہے تھے کہ یکا یک مولانا کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی۔

آپ اپنے ایک رفیقِ سفر حافظ نور الحسن صاحب کو مائیک پر کھڑا کر کے خود اپنے دو جانثاروں کے ہمراہ راشد ہسپتال تشریف لے گئے۔ حاضرین آپ کی واپسی کے منتظر تھے۔ ادھر اجتماع کو مشغول رکھنے کیلئے راقم کا اعلان کر دیا گیا۔ راقم نے بھی کچھ دیر کچھ بیان کیا۔ انتظار کی گھڑیاں طویل تر ہو رہی تھیں۔ آخر میں اس اعلان پر جلسہ ختم کر دیا گیا کہ حضرات! معلوم ہوتا ہے مولانا کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہو گئی ہے۔ لہٰذا جلسہ برخاست کیا جاتا ہے، اور اگر مولانا کو صحت ہو گئی تو کل اسی جگہ اور

اسی وقت جلسہ دوبارہ ہوگا۔ اس کے بعد ہم اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ مستشفی راشد (ہسپتال) پہنچے تو اندر جانے اور معلوم کرنے کی نہ کوئی صورت ہے' نہ اجازت ۔مولانا کے جو دو جانثار مولانا اکرم خان اور وکیل نسیم خاں آپ کے ساتھ اندر گئے تھے۔ان کا بھی کوئی پتہ نہیں آخر کار راقم نے اِدھر اُدھر چکر لگانا شروع کیے تو دُور اندر جا کر ایمر جنسی کے دروازے پر پہنچ گئے' جہاں یہ تو معلوم ہوگیا کہ مولانا کو یہیں داخل کیا گیا ہے لیکن دروازے پر موجود پولیس مین اندر نہیں جانے دے رہے تھے، مگر پھر کچھ لمحے بعد راقم کا احترام کرتے ہوئے انہوں نے نہ صرف یہ کہ راقم کو اندر جانے کی اجازت دے دی بلکہ انہی میں سے ایک پولیس مین خود میرے ساتھ گیا اور لفٹ کے ذریعے اس کمرے میں پہنچادیا' جہاں مولانا کو رکھا گیا تھا۔

عجیب سماں:

مگر وہاں پہنچ کر راقم کو تو ایک اور ہی عجیب وغریب سماں نظر پڑا' دیکھتا کیا ہوں کہ شیخ القرآن مرحوم (غلام اللہ، جماعت دیوبند میں اسی لقب سے مشہور تھا) ہو چکے ہیں۔مولانا کا ایک پروانہ اکرم خاں ایک چارپائی پر بے ہوش پڑا ہے اور دوسرا یعنی نسیم خاں غم کی تصویر بنا مبہوت کھڑا ہے' جس نے جانا تھا وہ چلا گیا تھا۔اب کوئی ہوش میں ہو یا بے ہوش' سینہ کوٹے یا بال نوچے اُسے اس سے کیا۔

از قلم: مولانا محمد اسحاق آف دوبئی' روزنامہ جنگ پنڈی ۳ جن ۱۹۸۰ء

نوائے وقت راولپنڈی:

راولپنڈی ۲۸ مئی مولانا غلام اللہ خاں کو اٹک میں ان کے مدرسہ جامع اشاعت الاسلام میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ان کیلئے آج دو جگہوں راولپنڈی اور اٹک میں نماز جنازہ ہوئی۔ ہر دو مقامات پر ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مولانا کی میت تابوت میں تھی اور طبی مشورے کی بناء پر اُن کا چہرہ نہ دکھایا گیا۔ مولانا غلام اللہ خاں کی میت حسن ابدال ہٹیاں کے راستے بعد دوپہر پہنچا دی گئی۔ راستے میں جگہ جگہ لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ اُنہوں نے بھی مولانا کی میت کا آخری دیدار کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ مولانا کی میت جب اٹک پہنچی تو میت کو دیکھتے ہی لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور جب جنازہ تدفین کیلئے مدرسہ اشاعت الاسلام لایا گیا تو لوگوں کی اور بھی بری حالت تھی۔ ان کی آہوں اور آنسوؤں میں مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا کی میت لحد میں اُتاری جانے لگی تو ان کے شاگرد اور عقیدت مند دھاڑیں مار رو رہے تھے۔ طبی وجوہ کی بناء پر مولانا کی میت کے دیدار کے خواہشمند سوگواروں کو آخری دیدار نہیں کرایا گیا۔ (کیونکہ شکل مسخ ہو گئی تھی اور زُبان باہر نکل گئی تھی) (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء)

تبصرہ اُویسی:

آخری دیدار کی کوشش کے باوجود کسی کو نہ ہو سکا باوجودیکہ مشتاقانِ دیدار دھاڑیں مار مار ادھ موئے ہو چکے تھے۔ ایسی حالت زار پر تو سخت سے سخت تر سنگدل کو بھی رحم آ جاتا ہے لیکن یہاں کسی کو رحم نہ آیا بلکہ یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ طبی وجوہ کی بناء پر آخری دیدار نہیں کرایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دال میں کالا ضرور تھا' ورنہ کیا وجہ

تھی کہ بزعم خویش ساری عمر قرآن پاک کی تبلیغ کرنے اور شیخ القرآن کہلانے والے کا چہرہ بھی نہ دکھایا گیا' جبکہ بیرونی ممالک سے لائی جانے والی عام لوگوں کی میت کا بھی ''آخری دیدار'' کرایا جاتا ہے۔

پردہ اُٹھتا ہے:

ایسی مستند اخبارات کا غلام خان کیلئے اتنا لکھ دینا کافی ہے' سمجھدار خود اندازہ لگا سکتا ہے، لیکن الحمد للہ یہ راز پردۂ اخفا میں نہ رہا' بالآخر بات کھل کر سامنے آگئی کہ ان دنوں دوبئی میں رہنے والے اعزہ واقارب نے غلام خان کی رازداری کا پردہ اُٹھا ہی دیا۔ چنانچہ دوبئی سے ایک خط پہنچا جو پاکستان کے ایک عزیز کو چشم دید گواہ اور غلام خان کے خوش اعتقاد نے لکھا۔ خط کا مضمون ملاحظہ ہو۔

دوبئی ۸۰۔۹۔۱۹

جناب قاضی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میں خیریت سے ہوں' اور آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں۔ صورتِ احوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو خط میں' مَیں نے تازہ حالات اس وقت لکھے تھے۔ اب سارے یاد نہیں ہیں مگر آپ نے لکھا کہ مجھ سے کسی نے تحقیق کی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ میں نے خود پہلے اُن کی تقریر سنی جو انہوں نے یہاں کی۔ تقریباً دو گھنٹے تک آپ تقریر کرتے رہے، ہزاروں لوگ تقریر سننے آئے ہوئے تھے۔ آپ یعنی غلام اللہ صاحب نے خوب خوب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی۔ میں خود بھی ان کا مداح تھا چونکہ مذہب سے میں لاعلم ہوں' آپ بھی مجھ سے اسی بارے

میں ناراض رہتے تھے اور کئی بار میں نے آپ کو تحفے پیش کیے۔آپ نے انکار کر دیا کہ میں تجھ جیسے بے ادب سے بات کرنا نہیں چاہتا' تحفہ کس طرح قبول کروں۔آج مجھے یہ باتیں یاد ہیں' گاؤں آ کر آپ سے معافی مانگوں گا،تو تقریر کرتے ہوئے انہیں دل پر درد پڑا اور انہیں ہسپتال لایا گیا۔وہ پلنگ سے اُچھل کر چھت تک جاتے اور پھر زمین پر آ پڑتے۔ڈاکٹر سب کمرہ چھوڑ کر بھاگ گئے' میں چھپ کر دیکھتا رہا اور کانپتا رہا۔اسی کشمکش میں تقریباً ایک گھنٹہ گزرا، پھر خاموشی ہوگئی' کوئی اندر جانے کو تیار نہ تھا' میں نے ڈاکٹر کو بلایا، جیسے ہی کافی آدمی اکٹھے اندر گئے تو دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے' زُبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی اور آنکھیں باہر اُبل آئی تھیں۔اُنہیں غسل دینے کو کوئی تیار نہیں تھا۔مجبوراً اسی طرح پیٹی میں بند کر کے پاکستان بھیج دیا گیا' میں تین چار دن بیمار رہا اور اُٹھ اُٹھ کر بھاگتا تھا' پھر توبہ استغفار پڑھی اور میں کچھ ٹھیک ہوا۔یہ تھی اُن کی تقریر اور انجام......خدا کی لاٹھی بے آواز تھی کام کر گئی۔

باقی باتیں خود آ کر سناؤں گا۔دسمبر میں آنے کا ارادہ ہے۔یہ خط قاضی صاحب کو دے دینا، گھر میں سب سے فرداً فرداً سلام۔فقط والسلام

تمہارا بھائی۔مختیار احمد

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ
کی کئی سال پہلے کی پیش گوئی کی صداقت

حضرت مناظر اسلام اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام خان سے کئی سال پہلے وصال ہوا تھا۔مخالفین اور غلام خان کے معتقدین اور جملہ مسلمین سب کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے بھی کئی سال پہلے مندرجہ ذیل پیش گوئی فرمائی ،اور وہ آج بھی اُن کی کیسٹ میں محفوظ ہے' جس میں مولانا غلام اللہ خاں کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا خاتمہ خراب ہوگا اور چہرہ بگڑ جائے گا۔ہم اس کیسٹ (جو ہمارے پاس موجود ہے) سے من وعن آپ کا بیان نقل کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

وہ کیسٹ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

مناظرِ اسلام کی پیش گوئی:

مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب اچھروی نے اپنے بعض بیانات میں اپنے عقیدۂ ومسلک کی صحت وحقانیت کو پورے وثوق ویقین سے بیان کرتے ہوئے زور دار الفاظ میں فرمایا کہ "میں ایک جگہ گیا' مجھے کہنے لگے،تو بھی قرآن پڑھتا ہے اور وہ بھی قرآن پڑھتے ہیں' کس کا اعتبار کریں۔ سچا کون ہے! میں نے کہا کہ وہ قرآن کی آیت کچھ پڑھتے ہیں ترجمہ اور (غلط) کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ فرماتا ہے: لَآخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ (پ۲۹ سورہ الحاقۃ آیت ۴۵)۔ (میں اس کا داباں حصہ پکڑ

لیتا ہوں) اگر ان کا دایاں ''پاسہ'' ناکارہ نہ ہوا تو محمد عمر جھوٹا۔ اللہ تعالیٰ ان کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں کرتا' زبان بند کر لیتا ہے۔ راولپنڈی میں' میں نے کہا کہ غلام خان کو اگر فالج ہو اور کلمہ نصیب نہ ہو تو کہنا محمد عمر سچا ہے' نہیں تو کہنا جھوٹا ہے، اور جب فقیر کا آخری وقت آئے گا تو درود شریف پڑھتا مرے تو کہنا سچا ہے' مجھ سے پہلے مولانا عبدالغفور ہزاروی' مولانا غلام دین صاحب لاہوری' پیر ولایت شاہ صاحب گجراتی کلمہ کا ورد کرتے' نماز ادا کرتے اور جمعہ پڑھتے پڑھتے وصال فرما گئے۔

مولوی (مولوی غلام خان) وہ بھی قرآن پڑھتا ہے، ٹھیک مگر مرتے وقت نتیجہ معلوم کر لینا۔ اگر دائیں طرف فالج گرے اور منہ سے کلمہ نہ نکلے اور زبان ہو جائے بند تو سمجھ لینا کہ وہ بھی جھوٹا' اس کا مذہب بھی جھوٹا، اور اگر مولوی ٹھیک ٹھاک ہو' دائیں طرف بھی ٹھیک ہو اور کلمہ و درود شریف پڑھتا ہوا دنیا سے جائے تو سمجھ لینا یہ بھی سچا ہے اس کا مذہب بھی سچا ہے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ (جس طرح مولانا محمد عمر اچھروی نے فرمایا ویسے غلام خان کا خاتمہ ہوا)

یارسول اللہ کو بدعت کہنے والے کا انجام:

بمقام باغ خاص اہلسنت و جماعت کا جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا' جس میں یا رسول اللہ کے نقش کندہ کاغذات مختلف جھنڈیوں میں جلسہ کی رونق دوبالا کرنے کیلئے چپکائے گئے تھے۔ ایک شخص نے اُس کو پھاڑ کر اپنے پاؤں سے پوری طرح کچل دیا اور یہ بکواس کر رہا تھا کہ یہ شرک و بدعت ہے۔

خدا کی قدرت کہ ''ایک مرتبہ شہر کراچی میں خرید و فروخت میں مصروف تھا'

کسی بات میں گاہک سے تنازعہ ہوگیا، پھر گاہک نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے جسم پر متعدد وار کئے' جس سے وہ گستاخ ہلاک ہوگیا اور کچھ ہی عرصہ بعد اس طرح اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ گستاخ مذکور کی تصدیق اس کے علاقہ کے لوگوں نے کی۔

تصدیق نامہ:

ہم اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ مُسمّی ضیاء الدین ولد مولوی غلام رسول ساکن رنتوئی تحصیل باغ ضلع پونچھ (آزاد کشمیر) نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر موضع باغ خاص میں وہ اشتہارات جن پر کلمہ شریف اور یا رسول اللہ کے متبرک الفاظ تحریر تھے، نیز گنبد خضرا کا فوٹو نقش تھا' پھاڑ پھاڑ کر پاؤں تلے روندے تھے۔ اس کے ساتھ دیو بندی مدرسہ تعلیم القرآن باغ کے طلباء بھی تھے (اس کے بعد سنا کہ اُس بے ادب اور گستاخ رسول کی گذشتہ ایام میں بمقام کراچی صدر بری طرح ہلاکت ہوئی۔ اسی جلسہ کے دوران یہاں کے چند مقامی علماء نے جو دیو بندی مکتب فکر رکھتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع کرنے کی کوشش میں گڑ بڑ مچانا چاہی لیکن مقامی پولیس نے ان کو اس دوران میں اپنی حراست میں رکھا۔

حاجی غلام قادر، صدر دار العلوم جامعہ فرقانیہ غوثیہ

.... باغ ضلع پونچھ

اس کے نیچے مزید سات اشخاص کے دستخط ہیں۔

انتباہ:

بعض شر پسندوں نے ایسے گستاخ کو شہید کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے متعلق کراچی کے مقتدر علماء نے فتویٰ صادر فرمایا۔

الجواب:

باللہ التوفیق جس شخص نے ان اسماء گرامی کی توہین کی ہے، وہ مرتد اور اسلام سے خارج ہے، اس لئے کہ یارسول اللہ کا لفظ کثرت سے احادیث کریمہ میں صحابہ کی زبان سے وارد ہوا ہے اور خود لفظ رسول اللہ قرآن کریم کا لفظ ہے۔

محمد رسول الله ۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ (پ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۰)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔

(پ۲۱ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

واعلموا ان فیکم رسول اللّٰہ (وغیرہا)

ان اب آیتوں میں لفظ رسول اللہ موجود ہے اور پھر اس میں لفظ اللہ اسم جلالت ہے۔ اس کی توہین کفر ہے' کسی مسلمان کو اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔

اعلام بقواطع الاسلام علامہ ابن حجر نے فرمایا:

ومنها ای من المكفرات القاء المصحف فی القاذورات بغير عذر ولا قرينة تدل على عدم الاستهزاء والمراد بها النجاسات مطلقابل والقذر والطاهر۔

یہاں تک کہ فرمایا:

ومن ذالك يعلم ان كل ورقة فيها اسم معظم من اسماء الانبياء والملئكة يكون كذلك۔ نیز ص ۳۰ میں ہے:

ولو القی فتویٰ اعطا ھالہ صاحبہ ففھم و قال ای شی ء ھذا الشرع

وھو ظاھر ان المرا ولا ستخفاف و یحتمل الاطلاق لان قرینۃ و میھا تدل

علی الاستخفاف۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ قرآنِ مجید اور ہر کاغذ جس پر انبیاء اور فرشتوں کے نام ہوں' ان کو بطریق استہزاء گندگی اور ناپاکی میں پھینک دینا ہی استخفاف اور تذلیل پر دلیل ہے تو شخص مذکور کا پاؤں اور جوتے سے اسے روندنا اور لتاڑنا' اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور ایسا شخص یقیناً کافر و مرتد ہے، اور اُسے جو شہید کہے وہ کاذب اور مفتری ہے، اور ساتھ ہی ایسے لوگ بے دین ہیں جو کافر مرتد کی طرفداری کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

جو لوگ شخص مذکور کو شہید کہتے ہیں' ان کی اقتداء قطعاً ناجائز ہے۔ رضا المصطفیٰ خطیب نیو میمن مسجد کراچی' مولانا محمد حسن حقانی' سید شجاعت علی قادری' مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

جواب صحیح ہے، مقتول مرتد تھا۔ اس کو شہید کہنا بے ایمانی ہے، اور اگر اُس کے فعلِ مکروہ کو جائز سمجھ کر شہید کہا تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے۔ مولانا محمد مظفر احمد غفرلہ دارالافتاء القضاء فرید روڈ کراچی۔

یاد رہے کہ یہ فتویٰ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی نے مرتب فرمایا تھا۔

نوٹ: یادر ہے کہ آج دیوبندی وہابی نجدی بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر متعلق امر پر بدعت اور شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں، اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ انہیں منافقین اور مشرکین عرب سے وراثت ملی ہے۔ وہ بھی حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعتی اور مشرک کہہ دیتے اور آپ کے معمولات پر شرک اور بدعت کا فتویٰ جڑ دیتے تھے۔ایک دو حوالے ملاحظہ ہوں۔

بدعت کا اطلاق از کفار بر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

روح البیان جلد ا، ص ۳۰۸ مطبوع استنبول میں ہے کہ مدعائے اوآنست کہ از بت پرستیدن منع کند و بدین وآئین کہ احداث کرد در آورد و تابع خود سازد۔

ترجمہ: اس کا مدعا یہ ہے کہ وہ بت پرستی سے منع کرے اور نیا دین وآئین جو اس کی اپنی طرف سے (بدعت کیا) نکالا ہے، اس کے ذریعے سے تمہیں اپنا تابع بنائے۔

فائدہ: کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بدعت اور بدلالت التزامی آپ کو گویا بدعتی کہا۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر بد مذہب اہلِ حق کو بدعتی کہتا چلا آیا ہے۔

منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرک کہا:

روح البیان پارہ پنجم میں ہے کہ جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو میرے سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ حکم سن کر منافقین نے کہا کہ نبی علیہ السلام مشرک ہو گئے، اس لئے کہ وہ غیر اللہ سے روکتے ہیں اور پھر وہ خود خدا بننے

کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہمیں نصاریٰ کی طرح شرک میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ جیسے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا' ہم انہیں بنالیں۔ اُن کے رد میں آیت شریف اُتری (مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ) (پ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۸۰)

آج نہ سہی تو کل سہی:

دورِ حاضرہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وکمالات کے منکر ڈاکو آپ کے کمال کو شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں' حالانکہ سابقہ زمانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شان وکمال کے خلاف معمولی سے بات پر زبان گدی سے نکال کر رکھ دی جاتی اور اس پر قہر و غضب برس جاتا' فتاویٰ کی بھرمار ہو جاتی۔ چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام ابوبکر بن منذر فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ عَوَامُ اَھْلِ الْعِلْمِ علی اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقْتَلُ وممن قَالَ ذَالِكَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ وَّاللَّیْثُ وَاَحْمَدُ وَ اِسْحَاقُ وَھُوَ مَذْھَبُ الشَّافِعِیّ قَالَ الْقَاضِیْ اَبُوالْفَضْلِ وَھُوَ مُقْتَضٰی قَوْلِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ عِنْدَ ھٰؤُلَآءِ۔

(شفاء شریف جلد ۲، ص ۲۱۵، ردالمختار، شامی جلد ۳، ص ۳۱۸، تنبیہ الولاۃ جلد ۱، ص ۳۱۶

کلاھما للعلامہ شامی مواھب مع الزرقانی جلد ۵، ص ۳۱۸، الصارم المسلول لابن تیمیہ ص ۳)

ترجمہ: جمہور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

گالی دے اسے قتل کر دیا جائے۔ من جملہ ان اہل علم کے امام مالک ابن انس لیث 'احمد بن حنبل اور اسحاق ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی ابوالفضل فرماتے ہیں کہ یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی ہے جو احادیث اور آثار وسنن کے ضمن میں درج ہو چکا ہے۔

۲۔ امام محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءِ اِنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَنَقِّصُ لَهٗ کَافِرٌ وَالْوَعِیْدُ جَارٍ عَلَیْهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ لَهٗ وَحُکْمُهٗ عِنْدَ الْاُمَّةِ الْقَتْلِ وَمَنْ شَكَّ فِیْ کُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ کَفَرَ۔

(شرح شفاء للقاری جلد۲، ص ۳۹۳، واکفار الملحدین للکاشمیری ص ۵۱، الصارم المسلول ص ۴)

تمام علماء کا اس امر پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی شان اقدس میں نقص نکالنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے۔ تمام اُمت کے نزدیک اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ جو شخص ایسے ذلیل اور غائب و خاسر کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

فائدہ:

گالی (سب) فقہ کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور بے ادبی مراد ہوتی ہے۔ ابن تیمیہ کا فیصلہ ہے کہ بے ادب و گستاخ کے کفر میں شک کرنے والا کافر اور بے ایمان ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

اَیُّمَا رَجُلٍ مُّسْلِمٍ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ کَذَّبَہٗ اَوْ عَابَہٗ اَوْ تَنَقَّصَہٗ فَقَدْ کَفَرَ بِاللّٰہِ وَ بَانَتْ مِنْہُ امْرَاَتُہٗ فان تاب والاقتل

(حوالہ جات مذکور بالا کتب)

جو مسلمان شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے، آپ کی تکذیب کرے، عیب لگائے یا نقص نکالنے کی سعی ناپاک کرے تو وہ کافر ہو گیا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو گئی۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ اُس کو قتل کر دیا جائے۔

(مزید حوالا جات و تحقیق و تفصیل "بے ادب بے نصیب" کتاب میں پڑھئے)

توہینِ شرع پر اندھا ہو گیا:

جس وقت علامہ تاش کبری زادہ نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث پاک کہ علماء دین کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی اور ان کا جسم سلامت رہتا ہے، دیکھی تو شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ہمارے اُستاد بڑے جید عالم تھے۔ لہٰذا اُن کی قبر کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ اُن کا جسم کس حال میں ہے۔ یہ وسوسہ اُن پر ایسا غالب ہوا کہ ایک رات میں جا کر قبر کھول ڈالی اور دیکھا کہ کفن بھی میلا نہ ہوا تھا جب یہ منظر دیکھ چکے تو قبر سے آواز آئی:

"کہ دیکھ چکا، اللہ تجھے اندھا کرے"۔

اُسی وقت علامہ تاش کی دونوں آنکھیں بہہ گئیں۔

(الملفوظ حصہ چہارم ص ۲۷)

فوائد:

۱۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر بلا چون و چرا ایمان لے آنا چاہیئے اور امتحان لینے کے درپے نہ ہونا چاہیئے۔

۲۔ علمائے اسلام (اہلسنت) کے اجسام مبارکہ کو بھی مٹی نہیں کھاتی۔

۳۔ محبوبان خدا قبور میں زندہ ہیں اور انہیں دنیا والوں کے اعمال کا بھی علم ہے یہاں تک کہ دل کے وسوسات وخطرات کا بھی۔

۴۔ تصرف کی بھی انہیں اجازت ہے، اسی لئے تو تاش کبری کو صاحب مزار نے فرمایا کہ ''دیکھ چکا اللہ تجھے اندھا کرے'' اس پر تاش اندھا ہو گیا۔

شریعت کی بے ادبی کی سزا:

جب حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحصیلِ علمِ حدیث سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ بعد چند روز ایک رات خواب میں زیارت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مشرف ہوئے۔ حکم ہوا، اے عبدالحق! تو اب ہندوستان میں جا کر علمِ حدیث کو جاری کر اور لوگوں کو ہدایت کر مگر فقرائے ہند سے ملتے رہنا۔

عرض کیا یا رسول اللہ! آستانہ عالیہ چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، بغیر حضوری زندگی ناممکن ہے' حکم ہوا تم رات کو مراقبہ میں ہماری لو لگایا کرو' ہمارے حضور میں حاضر ہوا کرو گے۔

جب بیدار ہوئے ہندوستان روانہ ہوئے' جہاں کسی فقیر کو دیکھتے سنتے' اُس سے بموجب ارشاد عالی ملاقات کرتے' ایک مقام پر ایک فقیر کی ملاقات کو گئے، دیکھا وہ شراب پیتا ہے۔ جب اُس نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا: مولوی تو بھی پی لے۔ آپ نے لاحول پڑھ کر فرمایا۔ اس ناپاک چیز کو ایک تو تو خود پیتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو پلاتا ہے۔ تب وہ فقیر کہنے لگا بچہ یہ نعمت ہے، اگر نہیں پیئے گا تو حضور کے دربار میں نہ جانے پائے گا۔ آپ نے فرمایا اس کو کوئی مسلمان کیونکر پیئے گا۔ یہ فرمایا اور ناراض ہو کر چلے آئے' شب کو جو مراقب ہوئے، دیکھا کہ وہی فقیر آستانہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لٹھ لئے کھڑا ہے۔ آپ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جب تک تو میرے ہاتھ سے شراب کا ایک پیالہ نہیں پیئے گا' دربارِ حضور میں نہ جانے دوں گا۔ اسی طرح تین روز تک اُس بے شرع نے آپ کو پریشان رکھا اور دربار میں نہ جانے دیا۔ چوتھے روز مولوی صاحب نے پکار کر عرض کیا' یارسول اللہ! فقیر حضور میں حاضر نہیں ہونے دیتا تو فوراً حضور نے حضار سے فرمایا دیکھو دروازہ پر عبدالحق ہے، بلا لو۔ چنانچہ آپ حاضر کئے گئے اور حضرت نے پوچھا تم تین روز سے کہاں تھے۔ آپ نے تمام قصہ اُس فقیر کا سنایا۔ حضور نے فرمایا: اس ملعون کو حاضر کرو۔ جب وہ حاضر کیا گیا، حضور نے نہایت غیظ و غضب میں فرمایا ''اخرج یا کلب' اے کتے تو ہمارے دربار سے نکل جا۔ فوراً وہ دربار سے نکالا گیا۔ شاہ صاحب نہایت خوش ہوئے' صبح کو اس کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ اس کے تمام مرید حاضر ہیں اور اس کتے کا پتہ نہیں۔ جب لوگوں سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ اُن کا لوگوں کو بہت دیر سے انتظار ہے مگر وہ غیر موجود ہے۔

تب شاہ صاحب نے پوچھا تم نے اس کے حجرے سے کسی کو نکلتے دیکھا۔ سب نے کہا کہ ہاں اس کے حجرے سے ایک کتا نکل کر گیا ہے۔ اس کے مریدوں نے شراب سے توبہ کی۔ (تذکرہ غوثیہ، شاہ غوث علی)

فوائد:

آج کل لوگوں نے بے عمل اور بدعمل پیروں کو ولی اللہ سمجھ رکھا ہے، صرف اس بناء پر کہ یہ پیر کی اولاد ہے یا فلاں درگاہ کا سجادہ نشین ہے۔ یہ غلط ہے اور قیامت میں ایسے پیر و مرید دونوں کو گرفت ہو گی کیونکہ اُس وقت تک پیرِ کامل ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک صفات محمدی حاصل نہ ہوں، اور وہ اتباعِ افعال و اقوال محمدی اور قدم بقدم چلنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ بغیر اتباع و اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ریاضت و طاعت باطل و بیکار ہے اور تمام طاعات کی اصل اور سب ریاضات کی جڑ طاعت و فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (پ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۸۰)

جس نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔ اور جب اس کو رفع کیا گیا تو وہی نتیجہ بالانکل آیا کہ جس نے حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی اگر چہ تمام عمر ریاضت و طاعت میں بسر کی ہو کہ تمام طاعات و ریاضات کا دارو مدار اتباعِ محمدی پر موقوف ہے۔ (تذکرہ)

۲۔ کبھی ریاضات و طاعات سے انسان ترقی کر جاتا ہے لیکن ولایت تب نصیب ہوتی ہے جب اتباع حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔

۳۔ خلاف شرع پیروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں جیسا کہ اس خلاف شرع کو دربار سے کتا کہہ کر نکال دیا۔

۴۔ استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ دیکھئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے شریعت پر استقامت دکھائی، قرب حضوری بھی ملا اور دشمن نے بھی سزا پائی۔

کنعان کا انجام:

مروی ہے کہ اس نے پہاڑ کی بلندی پر ایک اونچا قبہ بنایا' جو اس قدر مضبوط تھا کہ اس میں ہوا کا گزر بھی مشکل تھا۔ پیشاب نے تنگ کیا تو اسی قبہ کے اندر پیشاب کر دیا۔ وہ پیشاب بجائے باہر نکلنے کے وہیں پر بڑھنے لگا۔ پیشاب اس قدر بڑھا کہ کنعان اپنے اسی پیشاب میں غرق ہو گیا اور دیگر کفار طوفان کی موج میں۔

(روح البیان)

سامری کا انجام:

سامری موسیٰ علیہ السلام کا بے ادب اور گستاخ تھا' اس کی سزا صاحب رفع البیان یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

مروی ہے کہ سامری جس مرد یا عورت کو ہاتھ لگا تو وہ خود بھی اور جسے ہاتھ

لگا تا وہ بھی دونوں بخار کا شکار ہو جاتے۔اسی لئے وہ لوگوں کے ہاتھ لگانے سے بچتا تھا اور لوگ اُس سے۔اور وہ زور زور سے چیختا پھرتا تھا۔''لامساس''۔لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بولنا اُٹھنا بیٹھنا اور بیع وشرا اور دیگر معاملات سے محروم ہو گیا۔دور جنگلوں میں جانوروں، وحشیوں میں زندگی بسر کرتا تھا۔

محبوبانِ خدا کے ادب واحترام میں نجات:

اس مضمون کو یہاں ختم کر کے،مزید بیانات کتاب ''بےادب بےنصیب'' کے مطالعہ کیلئے چھوڑ کر، چند ادب واحترام کی باتیں عرض کر دوں۔ممکن ہے کسی خوش نصیب کو فقیر کی باتیں پسند آجائیں اور وہ محبوبانِ خدا کے ادب واحترام کی دولت سے نوازا جائے تو اس کا بیڑا بھی پار اور میرا بھی۔

اِرشادِ خداوندی:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔(پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر۲)

اے ایمان والو! خبردار اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچا مت کرو، ورنہ تمہارے تمام نیک اعمال اکارت جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہونے پائے گی۔

ف: صرف اونچی آواز پر ایسی سخت وعید کہ جس سے نجات کی اُمید بھی ختم۔اس کی تفصیل فقیر کی کتاب ''باادب بانصیب'' میں ہے۔

اِرشادِ نبوی:

ابن عساکر نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بال ہاتھ میں پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جس نے میری ایک بال کی بھی بے ادبی کی تو جنت اس پر حرام ہے۔

نبی کی شان اللہ جانے یا اصحابی:

ایک صحابی تھے' ثابت بن قیس، جن کی قدرتی طور پر آواز اُونچی تھی۔ وہ ڈر کے مارے گھر میں بند ہو کر بیٹھ رہے۔ مبادا دربار رسول میں کہیں آواز بلند نہ ہو جائے اور مسلمانوں کی جماعت سے نام ہی خارج ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے اس صحابی کو بلوا کر اس کا ڈر دور کیا کہ اس صورت میں قدرتی مجبوری ہے کہ تمہاری آواز بلند ہے' خدا تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے اور بلا وجہ پکڑ نہیں کرتا۔

حدیثِ رسول کا ادب:

محدِّث حافظ عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) جب حدیث پڑھتے تو سننے والوں اور دیگر حاضرین مجلس کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ آیت شریف لَا تَـرْفَـعُـوا...... کا مطلب یہ بھی ہے کہ حدیث شریف کی قرأت کے وقت سکوت اختیار کیا جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات شریف میں آپ کے قول مبارکہ کے سنتے وقت واجب تھا۔ حدیث کا ادب از صحابہ و تابعین اور علمائے محدثین و فقہاء مفسرین رضی اللہ عنہم کے تفصیلی واقعات فقیر کی کتاب ''باادب بانصیب'' میں پڑھیے۔

عقیدت کی جان:

حضرت سہیل تستری فرماتے ہیں جو شخص ہر حال میں حضور نبی کریم ﷺ کو اپنا ولی اور مالک نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ہی ملک نہ سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔

امام المومنین کا ادب:

حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد کی بات ہے کہ جب کبھی مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں میخ وغیرہ ٹھونکی جاتی تو اس کی آواز سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوراً کہلا بھیجتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔

(شفاء السقام ص ۱۷۳، زرقانی ج ۸ ص ۳۰۴، مواہب وغیرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادب:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے گھر کے دونوں کواڑ مدینہ منورہ سے باہر مناصع کے مقام پر تیار کروائے، تاکہ ان پر کام کرنے سے اوزاروں کی آواز مسجد نبوی میں نہ جائے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے۔

(وفاء الوفاء، شفاء السقام ص ۱۷۳ مصر)

علمائے ربانی کا فرمان:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''شفا شریف'' میں فرماتے ہیں: وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے' ان کی تعظیم وتکریم کرنا' حرمین شریفین میں

آپ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا، اور آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوا' یا آپ کے نام مبارک سے پکاری جاتی ہوں' ان سب کا اکرام کرنا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم وتکریم میں شامل ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیاری ادا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کے بال کاٹ رہا تھا اور صحابہ کرام گرداگرد حلقہ باندھے تمنا کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آجائے۔ (رواہ مسلم)

وضو کا پانی اور صحابہ کا عشق:

جب آپ وضو فرماتے تھے تو آپ کے صحابہ پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور تبرکاً اُٹھالیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ شیشی میں لے لیا جاتا تھا۔ حضرت انس بن مالک کی وصیت کے مطابق وہ کافور وصندل جو مردوں کو لگایا جاتا ہے اور جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا تھا' آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم پر ملا گیا۔

(رواہ البخاری)

سیف اللہ خالد کا عقیدہ:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور کے موئے مبارک تھے۔ وہ ٹوپی کسی جنگ میں گر گئی تو انہوں نے مڑ کر سخت حملہ کیا اور خاصے جانی نقصان کے بعد دوبارہ وہ ٹوپی حاصل کر لی۔ ان کا یقین تھا کہ ان بالوں کی برکت سے انہیں جنگوں میں فتح حاصل ہوتی ہے۔ (فتوحات واقدی)

فائدہ:

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات اسلامیہ ضرب المثل ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ فتوحات میرا ذاتی کارنامہ نہیں بلکہ یہ تمام برکتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی ہیں۔

شفائے امراض:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونی جبہ کسروانی جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسماء نے لے لیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے، ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

عقیدت ہو تو ایسی ہو:

حضرت کعب بن زہیر ایمان لائے تو انہوں نے ایک قصیدہ "بانت سعاد" پڑھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں ڈھانک دیا۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس چادر کو خلفاء عیدین میں اوڑھتے رہے۔

تیری بیٹھک پہ قربان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ منبر منیف میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا اور پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر مل لیا۔ (شفاء شریف' طبقات ابن سعد)

تیرا لحاف پیارا:

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک صحابی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ منگوا بھیجا جب آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس سے اپنے چہرے کو ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر للبخاری)

فائدہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو تمام مذاہب عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ روافض بھی آپ کے عدل و انصاف اور پابندی شرع کے قائل ہیں۔ وہابی دیوبندی آپ کو مجدد مانتے ہیں۔

چارپائی کی قیمت:

ساگوان کے درخت سے ایک چارپائی بنوائی گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر سویا کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات شریف ہوئی تو آپکو اُسی چارپائی پر رکھا گیا۔ پھر بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی وفات پانے پر اس پر رکھا گیا۔ بعدازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے پر اس پر رکھا گیا۔ بعدازاں لوگ اپنے

فوت ہونے والوں کو بطور تبرک اسی پر رکھا کرتے تھے۔ عہد بنو اُمیہ میں یہ چار پائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چھوڑے ہوئے مال میں سے فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خرید لیا۔

ف: یہ تھی اسلاف رحمہم اللہ کی عقیدت اب فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ عقیدہ صحابیوں والا چاہیئے یا وہابیوں والا۔ (اختیار بدست مختار)

پرائیویٹ سیکرٹری:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا سیکرٹری حاضر ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تیرا باپ کافر تھا، اسی لئے تو میرے کام کا نہیں۔ اس نے کہا: کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ کافر نہ تھا۔ (معاذ اللہ) آپ نے اسے نوکری سے علیحدہ کر دیا اور آرڈر جاری کر دیا کہ اسے کسی بھی محکمے میں ملازمت نہیں ملنی چاہیئے، اس لئے کہ اس نے حضور علیہ السلام کی بے ادبی و گستاخی کی ہے۔

فائدہ:

اس سے بے ادبی تو ہوئی مگر ارادہ نہ تھا اس کے باوجود عمر ثانی نے عذر قبول نہ کیا۔

منشی معزول:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے سلیمان بن سعد نے (جو آپ کا منشی تھا) نے کہا کہ حضرت کے والدین کافر تھے۔ عمر بن عبدالعزیز بہت غضبناک ہوئے اور اسے موقوف کر دیا۔ (ارشاد ص۳)

فائدہ:

بتائیے حضرت عمر بن عبدالعزیز منشی پر غضبناک ہوئے تو نوکری سے علیحدہ کر دیا۔ اگرچہ وہ بہت بڑے عہدہ پر فائز تھا۔ اگر کل قیامت میں اللہ نے گستاخان نبوت و ولایت کو جمیع مراتب ایمانی سے فارغ کر کے جہنم میں بھیج دیا تو پھر کیا کرو گے۔ اسی لئے یہاں دنیا میں ہی اس مسئلہ کے متعلق سوچ بچار کر لیجئے۔ اگر دماغ میں اثباتی دلائل نہیں سما سکتے تو کم از کم کف لسان کیجئے، ورنہ زبان درازی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف والدین بلکہ جمیع آباء تا آدم علیہ السلام اور جملہ امہات تا حوا اہلِ ایمان بلکہ اُن میں بعض انبیاء، بعض اولیاء، ورنہ کم از کم مومن ضرور تھے۔ اس کی تفصیل فقیر کی کتاب ''ابوین مصطفٰے'' میں پڑھیں۔

گستاخانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مشاجراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم)

بسم الله الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مقدمہ:

آج کل بعض لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات (اختلافات) کو اپنے اُوپر قیاس کر کے اُن پر بدگمانی یا طعن و تشنیع کر کے اپنا انجام خراب کرتے ہیں۔ فقیر ان سطور میں ان کے مشاجرات کی حقیقت اور ان پر بدگمانی کے اسباب کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کسی خوش قسمت کو فقیر کی بات سمجھ آ جائے تو اس کی شقاوت، سعادت سے بدل جائے۔ ورنہ اس کی صحابہ کرام پر طعن و تشنیع یا بدگوئی نہ صحابہ کرام کے مراتب میں کمی کرے گی' اور نہ ان کا کچھ بگڑے گا۔ انجام برباد ہوگا تو اس کا جس نے ان کو برا بھلا کہا یا اُن سے بدگمان ہوا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ

آیتِ قرآن:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔

(پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر ۹)

ترجمہ: اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروا دیا کرو، پھر بھی کوئی ان میں سے دوسرے گروہ کے خلاف بغاوت کرے تو جس نے بغاوت کی

ہواس کے خلاف لڑتے رہوتا آنکہ وہ خدا کے حکم کے سامنے جھک جائے' جب وہ جھک جائے تو انصاف کے ساتھ ان کے مابین صلح کرادو۔ اللہ تعالیٰ بے لاگ رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ف: اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں مثلاً حضرت بی بی عائشہ اور حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جنگ ہوئی۔ اس وقت صحابہ کرام کے تین گروہ ہو گئے۔ پہلا گروہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' یہ حضرات ان سے خلافت کی بیعت کر چکے تھے اور انہیں مفترض الطاعہ جانتے تھے۔ ان میں بنو ہاشم تھے' سوائے سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ اور بعض انصار مثلاً سیدنا قیس بن سعد، سیدنا جابر بن عبداللہ اور بعض مہاجر مثلاً سیدنا عمار و سیدنا مقداد وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان حضرات کے نزدیک سیدنا امیر معاویہ باغی تھے اور ان سے قتال واجب تھا۔

دوسرا گروہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا' ان میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند سیدنا عبداللہ تھے۔ نیز حضرت ابوالاعور ذکوانی' حضرت عبداللہ بن کریز' حضرت عبدالرحمٰن بن سحرہ اور رافع بن خدیج انصاری (وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غیر آئینی تھی کیونکہ اُسے قاتلانِ عثمان نے برپا کیا تھا اور وہی حضرت علی کی حکومت کے کرتا دھرتا بنے ہوئے تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ گروہ باغیوں کا تھا' جنہوں نے اُمت کے متفق علیہ امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول ترین خلیفہ کے خلاف غدر کر کے آپ کو ظلماً شہید کیا اور اُمت میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھلا' لہٰذا اُن سے قتال واجب

تھا اور اُمت کی خیر خواہی اسی میں تھی کہ ان کا قلع قمع کر دیا جائے پھر خلافت کا معاملہ طے ہو۔ یہی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف تھا۔

۳۔ ان کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جمِ غفیر تھا جو اس خانہ جنگی میں حصہ لینے پر کسی طرح تیار نہ ہوا۔ ان میں زیادہ تر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زیر نگیں علاقے میں تھے' انہوں نے آپ سے خلافت کی بیعت نہیں کی تھی لیکن بالفعل حاکم آپ ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ ان کا موقف تھا کہ خوش اسلوبی کے ساتھ اجماع کے ذریعہ اس بیعت کی تکمیل ہونی چاہیے۔ یہ سب حضرات اس پر بھی متفق تھے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیا جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی بھی تائید میں تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ جنگ بند ہو اور پُر امن ماحول میں جماعت ان مسائل کا خاطر خواہ فیصلہ کرے۔ گویا ان حضرات کے نزدیک دونوں بزرگوار حق پر تھے۔ دونوں کا موقف صحیح تھا لیکن تلوار اُٹھا کر دونوں نے غلط طریقہ کار اختیار کیا۔

جنگِ صفین میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قرآنِ مجید بلند کیا گیا تو فریقین نے جنگ بند کر دی اور ثالثی نامہ ہو گیا۔ ثالثوں نے بھی وہی فیصلہ کیا جو غیر جانب دار طبقہ شروع سے کہتا چلا آ رہا تھا کہ صحابہ کرام کے عام اجتماع میں یہ مسئلہ طے کیا جائے۔ اس اجلاس میں کوئی غیر صحابی شریک نہ ہو۔ چنانچہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ثالثوں کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ:

''معاملہ ان لوگوں کے سپرد کر دیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

راضی ہو گئے"۔(العواصم من القواصم مولفہ امام ابوبکر بن العربی ص ۱۷۸، طبع مصر)

خارجیوں کی شرارت:

یہ اجتماع ابھی نہیں ہوا تھا کہ ایک خارجی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کر دیا اور پھر عراقیوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا' جنہوں نے بغیر کسی قسم کی جنگ کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے بیعت کر لی۔
(صحیح بخاری، کتاب الصلح)

اس صلح نامے میں منجملہ دوسری شرطوں کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑے تھے، ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ چنانچہ ایسی کارروائی نہیں کی گئی اور سب مسلمان شیر وشکر ہو گئے مگر قاتلانِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چن چن کر قتل کیا گیا اور اس پر کسی طرف سے احتجاج نہیں ہوا، کیونکہ یہ تمام صحابہ کی عین مرضی تھی۔

حضرت علی و معاویہ شیر وشکر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ اُنہیں اعتراض تھا کہ اپنی شخصیت کی بناء پر ان کی حیثیت اپنے پیش رو خلفاء ہی کی تھی لیکن قاتلانِ حضرت عثمان کی معیت نے ان کی وہ شخصیت نہ رہنے دی۔ وہ فرماتے ہیں جیسا کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے لکھا ہے:

اَمَّا بَعْدُ فَلَعُمْرِیْ لَوْبَايَعبكَ   اپنی جان کی قسم ہے، اگر جن لوگوں نے

اَلْقَوْمَ الَّذِيْنَ بَايَعُوكَ وَاَنْتَ	آپ سے بیعت کی ہے انہوں نے اس
بَرِئٌ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ كُنْتَ كَابِيْ	حال میں یہ بیعت کی ہوتی تو آپ پر خون
بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ	عثمان کا الزام نہ ہوتا تو آپ کی حیثیت
	وہی ہوتی جو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی تھی۔

ف: ان دونوں متحارب فریقوں کے مابین امیر المومنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ دونوں حق پر تھے اور ان کی جنگیں اجتہادی غلطی کے سبب برپا ہوئیں۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ كَانَ الصَّوَابُ	اور ان میں (یعنی علماء اُمت میں) وہ ہیں
اَنْ لَّا يَكُوْنَ قِتَالٌ وَ كَانَ تَرْكُ	جو کہتے ہیں، بہتر یہ تھا کہ جنگ نہ ہو اور
الْقِتَالِ خَيْرًا فَلَيْسَ فِي الْاِقْتِتَالِ	مناسب تھا کہ لڑائی سے باز رہتے کیونکہ
صَوَابٌ وَلٰكِنْ عَلِيٌّ كَانَ اَقْرَبُ	لڑائی میں کوئی بھلائی نہیں لیکن حضرت معاویہ
اِلَى الْحَقِّ مِنْ مُّعَاوِيَةَ وَالْقِتَالُ قِتَالٌ	کے مقابلے میں حضرت علی حق کے زیادہ قریب
فِتْنَةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ وَلَا مُسْتَحَبٌّ	تھے اور جو لڑائی ہوئی وہ فتنہ کی بات تھی،
وَكَانَ تَرْكُ الْقِتَالِ خَيْرًا الطَّائِفِيْنَ	جو نہ واجب ہے اور نہ مستحب بلکہ دونوں
مَعَ اَنَّ عَلِيًّا كَانَ اَوْلٰى بِالْحَقِّ	کیلئے بہتر تھا کہ جنگ نہ کریں اگرچہ حق حضرت علی
هٰذَا قَوْلُ اَحْمَدَ وَ اَكْثَرُ اَهْلِ	کے زیادہ قریب تھا۔ یہ ہے قول امام احمد کا
الْحَدِيْثِ اَكْثَرُ اَئِمَّةِ الْفُقَهَاءِ وَهُوَ	اور اکثر محدثین اور اکثر آئمہ فقہاء کا اور

قَوْلُ اَکَابِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانٍ وَھُوَ قَوْلُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَکَانَ یَنْھٰی عَنْ بَیْعِ السِّلَاحِ ذٰلِکَ الْقِتَالُ وَیَقُوْلُ ھُوَ بَیْعُ السِّلَاحِ فِی الْفِتْنَةِ وَھُوَ قَوْلُ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ وَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَةَ وَابْنُ عُمَرَ وَ سعد بن ابی وقاص وَاَکْثَرُ مَنْ بَقٰی مِنَ السَّابِقِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ

یہی قول ہے اکابر صحابہ کا اور یہی قول ہے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا۔ وہ اس جنگ میں ہتھیاروں کی خرید و فروخت سے روکتے تھے اور فرمایا کرتے تھے یہ بیع فتنہ انگیز ہوگی۔ اور یہی قول ہے حضرت اسامۃ بن زید کا، محمد بن مسلمہ کا، ابن عمر کا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا اور اکثر ان حضرات کا جو قدیم مہاجرین و انصار میں سے اس وقت موجود تھے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ (منہاج السنۃ ص ۲۲۰، ۲۱۹، جلد ۲)

دونوں گروہ برحق:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جمِ غفیر کا یہ مؤقف ہو نہیں سکتا تھا اگر وہ دونوں کو حق پر نہ سمجھتے، اسی لئے انہوں نے ان کے مابین فریق بننے سے گریز کیا اور چاہا کہ جنگ کی بجائے باہم گفت و شنید کے ذریعہ تصفیہ کریں۔ اگر انہوں نے ایک فریق کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر جانا ہوتا تو حسب فرمانِ الٰہی ان کا فرض تھا کہ باغی فرقے سے قتال کریں۔ اس قتال سے احتراز ایسی کھلی ہوئی اور عملی دلیل ہے کہ ہر صاحب ایمان و انصاف اسے تسلیم کرے گا، کیونکہ یہ موقف اُن ہم عصر حضرات کا تھا جو ہر چیز کے عینی گواہ تھے۔ بعد کے جانبدار مؤرخ اور فتنہ پرداز راویوں کے مقابلے

میں ہم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ان گواہوں کے موقف ہی کو صحیح سمجھنے پر مجبور ہیں کہ مستحق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی درست تھا۔

انتباہ:

مسعودی جیسے افتراء پرداز اور فتنہ انگیز مؤرخوں نے یہ فضاء قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ ثالثوں کے فیصلے کے نتیجہ میں جب جنگ بند ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر نگیں علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے' جس کے نتیجے میں یمن وحجاز وغیرہ علاقوں میں زبردستی انہوں نے اپنی بیعت لے لی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے (مروج الذہب جلد۲، ص ۴۲۱)

وَلَمْ یَکُنْ بَیْنَ عَلِیٍّ وَ مُعَاوِیَةَ مِنَ الْحَرْبِ اِلَّا مَا وَصَفْنَا بِصَفِّیْنِ وَکَانَ مُعَاوِیَةُ فِی بَقِیَّةِ اَیَامِ عَلِیٍّ یُبْعَثُ سَوَایَا تُغِیْرُ وَ کَذٰلِکَ عَلِیٌّ کَانَ یُبْعَثُ مَنْ یَمْنَعُ سِرَایَا مُعَاوِیَةَ مِنْ اَذِیَةِ النَّاسِ۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوئی، سوائے صفین کے جس کا حال ہم بیان کر چکے۔ حضرت البتہ علی کے باقی دنوں میں حضرت معاویہ اپنی فوجیں غارت گری کیلئے بھیجا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت علی بھی اپنی فوجیں بھیج دیا کرتے تھے تا کہ حضرت معاویہ کے لشکروں کے ہاتھوں لوگوں کو اذیت نہ پہنچے

لیکن نہ خود اس شخص نے اور نہ کسی دُوسرے مؤرخ نے کوئی ایسا واقعہ لکھا' جس سے دونوں کی فوجوں کا تصادم ثابت ہوتا ہو۔ سیدنا بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غارت گری کے خیالی واقعات تو لکھے ہیں لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج

سے تصادم کا ایک واقعہ بھی نہیں لکھا۔

صورتحال یہ تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زیر نگیں علاقوں میں نظم و نسق اطمینان بخش نہ تھا اور فتنہ پرداز لوگ طرح طرح کے فتنے اٹھاتے رہتے تھے۔ خود مسعودی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول لکھتا ہے: (مروج الذہب جلد ۲، ص ۴۱۴)

وَقَدْ زَعَمَتْ قُرَيْشٌ اَنَّ ابنَ اَبِیْ طَالِبٍ شُجَاعٌ وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهٗ بَالْحُرُوْبِ تَرِبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَهَلْ فِيْهِمْ اَشَدُّ مَرَاسًا لَهَا مِنِّیْ لَقَدْ نَهَضْتُ فِيْهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِيْنَ وَهَا اَنَاذَا قَدْ ذَرَّيْتُ عَلٰی نَيْفٍ وَسِتِّيْنَ وَلَا لٰكِنْ لَارَأْیَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ۔ (مروج الذہب جلد ۲، ص ۴۱۴)	قریش کا گمان ہے کہ ابو طالب کا بیٹا بہادر تو ہے لیکن فنون جنگ سے واقف نہیں۔ خاک پڑے ان کے ہاتھوں پر ان میں کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ اس کا ماہر ہو، میں نے تو لڑنا اس وقت شروع کیا جب میں بیس برس کا بھی نہ تھا اور اب میں ساٹھ برس کی لپیٹ میں ہوں، لیکن اس کی رائے کیا جس کی اطاعت نہ کی جائے۔

اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

عَنْ زُبَيْرِ بْنِ الْاَرْقَمِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِیٌّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ نُبِّئْتُ اَنَّ بُسْرًا قَدْ طَلَعَ الْيَمَنَ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَحْسِبُ اَنَّ هٰؤُلَاءِ سَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْكُمْ۔ وَمَا يَظْهَرُوْنَ عَلَيْكُمْ اِلَّا	زبیر بن ارقم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ایک جمعہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ بسر رضی اللہ عنہ اب یمن میں آ گئے اور میں بخدا یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے اور یہ غالب

بِعِصْيَانِكُمْ اِمَامِكُمْ وَطَاعَتِهِمْ اِمَامِهِمْ وَبُخْتَانَتِكُمْ وَاَفْسَادِكُمْ فِيْ اَرْضِكُمْ وَاِصْلَاحِهِمْ۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۰، العواصم ص ۱۸۳)	محض اس لئے کہ تم اپنے امام کے بے فرمان ہو اور وہ اپنے امام کے مطیع ہیں، تم خیانت کرتے ہو اور وہ امانت دار ہیں، تم اپنی زمین میں فساد کرتے ہو اور وہ اصلاح کرتے ہیں۔

یہ صورت حال تھی جس کے سبب یمن وحجاز وغیرہ علاقوں کے وفود سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استدعاء کی کہ مصر کی طرح ان علاقوں کو بھی آپ اپنی نگرانی میں لے لیں۔ چنانچہ بغیر کسی ادنیٰ فوجی تصادم کے یہ سب علاقے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت چلے گئے اور بہت تھوڑا رقبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہ گیا لیکن یہ فتوحات نہیں تھیں بلکہ ثالثی نامے کے تحت طرفین کو یہ حق دیا گیا تھا کہ کامل امن وامان کے ساتھ طرفین کے آدمی ایک دوسرے کے علاقے میں آئیں جائیں اور دونوں فریق اپنے اپنے حق میں رائے عامہ درست کریں۔ چنانچہ دونوں کے نمائندے جاتے تھے مگر نتیجہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نکلتا تھا۔ سیدنا بُسر رضی اللہ عنہ دمشق سے یمن گئے وہاں سے مدینہ طیبہ آئے پھر مکہ معظمہ گئے اور پھر وہاں سے دمشق کو واپس ہو گئے۔ ان علاقوں کے باشندوں نے خوش دلی کے ساتھ آپ کی پذیرائی کی اور عالم اسلام کے امن عامہ میں قطعاً کوئی اختلاف کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

ازالہ وہم:

لوگوں نے یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ خیال قائم کیا ہے کہ ان علاقوں میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اس تصور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انتہائی بے حرمتی ہے، جن حضرات نے ایک آئینی سقم کی بناء پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی، وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیونکر بیعت کر سکتے تھے اور نہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس درجہ سیاست سے نابلد تھے کہ ثالثی نامے کی خلاف ورزی کر کے اپنا موقف کمزور بنالیں۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی کا راز ہی یہ ہے کہ آپ نے کوئی تخریبی قدم نہیں اُٹھایا۔ اسی لئے رائے عامہ آپ کی طرف ڈھلتی چلی گئی۔

ایک بہتان کا ازالہ:

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا بُسر رضی اللہ عنہ کی تعدی اور اہل مدینہ کی جبری بیعت کا بیان سبائیہ کے مفتریات میں سے ہے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا اور نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے ان علاقوں میں ہرگز اپنی خلافت کی بیعت نہیں لی اور نہ لے سکتے تھے۔ اگر ایسا کرتے تو اس غیر جانب دار طبقے کی تمام ہمدردیاں کھو دیتے جو ان کے مطالبے کو صحیح جاننے کے سبب ان سے قتال پر تیار نہیں ہوا اور اسی طبقے کی کوشش سے فریقین کے مابین جنگ بند ہوئی۔ معمولی عقل کی بات ہے کہ اگر استحقاق خلافت کا سوال ہوتا تو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح نہیں دے سکتے تھے اور نہ انہوں نے دی۔

نزاع خلافت کے بارے میں نہیں تھا' نزاع تھا قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور یہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' جن کے سبب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی آئینی حیثیت زیر بحث آئی۔ اس وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کوئی سوال نہ تھا اور اگر ہوتا تو اُسے تسلیم کون کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جبر کے سامنے سر جھکانے والے نہ تھے۔ وہ اس اُمت کے پیش رو تھے جو بے سروسامانی کے باوجود جبر کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ ان کے مشاجرات اور جھگڑے مبنی پر مصلحات تھے اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی بات سمجھ نہ آئے تو خوارج وروافض اور مودودی کی طرح بدگمانی کے بجائے نیک مقصد پر محمول کریں ورنہ مارے جاؤ گے۔

شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بغض کا عذاب:

ابن ابی الدنیا نے بسند عبدالملک بن عمیر اور ابی الخصیب بشیر سے روایت کیا ہے کہ میں مدائن میں تھا ایک میت پر داخل ہوا اس کے پیٹ پر ایک کچی اینٹ دھری تھی ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک وہ اچھلا اور اس کے پیٹ پر سے وہ اینٹ گر گئی۔ اور وہ ہائے ہائے اور شور پکارنے لگا۔ جب اس کے اصحاب نے یہ دیکھا تو وہ اس سے ہٹ گئے تو میں اس کے نزدیک ہوا اور میں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے؟۔ تو اس نے کہا کہ میں اہل کوفہ کی صحبت میں رہا ہوں۔ تو انہوں ۔نے مجھ کو اپنی اس رائے میں داخل کر لیا تھا کہ میں حضرت ابی بکر الصدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو برا کہوں اور ان سے بیزار رہوں۔ تو میں نے کہا کہ تو اللہ سے بخشش چاہ اور پھر

ایسا نہ کرنا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اب مجھ کو نفع نہ دے گی۔ اور مجھ کو تو میرے داخل ہونے کی جگہ آگ بھی دکھادی گئی ہے پھر مجھ سے کہا گیا ہے جا تھوڑی دیر کے لئے اپنے اصحاب کی طرف جا اور ان سے اس امر کو بیان کر جو تو نے دیکھا ہے پھر تو اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آ۔ اس پر لوگوں نے اس کام سے توبہ کی۔

فائدہ: بعض اوقات عبرت کے لئے ایسے عذاب دنیا میں دکھائے جاتے ہیں تاکہ اہل دنیا کو توبہ نصیب ہو۔ اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں اور ایسے ہی تمام دشمنان صحابہ واولیاء کا یہی حال ہے اور یہ فیصلہ اٹل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام و اہل بیت عظام اور اولیاء کرام کے ادب کی توفیق بخشے۔ آمین!

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

مروی ہے کہ ایک دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) آپ کو مبارک ہو، مجھ سے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک علی المرتضیٰ کسی کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت نہ دے گا تب تک وہ پل صراط سے گزر نہ سکے گا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے خلیفۃ المسلمین! آپ کو بھی مبارک ہو کیونکہ مجھے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) تم اس شخص کو پل صراط کی راہداری ہرگز نہ دینا جس کے دل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عداوت و بغض ہو۔ بلکہ اسے راہداری دینا جو ابوبکر سے محبت و عقیدت رکھتا ہو۔ (نزہۃ المجالس ص ۳۰۶)

فوائد: (۱) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم آپس میں شیر و شکر تھے۔ روافض غلط پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) وہ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت تب فائدہ دے گی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں سے پیار ہو، اگر ان کے دوستوں سے بغض وعناد ہو تو پھر نہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی منہ لگائیں گے اور نہ ہی نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حق چار یار:

ایک روز حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دائیں جانب ابوبکر بائیں جانب عمر آگے علی پیچھے عثمان (رضی اللہ عنہم) حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو۔ سن لو، ہم جنت میں یونہی داخل ہونگے، جو ہم میں ذرا سی تفریق ڈالے اُس پر خدا کی مار ہو۔ (نزہۃ المجالس ج ۳ ص ۳۶۲)

فوائد: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی بخشش کی ہر وقت فکر رہتی تھی، اسی لئے یہ منظر دکھا کر امت کو سمجھایا کہ اگر ہم میں کسی نے تفریق کا سوچا تو پھر سیدھا جہنم جائے گا۔

(۲) عملی طور پر پنجتن پاک کا معنیٰ بھی سمجھا دیا۔ اگرچہ ہم دوسرے معنیٰ (حضور علیہ السلام، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسنین رضی اللہ عنہم) کے بھی قائل ہیں لیکن مذکورہ بالا معنیٰ بھی خوب ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دشمن بندر:

عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے پہلے حج کرتے، پھر زیارت روضہ اقدس کے لیے حاضری کے وقت والہانہ اشعار وقصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حسب عادت قصدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔حضرت شیخ نے دعوت قبول فرمائی۔آپ کو اُس کا حال معلوم نہ تھا کہ یہ رافضی شیخین کی مدح سے ناراض ہے۔آپ حسب وعدہ اُس کے مکان پر تشریف لے گئے، مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپکی زبان مبارک کاٹ ڈالی، اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا یہ زبان حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کرتے ہو، وہ اُسے جوڑ دیں گے۔

شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے اور مواجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا اور روئے۔جب رات ہوئی تو خواب میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپکے ساتھ صاحبین رضی اللہ عنہما بھی اس واقعہ سے غمگین تھے۔حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ میں کٹی ہوئی زُبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان انکے منہ میں اپنی جگہ پر رکھدی۔

یہ خواب دیکھ کر شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زُبان بالکل صحیح وسالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے۔یہ معجزہ پا کر واپس گھر چلے گئے۔سال آئندہ پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ

حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر ایک شخص نے دعوت کے لئے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکل علی اللہ قبول فرمائی اور اُس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا، خدا تعالیٰ کے بھروسے پر داخل ہوئے۔ اس شخص نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا اور پر تکلف کھانے پیش کئے، پھر یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا۔ وہاں دیکھا ایک بندر بیٹھا ہوا ہے۔ اُس میزبان نے شیخ سے کہا آپ کو معلوم ہے یہ بندر کون ہے؟ فرمایا: نہیں۔ اس شخص نے عرض کی کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپکی زبان کاٹ دی تھی حق تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کر دیا ہے۔ یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔ (نشر المحاسن للیامی)

فوائد: (۱) یہ واقعہ بعید از قیاس نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور آپکی امت کے اولیاء کی کرامات تا قیامت جاری رہیں گی۔

(۲) بارگاہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نذرانہ عقیدت بصورت اشعار و قصائد پیش کرنا اسلاف صالحین کا طریقہ وعقیدہ ہے کہ آپ ہماری ہر فریاد و استغاثہ سنتے ہیں۔

(۳) دشمنانِ صحابہ جیسے پہلے اُنکی مدح سننا گوارا نہیں کرتے تھے، اب بھی وہی کیفیت ہے۔

(۴) اسلاف رحمہم اللہ کا عقیدہ تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن وعطاء سے ہمارے مشکل کشا ہیں، تبھی تو حضرت قتادہ صحابی کی طرح یہ ولی اللہ کٹی

ہوئی زبان لے کر بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور بامراد ہوئے۔ الحمد اللہ ہم اہلِ سنت اسی عقیدہ پر ہیں انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت اور قیامت میں بامراد ہوں گے۔

(۵) دُشمنانِ شیخین رضی اللہ عنہما کی شکل مسخ (بندر، خنزیر میں تبدیل) ہونا لازمی ہے کبھی دنیا میں ظاہر کی جاتی ہے اور قبر میں پہنچنے پر لازم اور ضرور۔

حضرت ابوبکر وعمر کا دشمن بندر اور خنزیر:

امام مستغضر نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں کراماتِ شیخین کے ضمن میں واقعہ بیان کیا ہے کہ تین آدمی یمن کے سفر پر روانہ ہوئے۔ تیسرا شخص کوفی تھا، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑی معیوب باتیں منسوب کرتا تھا۔ ساتھیوں نے اُسے بہت نصیحت کی مگر وہ نہ مانا۔ جب ہم یمن کے قریب پہنچے تو ایک پڑاؤ پر آرام کی خاطر سو گئے۔ جب کوچ کا وقت آیا تو ہم نے وضو کیا اور کوفی کو بھی بیدار کیا۔ بیدار ہونے کے بعد کوفی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ میرے سرہانے کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا۔ اے فاسق! خدا تجھے خوار کرے، تیری صورت مسخ ہو جائے، ہم نے اسے وضو کی تاکید کی۔ جب وضو کیا تو واقعی اس کے پاؤں بدلنے شروع ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ بالکل مسخ ہو کر بندر بن گیا۔ ہم نے اسے اونٹ کے پالان پر باندھ کر ساتھ لے لیا۔ جب ایک جنگل سے ہمارا گزر ہوا تو وہ رسی کو توڑ کر دوسرے بندروں کو دیکھ کر ساتھ ہو لیا۔ ہم دل میں ڈرے کہ یہ جس وقت آدمی تھا تو ہمیں تنگ کرتا تھا، اب بندر بن چکا ہے نہ جانے ہمارے ساتھ کیا کرے، ممکن ہے ہمیں زیادہ ستائے لیکن وہ ہمارے قریب آ کر ہمیں دیکھتا رہا اور آنسو بہاتا رہا۔ فاعتبرو

(۲) ''فتوحات مکیہ'' میں کرامات شیخین کے ذیل میں ذکر ہے کہ اولیاء کا ایک گروہ ہے...... جنہیں رجبی کہا جاتا ہے، یہ کل چالیس آدمی ہوتے ہیں، بغیر کسی کمی بیشی کے انکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ رجب کے مہینہ کے پہلے دن ایک گونہ ثقل محسوس ہوتا ہے کہ گویا تمام آسمان و زمین اُن پر لاد دی گئی ہے۔ اُن کو رجب کے مہینہ میں کشف تام ہوتا ہے اور مغیبات پر اطلاع ہوتی ہے۔ صاحب فتوحات فرماتے ہیں: میں نے اس گروہ کے ایک فرد کو دیکھا کہ وہ شیخین سے اچھا عقیدہ نہ رکھنے والا خزیر کی صورت میں نظر آیا کرتا تھا۔

فائدہ: بذریعہ کشف معلوم ہو جانا اولیاء اللہ کے لئے عام ہے جیسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے۔

کشف حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ:

ایک دفعہ ایک فوجی دستہ جو شام کو جا رہا تھا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا اور کچھ آدمی سلامی کے لئے بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ جب یہ گروہ خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے پھر ان سے منہ پھیر لیا، تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ آگے چل کر اسی گروہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے قاتل ہوئے۔

فائدہ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کشف سے ثابت ہوا کہ انکو آپس میں کتنا گہرا تعلق تھا کہ ایک دوسرے کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔

شیخین رضی اللہ عنہما کا دشمن منافق:

ایک روز حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں رونق افروز تھے کہ ایک شخص لنگڑاتا ہوا حاضر ہوا جس کی پنڈلیوں سے خون بہ رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہوا؟ کہا فلاں محلے کی فلاں گلی کی کتیا نے کاٹا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص پنڈلی سے خون بہاتا ہوا حاضر ہوا اور اُس نے بھی مذکورہ بالا کتیا کی شکایت کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: چلو اُسے دیکھیں، وہ باؤلی تو نہیں۔ جونہی حضور سرور کونین شہ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو کتیا نے آپکو دیکھتے ہی قدموں پہ لوٹنا شروع کر دیا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ ان دونوں کو کیوں کاٹا تو وہ بزبان فصیح بولی کہ یہ دونوں منافق ہیں، اور یہ دونوں آپکے یارِ غار حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالی دے رہے تھے مجھے غصہ آیا تو میں نے انہیں کاٹا۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا تو انہوں نے اعتراف جرم کر کے توبہ کی۔ (جامع المعجزات ص۱۹)

فائدہ: (۱) حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارانِ صحبت کی پہچان جانوروں کو بھی ہے لیکن افسوس کہ انسان باشعور ہو کر لاشعور بن گیا۔

(۲) یارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت جانوروں کو بھی ہے کہ یارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکوہ سننا گوارا نہ ہوا لیکن افسوس کہ آجکل کا مسلمان کسی بدبخت سے یارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گالی سن کر بھی غیرت نہیں کرتا۔

دشمنِ شیخین کو نبوی وعلوی سزا:

حرمین شریفین کا حج مبارک ادا کرنے کے لئے ایک حاجی صاحب تشریف لے گئے اوران حاجی صاحب کے شیعہ دوست نے کہا کہ روضہ رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آپ جائیں تو میرا اسلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ حاضر ہونے کو تو جی چاہتا ہے لیکن دو دشمن آپ کے ساتھ ہیں اس لئے نہیں حاضر ہو رہا ہے۔ حاجی صاحب نے جب دربارِ رسالت مآب ﷺ پر حاضری دی تو ویسے ہی عرض گزاری۔ حاجی صاحب پر اس وقت غنودگی کا عالم طاری ہوا۔ اور خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چہار صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ دیکھا یہ آپکا نام لینے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اٹھے، تلوار ہاتھ میں لی اور اس بستی میں پہنچ کر اُس کا سر قلم کر کے بستی کے نواح میں جا کر دفن کر دیا۔ حاجی صاحب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ عین اسی رات کو اس شخص کا قتل واقع ہوا تھا لیکن قاتل کا سراغ اور سر نہیں مل رہا تھا۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ برے کو بدلہ ملتا ہے۔

فوائد: (۱) ایسی بلند بارگاہ میں یہ جرأت کرنا کہ یہ بات نہ ہو تو میں یوں کر دُوں، یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب اور سبب بنتا ہے۔

(۲) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اُمتی کے عقائد واعمال کا علم ہے۔

(۳) آپکے محبوبوں کو بھی ہر امتی کا علم ہے کہ وہ کہاں اور کیا کرتے ہیں، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُنکے معتقد کی شکایت فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار سے دشمنِ شیخین رضی اللہ عنہما کا سر قلم کر دیا۔

(۴) عالمِ برزخ والوں کوتصرف حاصل ہے کہ وہ دُنیاوالوں کے ہر نیک اور برے کو جزاؤسزادیں۔

(۵) دُشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا انجام برباد ہوتا ہے۔

ہاتھ سوکھ گیا:

حضرت امام محمد سیرین رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کررہا تھا، دیکھا کہ ایک شخص بیت اللہ میں یہ کہتا ہوا طواف کررہا ہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَغْفِرَلِیْ۔ (اے اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے لیکن میرا گمان ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا) میں نے اس سے کہا: یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے دل میں عہد کررکھا تھا کہ اگر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ مارسکا تو ضرور ماروں گا، پھر جب وہ شہید ہو گئے اور انکا جنازہ انکے گھر میں رکھا تھا، میں نے وہاں پہنچ کر موقعہ پا کر آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر زور سے تھپڑ مارا، جس پر میرا دایاں ہاتھ سوکھ گیا۔ امام سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کا دایاں ہاتھ دیکھا کہ وہ اس طرح سوکھا ہوا تھا جیسے ایک سوکھی لکڑی ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ والتاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ...)

فوائد: (۱) محبوبانِ خدا کے گستاخوں کو بسا اوقات سزا دنیا میں مل جاتی ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور۔

(۲) بعض مجرموں کو اپنے جرائم کی سزا محسوس ہوتی ہے لیکن توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، بعض کو توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ لیکن گستاخی اور بے ادبی ایسا جرم ہے کہ اسکی توبہ

کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، اگر ہوتی ہے تو دنیا میں قبول نہیں ہوتی جیسے ثعلبہ کا حال ہوا۔

(۳) انسان ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے بالخصوص کسی بندۂ خدا کے بارے میں گستاخی و بے ادبی نہ ہونے پائے۔

قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انجام:

(۱) ابن کثیر نے لکھا کہ:

جن ظالموں نے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، اللہ نے ان کو اس دنیا میں گستاخی و بے ادبی کا مزہ چکھا دیا اور قاتلوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا، جو مجنون اور پاگل ہو کر نہ مرا ہو یا جس کو قتل نہ کیا گیا ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۹)

(۲) سیدنا امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "عامتھم جنوا" (ان میں سے اکثر پاگل ہو گئے) اور قدرت کے منظّم ہاتھوں نے اِسی دُنیا میں ان سے انتقام لے کر چھوڑا۔

نامعلوم شخص سے مارا گیا:

مالک الاشتر جو ابن سبا کا دست راست تھا اور شہادتِ حضرت عثمان و غزوہ صفین میں بھی مسلمانوں میں مخالفت کی خلیج وسیع کرنے کا کام سرانجام دے چکا تھا۔ پھر سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پراپیگنڈا کیا۔ یہ بد بخت ۳۸ھ میں کسی نامعلوم کے ہاتھوں مارا گیا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۴۸۳)

فائدہ: بہت سے جرائم کی سزا غیبی طور پر ہوتی ہے، بالخصوص محبوبانِ خدا کے گستاخوں کو۔ اسی لئے مشہور ہے کہ خدا تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ لیکن جب گستاخی کے باوجود سزا نہ

ملے تو سمجھو اُس کا خاتمہ خراب ہوگا یا پھر آخرت میں سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

گردن ماردی:

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا مخالف اور دشمن محمد بن ابی حذیفہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس کے باپ کی شہادت کے بعد اُسے پالا تھا اور اس پر بڑے بڑے احسانات کئے۔ آخر وہ بھی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا، جیل میں ڈالا گیا اور بعد میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ ایک شخص عبداللہ بن عمر ظلام نے اُس کا تعاقب کیا اور پکڑ کر اسکی گردن ماردی۔

عبداللہ ابن سبا کا انجامِ بد:

عبداللہ ابنِ سبا (یہودی جو ظاہراً مسلمان تھا) کو کون نہیں جانتا۔ فتنہ اور رخنہ اندازی کا بانی یہی بد بخت تھا، اس شوم قسمت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا، اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توبہ کرنے کا فرمایا لیکن اُس نے توبہ سے انکار کردیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں زندہ جلا دیا۔ (رجال کشی ص ۷۰)

سڑی لاش

محمد ابن بکر جس نے آپکے گھر میں گھس کر آپ کی داڑھی پکڑی اور آپ کے خلاف فضا مکدر کیا کرتا تھا، جنگ صفین کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شکست فاش کھا کر گرفتار ہوا اور معاویہ بن خدیج کے ہاتھوں قتل ہوا، پھر اسکی لاش کو گدھے کی سڑی ہوئی لاش میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج اص ۳۱۴)

ازالۂ وہم:

علامہ خیر الدین زرکلی رحمہ اللہ محمد ابن ابی بکر کی نعش کے جلائے جانے کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَمْ يُحْرَقْ وَدُفِنَتْ جُثَّتُهُ مَعَ رَأْسِهِ فِي مَسْجِدِهِ يُعْرَفُ بِمَسْجِدِ زَمَامٍ خَارِجَ مَدِينَةِ الْفُسْطَاطِ قَالَ ابْنُ سَعِيدٍ وَقَدْ زُرْتُ قَبْرَهُ فِي الْفُسْطَاطِ۔

(والاعلام ج ۷ ص ۹۷)

تاریخی زبردست غلطی:

محمد بن ابو بکر کو خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ گستاخِ عثمان اور آدمی تھا۔ باغیوں میں محمد بن ابی بکر ضرور تھا لیکن اُس نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملامت سنی تو واپس چلا گیا، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی، اب اس کا نام بھی اسمیں شامل ہوگیا۔ صرف شہرتِ پدری کی وجہ سے اُنہیں اُچھالا گیا ورنہ وہ اس شرارت سے محفوظ تھے۔ پھر مورخین نے جسے بھی محمد نام دُشمنِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لکھا پایا اسے محمد بن ابی بکر کے نام سے درج کر دیا۔ اور جس محمد نام والے کو جس طرح کی سزا یا عذاب ہوا وہ محمد بن ابی بکر کی طرف منسوب کیا گیا (مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب رَدُّ الزِّنْدِيقِ عَنْ مُطَاعَنِ الصِّدِّيقِ میں دیکھئے) ہم نے چونکہ من حیث الواقعہ لکھا ہے اسی لئے ضروری نہیں کہ وہ ''محمد بن ابی بکر'' ہی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادب سے کٹا ہوا ہاتھ جڑ گیا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والے ایک حبشی غلام نے چوری کی،

اسکو آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا کیا: تو نے چوری کی ہے؟ اُس نے اقبالِ جرم کرلیا۔ آپ نے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر اس کی ملاقات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکوا سے ہوئی۔ ابن الکو نے پوچھا: تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ تو اس نے کہا: امیر المومنین، دامادِ رسول، شوہرِ بتول رضی اللہ عنہم نے۔ سلمان نے کہا: انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور تو انکی تعریف کر رہا ہے۔ حبشی غلام نے جواب دیا: میں انکی تعریف کیوں نہ کروں، انہوں نے میرا ہاتھ حق سے کاٹا ہے اور مجھے دوزخ سے بچالیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کر دیا۔ آپ نے اس حبشی کو بلایا اور اس کا ہاتھ اس کے پہونچے پر رکھ کر رومال سے ڈھانپ لیا اور دعا فرمائی، آسمان سے ندا آئی چادر کو ہاتھ سے اٹھالو۔ چادر اُٹھائی گئی تو خدا کے فضل اور آپ کی برکت سے اُس کا ہاتھ اچھا ہو گیا۔

(تفسیر کبیر، جمال الاولیا ص ۶۷، جامع کرامات الاولیا، علامہ نبھانی قدس سرہ)۔

دُشمنِ علی رضی اللہ عنہ:

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بد بخت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی، الٰہی! یہ تیرے ایک عظیم المرتبت ولی کا گستاخ ہے، اسے اس کی فوراً سزا ملنی چاہئے۔ چنانچہ فوراً اسکی سواری بدکی اور پتھروں پر سر کے بل گر گیا۔ گرتے ہی اس کا بھیجا پھٹ گیا اور وہ بری طرح سے ہلاک ہوا۔

فوائد: (۱) حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے اسی لئے اُنکی دُعا کا

قبول ہونا لازم تھا۔

(۲) سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دشمن، بے ادب اور گستاخ کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو، وہ جہنم میں جائے گا۔

(۳) روافض کا مشہور عقیدہ کہ صحابہ کرام بالخصوص اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضرت علی اور جملہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، سراسر غلط ہے، جس کی سزا وہ پا رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(۴) سنی حضرات آگاہ رہیں کہ جب بھی شیعہ کہتے ہیں کہ دشمنوں پر لعنت تو معاذ اللہ اصحابِ ثلاثہ مراد لیکر لعنت بھیجتے ہیں۔ جب وہ ایسا کلمہ منہ سے نکالیں، دلائل سے اُنکا ... بند کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن پاگل:

حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ نے لکھا کہ ایک دن آپ نے برسرِ منبر فرمایا:

اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نیز فرمایا: نبی رحمت کا وارث میں ہوں، سیدۃ النساء العالمین کا خاوند میں ہوں، ولیوں کا سردار میں ہوں، اولیاء کا خاتم میں ہوں۔

میرے علاوہ جو بھی اس بات کا دعویٰ کرے خدا تعالیٰ اُسے عذاب میں مبتلا کرے۔ ایک شخص کہنے لگا: اس سے خوش کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہتا ہے۔ وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے بھی نہ اُٹھا تھا کہ اُس کے دماغ

میں جنون و دیوانگی واقع ہوگئی۔ چنانچہ لوگ اُسے پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے۔ بعد ازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پوچھا گیا کہ اسے اس سے پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں۔ (شواہد النبوۃ)

فوائد: (۱) وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ شیعہ کی اصطلاح ہے، یہاں مراد نہیں۔

(۲) اور اخ (بھائی) وہابی، دیوبندی کی اصطلاح ہے، وہ یہاں مراد نہیں۔

(۳) دُشمنانِ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ عموماً مجنون اور پاگل ہوتے ہیں مثلاً خوارج کو دیکھ لو یا آجکل وہابیوں، مودودیوں، دیوبندیوں کو۔

حضرت علی کا دشمن برص میں مبتلا:

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرینِ مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ ۔ (احمد، ترمذی، مشکٰوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب، دوسری فصل)۔ (جس کا میں مولٰی ہوں علی اُس کے مولٰی ہیں) سنا ہو، وہ گواہی دے، اسوقت انصار سے بارہ افراد موجود تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی، گواہی نہ دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تم گواہی کیوں نہیں دیتے، تم نے بھی تو حضور علیہ السلام سے یہ سن رکھا ہے۔ ایک بولا: میں نے سنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے پروردگار! اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کردے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ سکے۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں۔ میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا، میں نے بھی یہ حدیث سن رکھی تھی لیکن اسکی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے محروم کر دیا۔ کہتے ہیں، وہ گواہی نہ دینے پر اظہار شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خلافت کا مسئلہ عقیدہ سے متعلق ہے، اس کے لئے ''نص قطعی'' چاہئے، لیکن شیعہ کو جب اس کا ثبوت قرآنِ مجید سے نہ ملا تو اسے محرف و مبدل کہہ دیا، مجبور ہو کر مانتے ہیں کہ مسئلہ امامت صراحۃً قرآن میں نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ کسی طرح یہ مسئلہ قرآن میں نازل ہو جائے اسی وجہ سے تبلیغ ولایت کے حکم کو بار بار ذکر کرتے تھے۔

مذہبِ شیعہ کا علامہ قزوینی صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب نص اللہ میں لکھتا ہے:

''و میل رسول آں بود کہ شاید کہ تصریح و تفسیر ولایت در قرآن شود و اکتفا بہ سنت نہ بود''۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ شاید تصریح و تشریح ولایت علی قرآن میں ہو جائے، فقط حدیث پر موقوف نہ رہے۔

اور شیعہ غریبوں کو سنت سے بھی جس روایت سے استدلال کرنا پڑا وہ بھی قابل حجت نہیں کیونکہ روایت مذکورہ خبر واحد ہے اور اس کے متعلق ہم اہل سنت کی طرف سے متعدد جوابات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ شیعہ حضرات مسئلہ امامت کو عین ایمان ٹھہراتے ہیں

اور نجات اسی پر موقوف سمجھتے ہیں اور بغیر امامت اصطلاحی کے اعتقاد فضیلت علی رضی اللہ عنہ کو نجات کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔ پس ایسا ضروری مسئلہ بغیر دلیل قطعی کے ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث مناقب علی رضی اللہ عنہ میں مقبول ہے، اس لئے کہ جس چیز کی فضیلت کسی دلیل یقینی سے معلوم ہو جائے اس کے مناقب میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہو جاتی ہے۔

لیکن جب اس حدیث سے ایسا ضروری مسئلہ ثابت کرنا مقصود ہو تو ضرور ہے کہ اس حدیث کے مرتبہ صحت پر غور کیا جائے۔

محدثین اہلِ سنت کا اس حدیث کے ثبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر کا قول ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ابن تیمیہ نے ''منہاج السنہ'' میں لکھا ہے:

أَمَّا قَوْلُهُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ فَلَيْسَ فِي الصِّحَاحِ لٰكِنْ هُوَ مِمَّا رَوَاهُ الْعُلَمَاءِ وَ تَنَازَعَ النَّاسَ فِيْ صِحَّتِهٖ۔

''رسول کا قول مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ صحیح حدیثوں میں شامل نہیں۔ لیکن وہ اس قسم کی حدیثوں میں سے ہے کہ علماء نے اس کی روایت کی ہے اور لوگوں نے اسکی صحت میں اختلاف کیا ہے''۔

فَنُقِلَ عَنِ الْبُخَارِیْ وَ اِبْرَاهِيْمُ لحَرَبِی وَ طَائِفَةٌ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لِحَدِيْثٍ اِنَّهُمْ طَعَنُوْا فِيْهِ وَ ضَعَفُوْهُ۔

''چنانچہ بخاری اور ابراہیم حربی اور علمائے حدیث کے ایک گروہ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں کلام کیا ہے اور اس کو ضعیف بتایا ہے''۔

قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ بْنِ حَزَمٍ وَ اَمَّا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ فَلَا يَصِحُّ

مِنْ طَرِيْقِ الثِقَاتِ أَصْلًا۔

''ابومحمد بن حزم کا قول ہے کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ نہیں ثابت ہوئی سند ثقات سے ہرگز''۔

علامہ اصفہانی نے مطالع الانظار میں لکھا ہے:

وَاَمَّا قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فَھُوَ مِنْ بَابِ الْاٰحَادِ وَ قَدْ طعن فِیْہِ اِبْنِ اَبِی داؤد ابو حاتم الرازی وَ غَیْرُھُمَا مِنْ اَئِمَۃِ الْحَدِیْثِ۔

''اور لیکن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا من کنت مولاہ فعلی مولاہ قسم اخبار احاد سے ہے۔ اور بے شک اس حدیث میں کلام کیا ہے ابن ابی داؤد اور ابو حاتم رازی اور ان دونوں کے سوا اور ائمہ حدیث نے''۔

علامہ اسحاق ہروی نے سہام ثاقبہ میں لکھا ہے:

وَقَدْ قَدَحَ فِی صِحَّۃِ الْحَدِیْثِ کَثِیْرٌ مِنْ اَئِمَۃَ الْحَدِیْثِ کَاَبِیْ داؤدو الواقدی وَ اَبِنُ خُزَیْمَۃَ وَ غَیْرَھُمْ۔

''اور بے شک کلام کیا ہے اس حدیث کی صحت میں بہت سے ائمہ حدیث نے جیسے کہ ابوداؤد اور واقدی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے''۔

ابن حجر مکی نے ''صواعق محرقہ'' میں لکھا ہے:

اَلطَّاعِنُوْنَ فِی صِحَّۃِ جَمَاعَۃُ مِنْ اَئِمَۃِ الْحَدِیْثِ وَعَدَّ ولَہُ الْمَرْجُوْعِ اِلَیْھِمْ فِیْہِ کَاَبِیْ داؤد السحستانی وَ اَبِی حاتم الرازی۔

''کلام کرنے والے اس حدیث کی صحت میں فن حدیث کے ایسے ائمہ اور معتبر لوگوں کی جماعت ہے جن کی طرف حدیث میں رجوع کیا جاتا ہے جیسے ابوداؤد

السجستانی اورابی حاتم الرازی''۔

اگر فقط اصحابِ صحاح ستہ کو دیکھا جائے تو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس حدیث کا ذکر نہیں، فقط سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث بہ تغییر الفاظ مذکور ہے۔

ابن ماجہ نے اس حدیث کی فنی حیثیت پر سکوت کیا ہے۔ ترمذی نے ''حسن غریب'' کہا۔ حسن کے لفظ سے صحت کی نفی ہوگئی اور لفظ غریب ایک قسم کی جرح ہے۔ بہر حال ترمذی اور ابن ماجہ کے مقابلہ میں بخاری اور ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔

سوائے اصحاب صحاح ستہ کے جو اور محدِّثین ہیں اُن میں بھی اسی طرح اختلاف ہے، چنانچہ عبارات منقولہ سابق سے ظاہر ہوگیا کہ بخاری اور ابوداؤد کے سوا ابراہیم حربی، ابن حزم، ابن ابی داؤد، ابو حاتم رازی، واقدی، ابن خزیمہ، ابن تیمیہ اور ان کے سوا ایک جماعت ائمہ محدثین کی اس کو ضعیف کہتی ہے۔

پس جس حدیث کی صحت میں ایسا اختلاف ہو اُس سے ایسا مسئلہ کیوں کر ثابت ہوسکتا ہے جو عین ایمان ہو اور جس پر نجات موقوف ہو۔ البتہ اس حدیث کی بہت سے محدِّثین نے تخریج کی ہے اور اپنی کتابوں میں اسکو ذکر کیا ہے جن کے نام عبقات میں لکھے ہوئے ہیں۔ اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ مناقب میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے اور جن لوگوں نے فقط تخریج پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ''صحیح'' یا ''حسن'' ہونے کی بھی تصریح کی ہے، ان کے مقابلے میں ''ضعیف'' کہنے والوں کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے۔

جب اس حدیث کی صحت میں ایسا اختلاف ثابت ہوگیا تو آئندہ اور جواب کی ہم کو ضرورت نہ تھی مگر ہم اس بحث سے قطع نظر کر کے اس حدیث کے معانی میں بھی

غور کرتے ہیں۔لفظ مولیٰ کے بہت سے معانی ہیں، منجملہ اس کے بھائی اور دوست اور مددگار اور "ہم سوگند" کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ہم سوگند کے معانی یہ ہیں کہ دو شخص آپس میں ایک دوسرے کے مولیٰ کہلاتے ہیں۔ان معانی میں ہر معنیٰ اس حدیث میں بہت اچھی طرح بن سکتے ہےاوران سب معانی کو محبوبیت کے معانی لازم ہیں۔پس ظاہر معنیٰ حدیث کے یہ ہیں کہ جس کا میں پیارا ہوں علی بھی اسکا پیارا ہے، اوراس کے بعد جو رسول ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ محبت کر اس سے جو علی سے محبت کرے اور دشمنی کر اس سے جو علی سے دشمنی کرے، یہ بہت ظاہر قرینہ اس بات کا ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا حکم ہےاور یہ ہمارا عین مدعا ہے، اس سے شیعوں کا مطلب کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔جب اس حدیث کے یہ معانی بہت اچھی طرح بن سکتے ہیں اور ہمارے مقصود کے مطابق ہیں تو اب کیا وجہ کہ بے دلیل ہم کوئی دوسرے معانی اختیار کریں، اور جب تک حضرات شیعہ کسی دلیل سے اس معنیٰ کو باطل نہ کریں تب تک ہم کو اور بحث کی ضرورت نہیں اوراب کوئی حجت شیعوں کی باقی نہ رہی۔

حضرت سعید کی گستاخ اور بے ادب عورت اندھی ہوگئی:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر اروٰی بنت اوس نے مروان کی کچہری میں مقدمہ دائر کیا کہا کہ آپ نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو ناجائز طور بالشت بھر کسی زمین پر قبضہ کر لیتا ہے تو قیامت میں اس ٹکڑا زمین کے برابر سات طبقات زمین کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت سعید نے دائر کردہ مقدمہ کے مطابق اپنی زمین اروی بنت اوس کے لئے چھوڑ دی اور دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ کَاذِبَۃً فَاَعْمِ بَصَرَھَا وَاجْعَلْ قَبْرَھَا فِی بِئْرِھَا۔

اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھی اور اسکی قبر اس کے کنوئیں میں بنا دے۔ چند دنوں کے بعد اروی بنت اوس اندھی ہوگئی، پھر سیلاب سے اسکی زمین کی حد بھی ظاہر ہوگئی۔ جب اندھی ہوگئی تو دیواروں کو پکڑ کر چلتی اور کہتی مجھ پر سعید کی دعا کا اثر ہے۔ ایسے ہی ایک دن چل رہی تھی کہ اپنے کنوئیں میں گر کر مرگئی۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الکرامات، تیسری فصل)

فائدہ: وہابی لوگوں میں خبط ہے وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے ہی ہر نبی علیہ السلام کے لئے ضروری نہیں کہ اُنکی دُعا قبول ہو۔ بیوقوفوں کو یہ یادنہیں رہتا کہ وہ خود مستجاب الدعا تو ہیں ہی لیکن جسے چاہیں مستجاب الدعوات بنا دیں۔ اگر انہیں اعتبار نہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھ لیں۔ اس کا واضح ثبوت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں باذنہ تعالیٰ، مستجاب الدعوات بنا دیں۔ (وَلٰـکِـنَّ الْوَھَابِیَۃَ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ)

زبان اور ہاتھ کٹ گئے:

حضرت قبیصہ بن جابر نے بیان کیا کہ ایک مسلمان آدمی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی۔ اے میرے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ سے مجھے محفوظ فرما۔ چنانچہ جنگِ قادسیہ کے

دن اسے ایسا تیر لگا کہ اس کی زبان اور ہاتھ کٹ گئے۔ پھر مرتے دم تک زبان سے ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔

فائدہ: یہ ہوتا ہے محبوبانِ خدا کی گستاخی کا انجام کہ ایک ہجو (گالی) سے زندگی بھر بے زبان اور لنجہ ہونا پڑا اور آخرت کی سزا سوا۔

کوفیوں کے خلاف دعا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دُعا کی، خدایا نہ کوئی حاکم کوفیوں سے خوش رہے اور نہ یہ کسی حاکم سے خوش رہیں۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۱۶۰)

فائدہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ پھر نہ اہلِ کوفہ کسی حاکم سے خوش رہے نہ کوئی حاکم اہلِ کوفہ سے۔

مزار کا بے ادب:

ایک شخص حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ قبرستان میں آیا، وہاں ایک شخص کو بیٹھا ہوا پایا اور اس سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے قبر کیطرف پاؤں سے اشارہ کیا۔ اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

فائدہ: یہ ہے مزار کے گستاخ کی سزا، لیکن اسکی سزا کیا ہو گی جس نے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور اولیائے عظام کی قبور کو پامال کیا اور عذر یہ کہ حضور علیہ السلام نے تَسْوِیَۃُ الْقُبُوْرِ کا حکم فرمایا تھا۔

گستاخِ صحابہ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا:

ابنِ ہیلان نامی شیعہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا اور سب بکتا تھا۔ ایک روز کسی دیوار کو توڑ رہا تھا کہ اچانک وہی دیوار اس پر گری اور مر گیا۔ اسے مدینہ منورہ میں جنۃ البقیع میں دفنایا گیا لیکن دوسرے دن قبر کھودی گئی تو وہ اپنی قبر میں نہ پایا گیا اور نہ ہی اسکی قبر کا نشان رہا۔ بلکہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اسکی قبر کو کھود کر اُسے باہر نکالا گیا ہے لیکن قبر کی ہیت کذائیہ اپنے حال پر باقی تھی کہ جس سے کھود کر لے جانے کا نشان بھی نہیں ملتا تھا۔ اس قبر کو علاقہ کے بہت سے لوگوں نے دیکھا اور قاضی جمال الدین بھی تشریف لائے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، بلکہ دور دور سے لوگ چل کر اس منظر کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوئے یہاں تک کہ وہ واقعہ بہت دور تک پھیل گیا اور ایک عرصہ تک اس کا چرچا رہا۔

(روح البیان پ ۷)

فائدہ: عام قبور (اہل ایمان) کی تعظیم بھی ضروری ہے۔

گستاخانِ اہلِ بیت اطہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ہمارے نزدیک ازواجِ مطہرات بھی اہلِ بیت ہیں اور اہل بیت یعنی آل النبی وازواجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہم پر واجب ہے کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے ضمن میں آپ کے اہل بیت جو کہ جگر گوشہ ہیں اور ازواج مطہرات جو امہات المومنین ہیں کی تعظیم وتوقیر اور ان کا ادب واحترام بھی لازم اور ضروری ہے۔ ان حضرات قدس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے اور جس پر سلف صالحین عمل پیرا رہے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ عزاسمہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماسوا ہر چیز سے زیادہ برگزیدہ فرمایا ہے اور بہت بڑے فضائل سے آپ کو مخصوص فرمایا ہے تو آپ کی برکت سے یہ فضیلت ہر اس شخص کو شامل ہے جو نسب و نسبت وصحبت، قریب یا بعید، سے آپ کے ساتھ منتسب ہے۔ حقیقت میں ہر اس شخص سے محبت لازمی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ اہل بیت اطہار سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی بناء پر ہے۔ جس طرح کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ہے۔ یہی حال ان سے بغض وعداوت رکھنے میں ہے (العیاذ باللہ)........ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے وہ ہر اس چیز سے محبت رکھتا ہے جو محبوب سے نسبت وعلاقہ رکھے اور ہر اس شے سے دشمنی وبیزاری ہوتی ہے جو محبوب سے بیگانہ یا اس کا مخالف ہو۔

نقشہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والد ماجد، حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

والدہ ماجدہ، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب

ازواج مطہرات

(۱) ام المومنین سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد

(۲) ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا امام صدیق اکبر۔ قبیلہ بنو تمیم

(۳) ام المومنین سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا عمر فاروق اعظم ۔قبیلہ بنو عدی

(۴) ام المومنین سیدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان۔ قبیلہ بنو امیہ

(۵) ام المومنین سیدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

(۶) ام المومنین سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمہ۔ قبیلہ بنو لوئی

(۷) ام المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ۔ قبیلہ بنو ہلال

(۸) ام المومنین سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ سہیل۔ قبیلہ بنو مخزومہ

(۹) ام المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش ۔قبیلہ بنو اسد

(۱۰) ام المومنین سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث۔ قبیلہ بنو المصطلق

(۱۱) ام المومنین سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث۔ قبیلہ بنو ہوزان

(۱۲) ام المومنین سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب۔ قبیلہ ہارونیہ

(۱۳) ام المومنین سیدہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت زید۔ قبیلہ قطریہ

اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شاہزادگان

(۱) حضرت قاسم۔ بچپن میں وفات پائی۔

(۲) حضرت عبداللہ۔ بچپن میں وفات پائی۔

(۳) حضرت طاہر (طیب)۔ بچپن میں وفات پائی۔

(۴) حضرت ابراہیم۔ بچپن میں وفات پائی۔

شاہزادیاں:

(۱) سیدہ زینب زوجہ سیدنا حضرت ابوالعاص، شہید جنگ یمامہ۔ قبیلہ اُموی

(۲) سیدہ رقیہ زوجہ امام شہید مظلوم سیدنا حضرت امام عثمان ذوالنورین۔ قبیلہ اُموی

(۳) سیدہ فاطمہ زوجہ سیدنا حضرت امام حیدر شہید۔ قبیلہ ہاشمی

(۴) سیدہ ام کلثوم زوجہ امام شہید مظلوم سیدنا حضرت امام عثمان ذوالنورین۔ قبیلہ اموی

بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادیں:

نواسے:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید جنگ یرموک بن سیدنا ابوالعاص شہید رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عبداللہ بن امام شہید مظلوم سیدنا امام عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

(۳) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، شانِ اتحاد واخلاص بن سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ

(۴) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، شہید کربلا بن سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ

نواسیاں:

(۱) سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا ابوالعاص شہید سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ

(۲) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ زوجہ سیدنا امام عمر فاروق اعظم شہید رضی اللہ عنہ

(۳) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ زوجہ سیدنا عبداللہ بن سیدنا جعفر شہید رضی اللہ عنہ

(۴) سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ، بچپن میں وفات پائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست:

(۱) حضرت عبدالمطلب (آنحضرت کے دادا) نے ۸ سال تک پرورش کی۔

(۲) حضرت زبیر (آنحضرت کے تایا) نے ۲۲ سال کی عمر تک کفالت وسرپرستی کی۔ان کی سرپرستی میں جنگِ فجار میں آنحضرت ﷺ نے بعمر ۱۷ سال شرکت کی۔

(۳) جناب ابو طالب نے ۲۵ سال کی عمر تک یعنی ۳ سال تک۔ (انصاب الاشراف بلاذری جلد اول ص ۸۵ مطبوعہ.....)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اعلان نبوت کے بعد:

مسلم:

(۱) اسداللہ (شیرِ خدا) سیدالشہدا سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، شہید غزوہ اُحد۔

(۲) ابوالفضل سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، آپکی اولاد میں خلافت عباسیہ ۱۳۲ھ تا

۶۵۶ھ، ۵۳۳ برس قائم رہی۔

غیر مسلم:

(۳) عبد مناف، یعنی ابوطالب۔

(۴) عبدالعزیٰ، یعنی ابولہب، کافر۔

فضائل اہل بیت عظام:

(۱) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ یَدْ خُلْ۔۔۔ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ تَنَلْہُ مَوَدَّتِیْ۔ (رواہ الترمذی)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عربوں سے بغض رکھا میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مؤدت میسر نہ ہوگی۔

(ف) اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کا خواہ کوئی بھی باشندہ ہو، اس کا رتبہ روحانی اعتبار سے بہت بلند ہے، اور اس سے خیانت کرنے والا حضور کی شفاعت اور مودت سے محروم ہے، لہذا وہ اہل بیت جنہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور نزدیکی میسر ہے ان کے مراتب وخصائل کی بلندی کا کیا کہنا، پس اہل بیت عظام کے مناقب کا اندازہ حدیث مذکور کی روشنی میں کرنا چنداں مشکل نہیں۔

(۲) سیدنا حضور پر نور، شافع یوم النشور، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب اللہ، دوسری اپنی آل۔

(ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، دوسری فصل)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ (رواہ الدیلمی، مشکوٰۃ)

(۴) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (پ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر۱۰۳) (اللہ کی رسی مضبوط پکڑو، متفرق نہ ہو جاؤ) کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم ہی حبلِ اللہ ہیں۔

(۵) ''دیلمی'' سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام ''فاطمہ'' اس لئے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائی۔

(۶) امام احمد نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس نے ان سے محبت رکھی اور ان کے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(ف) کتنی خوش قسمتی ہے محبان اہل بیت کی کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہشتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

اہل بیت کون کون ہیں:

صرف سادات کو اہل بیت سمجھنا گمراہی ہے۔ سادات کرام کے ساتھ دیگر ان افراد کو اہل بیت میں شامل رکھنا ضروری ہے جنکی فہرست فقیر نے نقشہ میں عرض کردی

ہے اور جو ان میں سے مرتد ہو جائے وہ اہل بیت سے خارج ہو جاتا ہے۔

اہلِ بیت سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

یہ حقیقت ہے کہ محبوب کا محبوب بھی پیارا ہوتا ہے اور محبوب کے محبوب سے محبوب ہی کی محبت کی خاطر اور زیادہ محبت کی جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آل اور اپنی اولاد سے جس قدر محبت تھی وہ ظاہر ہے، اگر حضور کی خدمت میں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا آجاتی تھیں تو جوش محبت میں حضور بے تابانہ کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کے ہاتھ کو بہ شفقت پدری بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے عقد ثانی کا ارادہ کیا، آنحضرت کو اس کا علم ہوا تو بیقرار ہو گئے، منبر پر اسی وقت ایک خطبہ دیا اور فرمایا کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو اسے اذیت پہنچائے گا وہ گویا مجھے اذیت پہنچائے گا۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے آپکو والہانہ محبت اور شفقت حد درجہ کی تھی۔ روزانہ انہیں دیکھنے جاتے، دوش مبارک پر لئے پھرتے، منہ چومتے اور انہیں جنت کے شگفتہ پھول کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ ان کے رونے کی ہلکی سی آواز آپ کو بے چین کر دیتی، سجدہ میں بچے پشت انور پر سوار ہو جاتے اور آپ سجدہ میں انکی خاطر تاخیر فرما دیتے۔ بعض اوقات منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ پڑھ رہے ہوتے کہ سامنے دونوں بچے لڑکھڑاتے نظر آتے تو خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اتر آتے اور انہیں اپنے پاس بٹھا لیتے.........غرض اہل بیت سے آپ کی پدرانہ شفقتیں عشق کے انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھیں۔ یہ تو زندگی کے واقعات ہیں، دیکھنے والوں نے واقعہ کربلا کے روز عالم رویا میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی میں

میدان کربلا سے شہداء کا خون صاف کرتے پھرتے تھے اور چہرہ مبارک سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والوں کی سخت سزا مقرر فرمائی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی....... چنانچہ قاتلین امام رضی اللہ عنہ میں سے کوئی زندگی کے لطف نہ اٹھا سکا، ایک ایک کر کے سب کا نشان مٹ گیا۔ ان کے انتقام میں منتقم حقیقی نے کم وبیش ڈیڑھ لاکھ بدبختوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ کوئی شقی پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرا، کوئی کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا، کسی کو فالج کا مرض ہوا۔ الغرض خالق کائنات نے ان کی زندگیوں کو یکے بعد دیگرے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ ان سب کے لئے دنیا بھی دوزخ کا نمونہ بن گئی، ایمان کھو بیٹھے، اموال لٹ گئے، گھر منہدم ہو گئے، جائیدادیں اور حکومتیں ختم ہو گئیں۔ آنکھوں کے سامنے جوان جوان بیٹے ذبح کئے گئے، نہ تاجدار رہے نہ سردار، ان کی تمام شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ بالآخر انہیں قبروں میں بھی چین نہ مل سکا۔ نسلیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ختم کی گئیں۔ لاشیں قبروں سے نکال کر سر دار لٹکائی گئیں۔ جیسا کہ ان کی گواہی اسلامی تاریخ دے رہی ہے۔

آلِ رسول کی محبت اور عقیدت کے احکام:

جو خدا اور رسول کے اتنے محبوب ہیں ان کی محبت اور احترام کتنا ضروری ہے۔ معمولی بات ہے کہ ہمارے سامنے جب کوئی ہمارے بزرگوں یا ہماری اولاد کی تعریف کرتا ہے تو ہمیں اس سے کتنی خوشی ہوتی ہے، اس طرح اگر خدا اور اس کے رسول کے

محبوب لوگوں کا احترام کیا جائے تو کیا یہ خوشنودی خدا اور رضائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے حصول کے مترادف نہ ہوگا۔ جب یہی خوش ہیں تو پھر اس کے بعد مومن کو اور کس بات کی حاجت رہ جاتی ہے؟

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمادیا تھا کہ جس نے حسین سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے حسین سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ یہی نہیں بلکہ ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا: حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہے خدا اسے دوست رکھے گا۔ (مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر ایک دفعہ خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: کہ جس نے مجھ سے اور میری آل سے بغض رکھا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا۔ کتنی سخت وعید ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ آل رسول اور سادات کرام سے عناد اور اذیت رسانی سلب ایمان کا باعث ہے اور ایسے شخص پر غضب خداوندی نازل ہوتا ہے........ اور محبت، افزائش ایمان کا باعث بن جاتی ہے۔ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ''میرے اہل بیت ہی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل ہوتا ہے، ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسول اور حب آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے''۔

نوٹ: جب سے تحریک وہابیت نے زور پکڑا ہے، تب سے ہر معظم ومکرم اور محترم کے اعزاز واکرام کا تصور ذہنوں سے اترنے لگا ہے کیونکہ وہابیت تعظیم وتکریم محبوبان خدا کو شرک سمجھتی ہے، حالانکہ محبوبان خدا کی تعظیم وتکریم روح اسلام ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

(پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲)

اور آدابِ سادات بھی اسلام کے شعائر سے ہے۔

سادات کا ادب:

جب بھی کوئی کسی سید کا ادب کرتا ہے تو وہ ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا مندی کا باعث بن جاتا ہے۔

(۱) حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ جن میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسین اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ سب آل رسول اور خاندان رسول سے تھے۔ چنانچہ سر کار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیمہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں، میں اس خیمہ کے مکینوں سے صلح رکھنے والوں کے ساتھ صلح کرنے والا اور ان سے جنگ کرنیوالوں کے ساتھ جنگ کرنیوالا ہوں، جو نیک بخت ہوگا وہ انہیں دوست رکھے گا اور جو شقی و بد بخت ہوگا وہ انہیں دوست نہیں رکھے گا۔

(۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''جو میرے اہل بیت کی حفاظت کریگا، اُس کے لئے میں نے خدائے قدیر سے مغفرت کا عہد لیا ہے اور یقیناً بخشا جائے گا''۔

(۳) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''تمہارے درمیان میرے اہل بیت ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب (دروازہ) توبہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا، بخشا گیا''۔

(۴) فرمایا کہ میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں کہ جو اس پر سوار ہو گیا بچ گیا اور جو اس سے الگ رہا غرق ہو کر ہلاک ہوا''۔

(مشکوٰۃ باب مناقب اھل بیت النبی ﷺ، تیسری فصل)

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں آل رسول کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ کیجئے اور ان بدبختوں کی حالت پر غور کیجئے جنہوں نے امام حسین کو بڑی بیدردی کے ساتھ ذبح کیا اور خاندان رسول کے بچہ بچہ کو مرغ بسمل کا نمونہ بنانے میں سعی بے دریغ سے کام لیا۔

وراثتِ یزید:

آج بھی بعض ناسمجھ سادات کے حسب ونسب میں اشتباہ کا اظہار کر کے انکی عیب جوئی کرتے رہتے ہیں، اور یہ کہنا اُن کا معمول بن گیا ہے کہ بعض سید شریعت مصطفوی سے ہٹ کر کام کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے کیا تعلق، کیا واسطہ، کوئی جھوٹ بولتا ہے، کوئی غلط گوئی سے کام لیتا ہے تو اُس کا وبال خود اس کے سر ہے، ہمیں اشتباہ اور طعنہ زنی سے کیا غرض؟ ہم جو عزت کرتے ہیں وہ اُس خون کی کرتے ہیں جو اُنکی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ جو خود کو سید کہلائے حقیقت میں خواہ وہ سید ہو یا نہ ہو پھر بھی ہمارے نزدیک قابلِ احترام وادب ہے کیونکہ ہمیں اپنی نیت کا ثواب ہوگا، اُسے اپنی بدعملی کی سزا ملے یا معاف ہو جائے۔ مسئلہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سادات کے لئے یوں ہو کہ اگر کسی سید میں کوئی غیر اسلامی بات دیکھتا ہے تو اسے احسن طریقے پر یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ

نقص اسکی شخصیت سے دُور ہو جائے۔اگر نرمی سے درخواست کی جائے اور وہ ایک برائی کو ترک کر دے تو اس کا نتیجہ یقینا موثر ہوگا۔

سید پر نکتہ چینی پر پیغمبری عتاب:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مشہور ولی گزرے ہیں، ایک روز عارفانہ شان سے مسجد سے جو نکلے تو ایک سید زادے نے بڑھ کر کہا: اے ہندو زادے! میں فرزند رسول ہوں، دن بھر کی مشقت کے بعد بمشکل روزی نصیب ہوتی ہے اور آپ ہندو زادے ہو کر امیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔فرمایا: تمہارے باپ آل رسول میں سے تھے، میرا باپ گمراہ تھا، میں نے تمہارے باپ کی میراث حاصل کر کے یہ رتبہ پایا اور تم میرے گمراہ باپ کی میراث حاصل کر کے خوار ہوئے کہ نہ پڑھا نہ لکھا اور نہ اپنے اخلاق و اطوار کی پاسداری کی۔اسی شب کو خواب میں حضور نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں: تو نے ہمارے فرزند پر ایسی نکتہ چینی کر کے اچھا نہیں کیا۔اسی رات کو اس سید زادے نے بھی خواب میں دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں، بیوقوف! اگر تو اچھے خصائل کا مالک ہوتا تو کیوں دوسروں کو شکوہ کرنے کا موقعہ دیتا۔صبح اٹھ کر حضرت عبداللہ اس سید زادے کی تلاش میں نکلے اور اس سے معافی مانگی، ادھر اس نے بھی توبہ کر لی اور پرہیزگار بن گیا۔(تذکرۃ الاولیاء)

(ف) اس واقعہ کو مدنظر رکھ کر ہم سوچیں کہ ہم گنہگاروں کی حیثیت کیا ہے کہ بیشتر اوقات سیدوں پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے اور تلخ کلامی تک اتر آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تو بڑے مقبول بارگاہ ایزدی تھے۔مسلمانوں کو ایسے معاملات میں خاص احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئے۔اور سید زادے بھی سوچیں کہ وہ بدعملی

کی وجہ سے دربارِ رسالت سے کتنے دور ہیں؟

سید کے احترام سے جنید پہلوان قطب زمان بن گیا:

بادشاہ کا درباری پہلوان ایک نہایت نامور اور ممتاز تنومند پہلوان تھا۔ ایک روز ایک نحیف الجثہ شخص نے اُسے کشتی کا چیلنج کیا، بادشاہ نے کہا: تو کیا مذاق کرتا ہے؟ اپنے جسم کو تو دیکھ۔ کہنے لگا۔ آپ کیا خیال فرما رہے ہیں، میرے ایک داؤ کے حریف بھی آپ کے پہلوان نہ بن سکیں گے۔ پہلوان صاحب بھی جوش میں آ گئے۔ مقابلہ حیرت انگیز تھا کیونکہ دونوں پہلوان متضاد قوت کے مالک تھے، اس لئے تماش بینوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ دونوں پہلوان لنگوٹ کس کر جب دنگل میں اترے تو لوگوں کی دلچسپی کمال کو پہنچ گئی۔ قوی ہیکل کو کہہ دیا کہ "میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں"۔ یہ الفاظ سنتے ہی درباری پہلوان کا سارا جوش سرد پڑ گیا اور ایک منٹ میں چت ہو گیا (گر گیا) فضا تالیوں سے گونج اٹھی۔ قوی الجثہ پہلوان کو بڑی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑے بڑے امراء اور درباری موجود تھے۔ بادشاہ کو باور نہ ہوتا تھا کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ حقیقت حال دریافت کی۔ پہلوان نے تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ پر بھی رقت طاری ہو گئی اور اس کا عہدہ بڑھا دیا۔ بولے کہ مجھے غیرت آئی کہ فرزندِ رسول کو میں پچھاڑ دوں۔ میں نے عزت وذلت کی کوئی پروانہ کی اور پچھڑ گیا۔ اس شب کو اُس نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش ہیں اور فرما رہے ہیں: تو نے ہمارے فرزند کی عزت کا پاس کیا، ہم نے تیری مغفرت کے لئے دعا کی جو مقبول ہو گئی۔ پھر دنیا نے دیکھا اور جس کو ہم سب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت جنید تمام اولیاء کرام کے سرتاج بنائے گئے،

جنید آج سید الطائفہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

امام شافعی اور احترامِ سید:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا رہے تھے، سامنے ایک مکان کے اُوپر بچے کھیل رہے تھے، آپ کبھی بیٹھتے تھے کبھی اٹھتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ایک صاحبزادے سید میدان میں کھیل رہے ہیں جب وہ میرے سامنے آجاتے ہیں تو میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔

فائدہ: سید بد مذہب (مرزائی، وہابی، شیعہ، دیوبندی) ہو جائے یا کوئی اور ایسا مذہب اختیار کرے جس سے ارتداد لازم آئے تو وہ سادات کی نسل ونسب سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں اس مسئلہ کو دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔ منجملہ اُن دلائل کے ایک یہ بھی ہے کہ وراثت سے محروم ہے اور نہ ہی اسکی وراثت اہلِ اسلام کو ملتی ہے۔ مزید تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف اور فقیر کی کتاب ''بےادب بےنصیب'' میں ہے۔

امامِ اہلِ سنت شاہ احمد رضا اور آدابِ سادات:

ذیل میں ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے آدابِ سادات کے واقعات عرض کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ کبرسنی کے عالم میں آپ کے عقیدت مند آپ کو پالکی میں بٹھا کر کہیں لے جا رہے تھے۔ کہاروں نے پالکی اُٹھائی ہوئی ہے، چند قدم آگے چلے تھے کہ پالکی سے آواز آئی کہ پالکی روک دو۔ پالکی رکھ دی گئی۔ حضرت اضطراب کے عالم میں

پالکی سے باہر نکلے، کہاروں کو قریب بلایا، بھرآئی ہوئی آواز میں پوچھا۔آپ لوگوں میں سے کوئی آل رسول تو نہیں۔آپ نے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر فرمایا: سچ بتائیے۔میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔اچانک ان کہاروں میں سے ایک کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا، پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے دبی زبان میں کہا: حضور! میں اس چمن کا مرجھایا ہوا پھول ہوں، جس کی خوشبو سے آپ کی مشامِ جاں معطر ہے۔رگوں کا خون نہیں بدل سکتا اس لئے آل رسول ہونے سے انکار نہیں۔اپنی بربادزندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔چند ماہ سے آپ کے شہر میں آیا ہوں۔ذریعہ معاش کوئی نہیں تھا، پالکی اُٹھانے والے لوگوں سے رابطہ قائم کرلیا ہے، ہر روز ان کے ساتھ آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنی مزدوری لے کر بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں۔لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے مقتدر امام احمد رضا کی دستار فضیلت اُس کے قدموں پر ہے اور پرنم آنکھوں سے اِلتجا ہو رہی ہے۔معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کردو، لاعلمی میں خطا سرزد ہوگئی ہے۔غضب ہوگیا کہ جن کے کفشِ پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، اُن کے کندھے پر سواری کروں، قیامت کے دن اگر کہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ اے رضا! کیا میرے فرزند کا دوشِ نازنین اس لئے تھا کہ تیری سواری کا بوجھ اُٹھائے، تو میں کیا جواب دوں گا۔

حاضرین عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت آمیز منظر دیکھ رہے ہیں۔آخر ایک اِلتجائے شوق پیش کی کہ شہزادے! اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اپنے کاندھے پر اُٹھاؤں۔ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادے کو عشق جنوں کی ضد ماننی پڑی۔اہل سنت

کا جلیل القدر امام کہاروں میں شامل ہو کر اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز سنبھالے حبیب کے لئے گمنام مزدور کے قدموں میں نثار کر رہا ہے۔ اللہ اکبر! یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر یقیناً کدورتوں کا غبار چھٹ گیا ہوگا، اور غفلتوں کی آنکھ کھل گئی ہوگی۔ عموماً آج کل محبت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام حب اہل بیت پڑ گیا ہے، یہ سراسر غلط ہے جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا گیا ہے۔

مسائل عاشورا:

ذیل میں عاشورا کے متعلق مسائل عرض کئے جاتے ہیں تا کہ عوام بہت سے اغلاط سے محفوظ ہو جائیں۔

مسئلہ: عاشورا کے دن نہانا، دوستوں، عزیزوں اور قرابت داروں کی ملاقات کے لیے جانا، طعام وغیرہ میں توسیع جائز ہے جبکہ بد مذاہب، شیعہ وخوارج سے تشبیہ مد نظر نہ ہو جیسے نصاریٰ اور عجمیوں کے عیدوں کے ایام میں اتفاقیہ طور پر یا کسی مصلحت کے تحت اچھا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اُن سے تشابہ مطلوب نہ ہو۔

تنبیہ: عاشورا یا محرم کی پہلی تاریخوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات بالخصوص ایسے واقعات جو رونے رلانے والے ہوں اور ان سے شہدائے کربلا کے منافی بیانات ہوں، بیان نہ کئے جائیں تا کہ روافض سے تشبیہ نہ ہو۔ اس مرض میں اہلسنت بالخصوص مبتلا ہیں (جیسے شیعہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی بیبیوں کے نام لے کر انکی بے پردگی کا تذکرہ کرتے ہیں ہمارے بعض جاہل واعظین بھی کہہ دیتے ہیں کہ بیبیوں کے منہ پر طمانچے مارے گئے خیموں کو آگ لگا دی گئی وغیرہ وغیرہ)۔ البتہ شہادت حسین

رضی اللہ عنہ بیان کرنے کا ایک طریقہ جو قہستانی نے باب الکراہتہ میں بیان فرمایا کہ اگر ان دنوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر اور اُنکی شہادت کے واقعات بیان کرنا ہیں تو اُن کے ذکر شریف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات اور اُن کی شہادت کے واقعات بھی بیان کیئے جائیں۔ (جیسے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سوانح کربلا (کتاب) میں طریقہ لکھا ہے) تا کہ روافض سے تشابہ نہ ہو۔ (دیوبندیوں کے قطب العالم رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں علی الاطلاق ان دنوں ذکر حسین کو ناجائز لکھا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

تنبیہ: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ واعظ و مقرر پر بالخصوص اور عوام پر بالعموم حرام ہے کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے جھگڑوں اور نزاعی باتوں کا ذکر کریں کیونکہ اسطرح سے اُن سے سوءظنی اور اُن پر طعن و تشنیع کا کا دروازہ کھلتا ہے جبکہ وہ دین کے بہت بڑے ستون تھے۔ اگر کسی وقت ان کے باہمی منازعات و مخاصمات کا ذکر چل نکلے تو ایسا پہلو اختیار کیا جائے کہ اُن کے علوشان پر دلالت کرے یا کم از کم اُسے خطائے اجتہادی (جیسے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے) پر محمول کیا جائے کیونکہ ان کے اختلاف مبنی بر دین و دیانت تھے نہ کہ برائے طلب دنیا اور ریاست و حکومت۔ جیسا کہ دین سے عشق رکھنے والے کو معلوم ہے۔

انتباہ: اُن دنوں تعزیہ نکالنا، ماتم کرنا، سیاہ لباس پہننا، سخت گناہ ہے بلکہ ماتم کے تماشہ پہ جانا شیعہ جیسے مراسم کرنا جرم عظیم ہے۔ ان دنوں قرآن مجید اور کلمہ و خیرات و صدقات شہدائے کربلا و دیگر نیک ارواح کو بخشتے ہیں، ترقی درجات اور رزق میں صد برکات

نصیب ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہلِ سنت ماتم کی بجائے خیرات وصدقات کی بہتات کرتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کا انجام:

قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا انجام بہت برا ہوا، اور وہ مرتے ہی اپنے ہم جنسوں سمیت جہنم میں چلا گیا۔ کسی شاعر نے کہا:

لَا بُدَّ اَنْ تَرِدُ الْقِيَامَةَ فَاطِمُ

وَقَمِيْصُهَا بِدَمِ الْحُسَيْنِ مُلَطَّخٌ

وَيْلٌ لِمَنْ شُفَعَاؤُهُ خُصَمَاؤُهُ

وَالصُّوْرُ فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يُنْفَخُ

ترجمہ: حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون آلود قمیص قیامت میں لائیں گی۔ پھر اس وقت برا حال ہوگا اُن کا جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہوئے، اُس دن جبکہ قیامت میں صور پھونکا جائے گا۔

حدیث شریف: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل جہنم میں ایک صندوق میں بند ہوگا اور اُسے تمام دُنیا کا نصف عذاب ہوگا۔

ابتداء واقعۂ شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

''انسان العیون'' میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے خط لکھے کہ آپ تشریف لائیے ہم آپ کی بیعت کرلیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے

کا قصد کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روکا اور فرمایا: وہ لوگ بڑے غدار ہیں، انہوں نے آپ کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ سے دھوکہ کر کے بہت رسوا کیا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک نہ مانی اور کوفے کو روانہ ہوئے۔ آپ کی روانگی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان بہت روئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی روانگی سے پہلے حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت امام مسلم کے پہنچتے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی، بعض کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ لوگوں نے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں پہنچے تو عبداللہ بن زیاد نے یزید کی طرف سے بیس ہزار جنگجو تیار کر لئے۔ ان میں اکثر وہ تھے جنہیں بڑے بڑے انعامات کا وعدہ دیا گیا۔ ان بدبختوں کے دل سے آخرت کا خوف جاتا رہا۔ جب یزیدی لشکر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھیرا تو آپ نے اُنکی کثرت کو دیکھ کر فرمایا کہ تین شرطوں میں سے کسی ایک پر عمل کرو:

(۱) مجھے واپس حرمین شریفین جانے دو۔

(۲) تمہارے ساتھ میرا جھگڑا نہیں، مجھے کسی دوسرے علاقے میں جانے دو۔

(۳) یزید کی ملاقات کا موقع دو تاکہ میں اُس سے بات کرلوں۔

لیکن ان بدبختوں نے ایک نہ مانی اور آپ کو جنگ کرنے پر مجبور کر دیا اور کہا کہ ہم ابن زیاد کے حکم کے پابند ہیں، یا پھر آپ یزید کی بیعت کا اقرار کریں۔ لیکن آپ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اس پر جنگ ہوئی یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔

آپ کا سرتن سے جدا کر کے ابنِ زیاد کے ہاں لے گئے۔ یہ سانحہ عاشورا کے دن ۶۱ھ میں ہوا۔

(ف) ''روضۃ الاخیار'' میں لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کربلا (عراق) میں ہے اور آپ کا سر مبارک دمشق کی ایک مسجد میں ہے۔ (روح البیان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی:

کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت میں خوب خونریزی ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہونے دو۔ انہوں نے میرے نواسے کو شہید کر ڈالا، انہیں میری نسبت کی بھی شرم و حیا نہ آئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کربلا:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک روز جنگِ صفین کے موقع پر کربلا سے گزرے تو ایک لمحہ کے لئے یہاں ٹھہر کر پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ عرض کی گئی: اسے کربلا کہتے ہیں۔ کربلا کا نام سن کر آپ خوب روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے اور فرمایا: ابھی میرے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور بتایا کہ میرا لختِ جگر (حضرت) حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے کربلا نامی دھرتی پہ شہید ہوگا۔ چنانچہ وہاں کی مٹی مجھے دی گئی۔ میں نے اُسے سونگھا اس لئے میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔

کربلا کی مٹی اور علم غیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

مروی ہے کہ مذکورہ بالا مٹی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شیشی میں رکھوا دی اور بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ مٹی اُس دھرتی کی ہے جہاں میر الخت جگر حسین (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگا۔ جب یہ مٹی اسی شیشی میں سرخ ہو جائے گی تو یقین کر لینا کہ میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ مٹی سرخ ہو گئی اور کسی سے غائبانہ آواز میں یہ اشعار سنے:

أَيُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جُهْلًا حُسَيْنًا

اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّذْلِيْلِ

قَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰى لِسَانِ ابْنِ دَاؤُدَ

وَمُوْسٰى وَحَامِلُ الْاِنْجِيْلِ

ترجمہ: اے جہالت سے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والو! سن لو تمہیں بڑا عذاب اور ذلت و خواری ہوگی۔ اس سے قبل تم پر داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام نے لعنت کی۔

بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ اشعار سن کر میں زار زار رونے لگی۔

اعجوبہ: مروی ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان پر سرخی پھیل گئی۔ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان پر شفق کے ساتھ سرخی پہلے ادوار میں نہیں ہوتی تھی یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی۔

نکتہ: ابن الجوزی یہاں پر ایک بہترین نکتہ لکھتے ہیں، وہ یہ کہ جب کسی کو سخت غصہ آتا ہے تو سرخی اس کے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا، لیکن چونکہ وہ جسمانیت سے پاک اور منزہ ہے اسی لئے اپنے غصب کی علامت آسمان سے ظاہر فرمائی تا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت دُنیا والوں کو معلوم ہو۔

اعجوبہ: شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے دِن جس پتھر کو اُٹھایا جاتا وہی خون سے لبریز ہوتا۔

قاتلانِ حسین کے بدانجام کی تفصیل:

ابوالشیخ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے میں شریک تھے یا معین مددگار تھے اُن میں سے ہر ایک فرداً فرداً گندی موت مرا۔ ایک بوڑھے نے یہ روایت سنی تو کہا کہ میں بھی تو حسین (رضی اللہ عنہ) کے قتل میں شریک تھا مجھے تو تا حال کچھ نہیں ہوا۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھا تا کہ چراغ بجھائے۔ اچانک آگ نے بوڑھے پر حملہ کر دیا۔ ہائے آگ، ہائے آگ کہتا ہوا بھاگا، آگ تو اُس کے رگ و ریشے کو جلا رہی تھی۔ اُس نے آگ سے بچنے کے لئے دریائے فرات میں چھلانگ لگا دی لیکن آگ نے اُسے وہاں بھی نہ چھوڑا۔ آخر ہائے آگ، ہائے آگ کہتا ہوا مرا۔ ان میں سے بعض بدبختوں کے چہرے سیاہ ہو گئے، بعض مارے گئے، بعض اندھے ہو گئے، بعض کی نوکریاں چھن گئیں وغیرہ۔

سبق: اہل بیت نبوی کے دشمنوں سے دور رہنا لازمی ہے کیونکہ اُن سے دوستی کرنا

اہلِ بیت سے دُشمنی کرنے کا دُوسرا نام ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اہل بیت کی عزت وعظمت کو دل میں جگہ دے، اللہ تعالیٰ اُنہیں عزت وعظمت بخشے گا۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص تین باتوں کا خیال رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دین کی حفاظت فرمائے گا۔ اور جو اُنکی حفاظت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اِس کے دین کی حفاظت نہیں کریگا۔ وہ تین یہ ہیں۔

(۱) حرمت الاسلام

(۲) حرمت نبی آخر الزماں

(۳) حرمت اہل بیت (قرابت دار حضور علیہ السلام)

جو شخص میری عزت اور انصار وعرب کا احترام نہیں کرتا وہ ان باتوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور متعلق ہے۔

(۱) منافق ہے۔

(۲) ولدالزنا ہے۔

(۳) حیض ونفاس یا ناپاکی کے دوران اُس کا نطفہ ٹھہرا ہے۔

(روح البیان وصواعق محرقہ ابن حجر)

درکار دیں زمر دم بے دین مدد مخواہ

از ماہ منخسف مطلب نور صبحگاہ

ترجمہ: دینی اُمور کی مدد بے دین سے نہ چاہو۔ خسف کی راتوں میں چاند سے صبح کی روشنی مت چاہو۔

گستاخ ولد الزنا ہیں یا حرام زادے:

مذکورہ بالا حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کے گستاخ یا ولد الزنا ہیں یا حرام زادے، فقیر نے آزمایا ہے، ناظرین بھی آزمائیں۔ ایسے ہی جو نیک خاندان سے بد مذہب، وہابی، شیعہ، دیوبندی، مرزائی وغیرہ ہو جاتا ہے تو اس کے نطفے میں بگاڑ ہوتا ہے۔ اگر زنا کا نطفہ نہ ہوگا تو اپنے باپ کا وہ نطفہ ہوگا جو بحالت حیض و نفاس ماں کے پیٹ میں ٹھہرا ہے یا والد گرامی کی سستی سے جماع بعد بلا غسل و بلا وضو دوسرے جماع کے دوران ٹھہرا ہے (اسے ولد الحرام سے تعبیر کیا گیا ہے) اس دوران نطفہ ٹھہرنے سے بچے میں بد مذہبی اور فسق و فجور اور ظلم و جرائم پیشہ اور ام الصبیان کے حملوں کا امکان ہوتا ہے۔ (آج کل ہمارے بھائی شرع مطہرہ کے اصول سے غفلت برتنے کی وجہ سے اولاد کو جس طرح جن رہے ہیں وہ ظاہر و عیاں ہے۔ فقیر اویسی کیا عرض کرے، خدا تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین)

دشمنانِ اہل بیت کا انجام برباد:

عبداللہ ابن حصین جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا پیاسا تھا، میدانِ جنگ میں آپ کو للکارتے ہوئے کہنے لگا: اے حسین! اب پانی تو تمہارے لئے آسمان کے جگر کی طرح نایاب ہو گیا ہے اور قسم بخدا تو پانی کے ایک قطرے کے بغیر پیاسا مر جائے گا۔ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! اسے پیاسا ہی مار دے۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی کہ وہ بار بار پانی پیتا مگر پیاس نہ بجھتی، بالآخر اسی حالت میں مر گیا۔

ورغہ تباہ:

منقول ہے کہ ایک شخص جس کا نام ورغہ تھا بہت بد بخت و نامراد تھا، اس نے حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا، جس وجہ سے آپ پانی نہ پی سکے۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ اے اللہ! اسے پیاس سخت سے مار۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ خبیث چیخ و پکار کرتا اور کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں آگ بھڑک رہی ہے اور میری پیٹھ میں برف لگی ہوئی ہے۔ وہ اپنے سامنے برف اور پنکھے رکھتا اور پیچھے پیٹھ پر آگ کی بھرپور انگیٹھی رکھتا اور پکار کر کہتا مجھے پانی پلاؤ۔ اس کے سامنے ستو، پانی اور دودھ کا اتنا بڑا برتن لایا جاتا کہ اگر پانچ آدمی پیتے تو ان کے لئے کافی ہوتا، وہ بد بخت اکیلا ہی پی جاتا اور پکار پکار کر کہتا کہ میں پیاس سے مر رہا ہوں۔ اسے اسی طرح پانی پلایا جاتا رہا۔ چنانچہ اس بد بخت کا پیٹ اونٹ کی طرح بڑھ گیا اور جب تک زندہ رہا اسی مرض میں مبتلا رہا۔

قاتلانِ امام عالی مقام کا انجام تباہ:

ایک بوڑھا بد بخت جو حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شامل تھا، اُسے پتہ چلا کہ جن لوگوں نے قتلِ حسین میں شمولیت کی ہے وہ اپنی موت سے پہلے ضرور مصائب میں گرفتار ہوں گے۔ وہ بوڑھا کہنے لگا کہ میں بھی کربلا میں موجود تھا مجھے تو آج تک کوئی تکلیف نہیں آئی۔ یہ کہہ کر دیا ٹھیک کرنے کے لئے اُٹھا، آگ بھڑک کر اُسے لگ گئی، وہ زور زور سے چلا رہا تھا، آگ، آگ اور مرتے دم تک ایسے ہی واویلا کرتا رہا۔

قاتلانِ امام کا ذبح ہونا:

منقول ہے کہ ایک شخص جو دُشمنانِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ تھا بوقتِ شہادت حاضر تھا، اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھا ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آستین چڑھائی ہوئی ہیں اور امام عالی مقام کے دس قاتل آپ کے سامنے ذبح ہوئے پڑے ہیں۔ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھے دیکھا تو مجھے لعنت کرتے ہوئے خفگی کا اظہار فرمایا کہ محض اس جرم پر کہ میں نے مخالفت نہ کرتے ہوئے بھی اس لشکر میں شامل ہو کر تعداد تو بڑھا دی تھی۔ پھر آپ نے خونِ حسین رضی اللہ عنہ کے ایک سرے کی سلائی میری آنکھوں میں لگا دی، جب صبح بستر سے اُٹھا تو خود کو اندھا پایا:

چہرے کا سیاہ ہو جانا:

منقول ہے کہ ایک بدبخت شخص نے حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اپنے گھوڑے کے گلے سے باندھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس بدبخت کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اُس سے اِس بارے میں پوچھا گیا: تو تو ایک خوبصورت نوجوان تھا، یہ کیسے ہو گیا۔ بدبخت کہنے لگا کہ جب سے میں نے امام عالی مقام کا سر مبارک اُٹھایا تو ہر رات دو آدمی آتے ہیں، مجھے کندھے سے پکڑتے ہیں، پھر مجھے بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہیں، مجھے اس میں دھکیلنا چاہتے ہیں مگر میں پیچھے ہٹتا ہوں۔ مجھے آگے کھینچتے ہیں۔ اب میری یہ حالت ہے کہ میرا چہرہ سیاہ ہو گیا، پھر وہ بدبخت بری موت سے مرا۔

ازالۂ وہم:

فقیر نے اہلِ بیت کے باب میں صرف اور صرف یعنی اکثر ذکر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہے اس لئے کہ ہمارے دور میں حضرت امام حسین و آل حسین اور سادات کرام کو ذلت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اور اُنکی تحقیر و تذلیل میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے اور یزید کی محبت و عقیدت پر اسی طرح دلائل قائم کئے جاتے ہیں جیسے ہم آلِ حسین اور سادات کرام کی محبت و عقیدت کے لئے دلائل و براہین قائم کرتے ہیں۔ اس طرح سے آل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) و اولاد علی کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے کہ سادات کرام کردار و اعمال میں اتنے سُست پڑ گئے ہیں کہ کردار میں ہر گھٹیا سے گھٹیا انسان خود کو سادات سے بہتر سمجھتا ہے۔ اور علم سے اتنا دور ہو گئے ہیں کہ گویا یہ ان کا ترکہ نہیں۔ اور بد کردار اور بد مذہبوں کی نظروں میں خود کو بہت گرا دیا ہے۔ کاش! سادات کرام، اہل علم و عمل ہوتے تو آج رافضیوں، خارجیوں کے سامنے ہم خدام شرمسار نہ ہوتے۔

اہلِ بیت کے ادب والوں کو انعام:

ذیل میں ہم چند حکایات عرض کرتے ہیں جن سے معلوم ہو کہ اہل بیت کی عزت کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اِنعام نصیب ہوتا ہے۔

ایک سیدہ خاتون کا عجیب واقعہ:

حضرت عبداللہ بن مبارک کا معمول تھا کہ وہ ایک سال حج کرتے اور ایک سال جہاد کیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال جبکہ میرا حج کا سال تھا۔ میں پانچ

سواشرفیاں لے کر حج کے ارادے سے چلا اور کوفہ میں جس جگہ اونٹ فروخت ہوتے ہیں پہنچا تا کہ اونٹ خریدوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ گڑھے پر ایک مری ہوئی بطخ پڑی ہے اور ایک عورت اس کے پاس بیٹھی ہوئی اس کے پر نوچ رہی ہے۔ میں اس عورت کے قریب گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کر رہی ہے؟ وہ کہنے لگی: جس کام سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں اُسکی تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے اس کے کہنے سے کچھ فکر ہوا تو میں نے پوچھنے پر اصرار کیا۔ وہ کہنے لگی. تمہارے اصرار نے مجھے اپنا حال ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا، میں سیدانی ہوں، میری چار لڑکیاں ہیں، ان کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں چکھا، ایسی حالت میں مردار حلال ہے۔ یہ بطخ لے جا کر ان لڑکیوں کو کھلاؤں گی۔ ابن مبارک کہتے ہیں مجھے اپنے دل میں ندامت ہوئی اور میں نے اس عورت سے کہا کہ اپنی گود پھیلا، اُس نے پھیلائی، میں نے وہ پانچ سو اشرفیاں اسکی گود میں ڈال دیں۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ میں وہ اشرفیاں ڈال کر اپنے گھر چلا آیا اور حج کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ جب حجاج فراغت کے بعد واپس آئے تو میں اُن سے ملا۔ جس سے ملتا اور یہ کہتا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہارا حج قبول کرے، وہی یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول کرے۔ اور جب میں کوئی بات کرتا تو وہ کہتے: ہاں ہاں فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں بڑی حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبداللہ! تعجب کی بات نہیں ہے، تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ کی مدد کی تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ تیری طرف سے ایک فرشتہ مقرر کر دے جو ہر سال تیری طرف سے قیامت تک حج کرتا رہے، اب تجھے اختیار ہے چاہے حج کرنا یا نہ

کرنا۔(فضائل حج از زکریا کاندھلوی رسالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور)

فائدہ:(۱) یہ واقعہ اسلاف رحمہم اللہ کی کتب میں موجود ہے لیکن ہم نے مخالفین کی کتاب اور رسالہ سے نقل کیا تا کہ سند رہے۔ خدام الدین نے حکایت نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس واقعہ میں ہمارے اور آپ کے لئے کئی پہلو ایسے ہیں جو سبق حاصل کرنے کے ہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا پسند ہے اور یہ عمل دینی اعتبار سے بھی اور اخلاقی لحاظ سے بھی کتنا بلند اور اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن ہمارے اندر جہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں وہاں ہم نے دوسروں کی مدد کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

(۲) تبصرہ اویسی غفرلہ:

نہ صرف مذکورہ فائدہ حاصل ہوا بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سادات کی تعظیم و تکریم پر کتنا بڑا انعام نصیب ہوا کہ ہر سال حضرت عبداللہ کی طرف سے ایک فرشتہ ہمیشہ حج کرتا رہے گا۔

(۳) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سادات کی تعظیم و تکریم پر خوش ہو کر دعائیں دیتے ہیں اور آپکی الحمد للہ ہر دعا مستجاب ہے۔

(۴) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کے حال سے باخبر ہیں، آپ پر کسی کا حال مخفی نہیں خواہ وہ عمل اتنا پوشیدہ ہو کہ سوائے اُس کے اور کسی کو معلوم نہ ہو، اسی لئے ہم کہتے ہیں ۔

فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

(فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

(۵) اسی معنیٰ پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم علم غیب کلی کا عالم اور حاضر و ناظر اور عالم کائنات میں متصرف باذن اللہ وعطاء مانتے ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم اور ادب کا کعبہ معظمہ کے سامنے

عجیب نظارہ!

جب ہشام بن عبدالمالک اپنے والد کے دور میں حج کرنے گیا، طواف کرتے ہوئے کوشش کی کہ حجر اسود کو بوسہ دے لیکن نہ دے سکا۔ اس کے لئے کرسی بنائی گئی جس پر بیٹھ کر حجاج کے ہجوم کو دیکھا۔ اس کے ساتھ اعیان دولت و ارکان مملکت بھی تھے لیکن لوگوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اچانک سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ حسین و جمیل تھے، آتے ہی طواف کرنے لگے۔ جونہی آپ حجر اسود کے قریب پہنچے تو لوگ آپ کے لئے خود بخود حجر اسود سے دور کھڑے ہو گئے تا کہ آسانی سے حجر اسود کو بوسہ دے سکیں۔ یہ منظر دیکھ کر ہشام نے شامیوں سے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں جنکی ہیبت سے لوگ حجر اسود کو چھوڑ کر ان کے لئے فارغ کر دیا۔ اس نے عمداً کہہ دیا: نامعلوم یہ کون ہے اس خطرہ سے کہ اہل شام ان سے وابستہ نہ ہو جائیں۔ فرزدق شاعر نے کہا: اجازت ہو تو میں ان کا تعارف کراؤں۔ شامیوں نے کہا ضرور تعارف کرائے۔ فرزدق نے بہت بڑا قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار تبرکاً حاضر ہیں۔

هٰذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادَ اللّٰهِ كُلِّهِمِ
هٰذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرِ الْعَلَمِ
هٰذَا الَّذِيْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَابَهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلِّ الْحَرَمِ

ترجمہ: یہ انکی اولاد سے ہیں جو تمام مخلوق سے افضل ہیں یہ پرہیزگار اور ظاہراً باطن پاک مشہور و معروف بزرگ ہیں یہ وہ ہیں۔ جن کے قدوم میمنت لزوم کو بطحاء پاک اور مکہ اور حل وحرم کا ذرہ ذرہ جانتا ہے۔

فرزدق کو قید از ہشام اور اہلِ بیت سے اِنعام:

ہشام غصہ سے بھر گیا، اسی لئے فرزدق کو قید کرا دیا جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے بارہ ہزار درہم بطور عطیہ بھجوائے لیکن فرزدق نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے بلا کسی طمع و لالچ کے آپکی منقبت پڑھی تھی۔ آپ نے پھر دوبارہ بھیج کر فرمایا، تیری نیت کو اللہ جانتا ہے، میں نے بھی اس ارادہ پر نہیں بھجوائے کہ تو نے ہمارا قصیدہ پڑھا بلکہ ویسے احسان و مروت کے طور حاضر ہے۔ ویسے تجھے اللہ بڑا اجر عطا فرمائے کہ تو نے بلا طمع و لالچ ہماری منقبت پڑھی۔ فرزدق کو جب آپ کا والا نامہ پہنچا تو اس نے والا نامہ کو چوما اور عطیہ پاس رکھ لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ایک دُوسرے کا ادب کرنا:

شعبی سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کاتب وحی، اپنی والدہ کی نماز جنازہ پڑھائی، اسکے بعد انکی سواری کے لئے اونٹ لایا گیا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی نکیل پکڑی، اس پر حضرت زید نے کہا: اے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے! میری رکاب چھوڑ دیجئے (کیونکہ مجھے آپ کی قرابت رسول سے شرم آتی ہے) اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم عالموں کی قدر ومنزلت کریں۔ پھر حضرت زید نے اُتر کر اُن کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہلِ بیتِ رسول کی تعظیم وتوقیر کریں۔

(مدارج النبوۃ)

فوائد: (۱) صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے پیش نظر ادب کر رہے ہیں، یہی ہمارا مطلب ہے کہ نسبت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم واجب التعظیم ہے اور وہی حضرت زید نے کیا کہ اُونٹنی سے اُتر کر ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

(۲) بوسہ معظمات سنت صحابہ ثابت ہوا

(۳) اہلِ بیت کا اطلاق نہ صرف آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہم کے لئے ہے بلکہ جملہ اقارب رسول مع ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۴) اہل علم کی تعظیم وتکریم اہل بیت کا شیوہ ہے۔ جو اہل بیت ہونے کا مدعی ہو یا بہت بڑے مراتب دنیوی یا دینی کا حامل ہو کر اہل علم کی عزت نہ کرے، وہ متکبر ہے۔

ماں کا مارا:

سب کو معلوم ہے کہ ماں باپ کا گستاخ کبھی نہیں بخشا جاتا جب تک ماں باپ راضی نہ ہوں، لیکن افسوس ہے کہ بے ادب لوگ تو اس طرف توجہ نہیں دے رہے،

ہمارے عوام بھی اُنہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، حالانکہ واضح مسئلہ ہے کہ ہمارے ماں باپ محبوبانِ خدا بالخصوص انبیاء، صحابہ واہل بیت واولیاء کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ایک ماں کے گستاخ کا حال پڑھیے، ابن حوشب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں ایک بار ایک علاقہ سے گزرا، وہاں ایک قبرستان تھا۔ عصر کے بعد میں دیکھا کہ ایک قبر شق ہوگئی اور اُس میں سے آدمی نکلا، اس کا سر گدھے کا تھا مگر جسم آدمی کا تھا وہ قبر سے نکل کر تین بار گدھے کی طرح ہنہنایا اور پھر قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہوگئی۔ میں نے اہل قبیلہ سے اس قبر والے کا حال پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ شرابی تھا۔ جب اسکی ماں اسے نصیحت کرتی تو وہ کہتا کہ خواہ مخواہ تو گدھے کی طرح چیختی ہے۔ چنانچہ وہ عصر کے بعد مر گیا اور ہر روز عصر کے بعد اسکی قبر شق ہوتی ہے اور وہ تین بار چیختا ہے۔

مقامِ غور:

جب ماں کے گستاخ اور بے ادب کا یہ حال ہے تو بتایئے انبیاء بالخصوص امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام واہلِ بیت عظام واولیائے کرام کے بے ادب و گستاخ کا کیا حشر ہوگا؟ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

گستاخانِ اولیاء وعلماء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

حضرت امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ نے تفسیر روح البیان میں لکھا کہ منکرین اولیاء ہامان، نمرود، فرعون اور جادوگروں کے نقشِ قدم پہ چل رہے ہیں۔

یہ لوگ اولیاء اللہ سے بدظن کرنے میں طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اسکے پیاروں کے انوار تاقیامت چمکتے رہیں۔ کسی نے اس مضمون کی ترجمانی یوں کی ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیر
چراغ مقبلان ہر گز نمیرد

ترجمہ: اگرچہ زمانہ سارا مٹ جائے لیکن مقبولانِ خدا کا چراغ ہرگز نہ بجھے گا۔

مثنوی شریف میں ہے۔

ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو
شمع کے میرد بسوزد پوز او

ترجمہ: جو بھی اللہ کی شمع بجھانے کے لئے اس پر پھونک مارتا ہے، شمع نے کیا بجھنا ہے اُلٹا اسکی ناک جل جائے گی۔

ف: سورج کو اللہ نے بلندی پر بنایا، اب کسے طاقت ہے کہ وہ اُسے نیچے گرا سکے۔ ایسے ہی مٹی کو اللہ نے سفلی بنایا ہے، اب کون ہے جو اُسے علوی بنا سکے۔ مولانا جامی قدس

سرہ نے فرمایا:

پستست قدر سفلہ اگر خود کلاہ جاہ
براوج زنداز گردش زمان
سفلیست خاک اگرچہ نہ بر مقتضائے طبع
ہمراہ گرد باد کشد سر بر آسمان

ترجمہ: کمینہ نہایت ہی پست قدر ہے اگر چہ بظاہر کتنا ہی بلند قدر ہو، یہاں تک کہ اُسے گردشِ زمانہ سلطنت کی بلندی پر بٹھا دے۔ مٹی اگر چہ بظاہر کم مرتبہ ہے لیکن اسے اسی تواضع پر ہوا اُڑا کر آسمان کی طرف لے جاتی ہے۔

اولیاء کرام کے لئے عوام کو ہدایات:

چونکہ اولیاء کرام کا فیضان تا قیامت جاری رہے گا اسی لئے اُن کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ چند ہدایات اِرشاد فرماتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب قدس سرہ ''ہمعات'' میں لکھتے ہیں:

''ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بر تعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشاں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ پابندی سے مشائخ کا عرس منانا، ان کے مزارات کی پابندی سے زیارت کرنا، فاتحہ صدقہ اور انکے آثار، اولاد اور نسبت رکھنے والوں سے مکمل توجہ کا برتاؤ کرنا، ثواب ہے۔

علاوہ ازیں: اہلسنت کے مراسم و معمولات کا اثبات مخالفین اور ہمارے مقتدر پیشواؤں سے ثابت ہوا۔ مثلاً

(۱) عرس (۲) زیارت قبورِ اولیاء کا التزام (۳) انکے صدقہ و خیرات مثلاً گیارہویں شریف وغیرہ کا اہتمام (۴) ان کے متعلقات مثلاً مزارات اور غلاف اور چوکھٹ وغیرہ کی تعظیم و تکریم (۵) انکی اولاد و خلفاء و دیگر منتسبین کا احترام وغیرہ۔

مشائخ کی مساجد کی تعظیم و تکریم و تبریک:

ہم اہلسنت اولیائے کرام کی مساجد و دیگر قدیم آثار سے پیار کرتے اور انکی زیارت کو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۴ھ "فیوض الحرمین" ص۲۰ میں لکھتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَحْصُلَ لَہٗ مَالِلْمَلَاءِ السَّافِلِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ فَلَا سَبِیْلَ اِلٰی ذٰلِکَ اِلَّا اِعْتِصَامَ الطّٰھٰرَاتِ وَالْحُلُوْلِ بِالْمَسَاجِدِ الْقَدِیْمَۃِ الَّتِیْ صَلّٰی فِیْھَا جَمَاعَاتٌ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ۔

ترجمہ: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُسے وہ مقام حاصل ہو جائے جو فرشتوں کے نچلے طبقہ کا ہے تو اس کے لئے اِس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ پاکیزگی کو لازم پکڑے اور پرانی مساجد میں جائے جہاں بزرگانِ دین نے نمازیں ادا کی ہیں۔

فوائد: (۱) بقول مخالفین حدیث شریف میں تین مساجد کو جانے کے سوا باقی مساجد کو سفر کر کے جانے کی نفی ہے لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی مساجد کی حاضری کو ملکی درجہ عطا فرمارہے ہیں۔ اب مخالفین جانیں اور شاہ ولی اللہ۔

(۲) اولیائے کرام جہاں عبادات میں مشغول رہتے ہیں وہ مقامات مقدس و متبرک ہوتے ہیں اور اُن سے برکات تا قیامت حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اسی لئے ہم محبوبانِ خدا کے مزارات کے علاوہ اُن کی عبادت گاہوں کو بھی مقدس سمجھتے ہیں۔ حضور معین الدین اجمیری قدس سرہٗ کی اعتکاف گاہ حضور داتا اقدس سرہٗ کے مزار کے ساتھ تا حال زیارت گاہ ہے اور اس سے بھی اہلِ ایمان فیوض و برکات پاتے ہیں۔

مشائخ و اولیاء کے تبرکات کا مرتبہ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

اِنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا صَارَ مَحْبُوْبًا فَکَانَ مَنْظُوْرَ الِلْحَقِّ وَ لِلْمَلَاءِ الْاَعْلٰی عُرُوْسًا جَمِیْلًا فَکُلُّ مَکَانٍ حَلَّ فِیْهِ اِنْعَقَدَت وَ تَعَلَّقَتْ بِهٖ همم الملاء الاعلی وَانسَاقَ اِلَیْهِ اَفْوَاجُ الْمَلَائِکَةِ وَاَمْوَاجُ النُّوْرِهٖ لَا سِیَّمَا اِذَا کَانَتْ رَحْمَةٌ تَعَلَّقَتْ بِهٰذَا الْمَکَانِ وَالِلْعَارِفِ الْکَامِلِ مَعْرِفَةَ وَ حَالَ لَهٗ هِمة یَحِلُّ نَظْرُ الْحَقِّ یَتَعَلَّقُ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَ بَیْتِهٖ وَ نَسْلِهٖ وَ نَسْبِهٖ وَقَرَابَتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ یَشْمِلُ الْمَالَ وَالْجَاهَ وَ غَمْرَه وَیُصْلِحُهَا فمن ثمه تَمَیَّزَتْ مَآ ثِرِ الْکُمَّلِ مِنْ مَآ ثِرِ غَیْرِهِمْ۔

(فیوض الحرمین ص ۴۹)

انسان جب مقامِ محبوبیت پر پہنچ جائے تو وہ حضرتِ حق میں منظور ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ کے لئے دلہن کی مانند ہوتا ہے، پھر ہر وہ جگہ جس میں وہ اُترے گا اُس کے ساتھ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں وابستہ ہونگی۔ فرشتوں کی فوجیں اور نور کی موجیں اسکی طرف متوجہ ہوں گی، بالخصوص جب اُس کی ہمت اس مکان سے متعلق ہوگی۔ اور وہ عارف جو معرفت

اور حال میں کامل ہوتا ہے اُسکی ہمت میں حق تعالیٰ کی ایسی نظر ہوتی ہے جو اس کے اہل مال، گھر، نسل، نسب، قرابت، دوست، مال وجاہ وغیرہ سب ہی کا احاطہ کر لیتی ہے اور ان تمام چیزوں کی اصلاح کرتی ہے، اس لئے کاملین کے آثار دوسروں کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں اہلِ فہم اور دانشمندوں کے لئے شاہ ولی اللہ کے اتنے الفاظ کافی ہیں، اور ضدی اور ہٹ دھرم کا نہ ماننا اس کی بدقسمتی کی علامت ہے۔

مشائخ اولیاء کی نشستگاہ کی تعظیم وتکریم اور تبرک:

امام احمد بن محمد مصری مالکی معاصر شیخ محقق دہلوی رحمہما اللہ نے کتاب مستطاب فَتْحُ الْمُتَعَالِ فِی مَدْحِ خَیْرِ النِّعَالِ میں امام اجل خاتمۃ المجتہدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی قدس اسرارہم، نقل فرمایا:

وَحَكٰى جَمَاعَةٌ مِنَ الشَّافِعِيه اَنَّ الشَّيْخَ الْعَلَّامَةَ تَقِيُّ الدِّيْن أَبَا الحَسنِ عَلِيًّا السُّبْكِي أَلشَّافِعِيْ لَمَّا تَوَلّٰى تَدْرِيْس دَارِالْحَدِيْثِ بِالْاَ شْرَفِيَّةِ بِالشَّامِ بَعْدَ وَفَاتِ الْاِمَامِ النووی هٰذَا مَنْ يَفْتَخِرُ بِهِ الْمُسْلِمُوْنَ خُصُوْصًا الشَّافِعِيَّةَ أُنْشِدَ لِنَفْسِهٖ وَفِي دَارِالْحَدِيْثِ لَطِيْف مَعْنًى اِلٰى بَسْطٍ لَهَا أَصْبُوْ وَآوِى لَعَلِّيْ اَنْ اَمَسَّ وَجْهِيْ مَكَانًا مَسَّهٗ قَدَمَ النواوی وَاِذَا كَانَ هٰذَا آثَارُ مَنْ ذُكِرَ فَمَا بَالُكَ بِآثَارِ مِنْ شَرْفِ الْجَمِيْعِ بِهٖ۔

شافعیہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ تقی الدین سبکی امام نووی کی وفات کے

بعد شام کے دارالحدیث میں درس حدیث کے لئے مقرر کئے گئے۔

بالخصوص شافعیہ یہاں تدریس کو ایک عظیم اعزاز سمجھتے تھے۔ اشعار کہتے کہ دارالحدیث میں ایک لطیف خصوصیت ہے، اس کے بچھونوں کی طرف مائل ہوں، شاید میری جبین ناز کو اس مقام پر لگنا نصیب ہو جہاں نووی کے قدم لگے ہوں تو جب علماء کے آثار کا یہ حال ہے تو اس ذات کے آثار کا کیا حال ہوگا جن سے تمام کو شرف حاصل ہوا۔ یعنی حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کا نشان۔

فائدہ: تبرکات کے متعلق مزید فقیر کی کتاب ''البرکات فی التبرکات'' پڑھئے۔ یہی بنیادی مسائل ہیں جن میں ہمارا اور وہابیوں، دیوبندیوں کا اختلاف ہے۔ وہ محبوبانِ خدا صلی اللہ نبینا وعلیہم وسلم کے تبرکات و آثار کے دشمن ہیں اور ہم اُنہیں جان سے عزیز تر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ترکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و دیگر محبوبانِ خدا کے تبرکات و آثار کی جان سے بھی زیادہ حفاظت کی لیکن نجدی نے تمام تبرکات و آثار جڑ سے اکھیڑ ڈالے۔ اسی سے ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دیوبندی وہابی نجدی کے چیلے ہیں اور ہم محبوبانِ خدا کے عشاق۔ (اس سلسلے میں صلاح الدین محمود کی کتاب ''نقش اول یا خاکِ حجاز کے نگہبان'' مطالعہ فرمائیں)

اصحابِ کہف کی بے ادبی سے موت:

مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روم میں جنگ کے لئے تشریف لے گئے، آپ کا اُسی کہف سے گزر ہوا تو کہنے لگے کاش! ان حضرات سے حجاب اُٹھ جاتا تو ہم انکی زیارت کر لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کون ہوتے

ہوان کو دیکھنے والے، تمہارے سے افضل واعلیٰ ذات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انکے دیکھنے سے روکا گیا تھا:

کما قال تعالیٰ: لَوِاطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا۔

(پ۱۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اُن کے روکنے سے نہ رکے اور کہا: میں ان کے حالات سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں، چنانچہ چند آدمی اس غار میں داخل کیے اور حکم دیا کہ انہیں دیکھ کر انکی کیفیت ہمیں بتلاؤ۔ جب وہ اس غار میں داخل ہوئے تو ایسی زوردار ہوا چلی کہ ہوا نے اُنہیں جلانے کے بجائے غار سے باہر پھینک مارا۔

سوال:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غار میں داخل ہونے کی ممانعت کا حکم کہاں سے لیا حالانکہ صریح ممانعت تو آیت میں نہیں ہے؟

جواب:۔ آیت سے یہ معنیٰ دلالۃً ثابت ہوا، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی ہیبت رکھی ہے کہ دیکھنے والا اُنہیں پورے طور نہیں دیکھ سکتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے روکنے پر نہ رکے کیونکہ صریح ممانعت تو تھی نہیں اور دلالۃً جو معنٰے ثابت ہوتا ہے اُس سے اُنہوں نے یہ سمجھا کہ اطلاع کی ممانعت صرف ان کے اُس زمانہ تک محدود تھی جب وہ تین سو سال کے بعد اُٹھے اور لوگ ان کے حالات سے آگاہ ہوئے اور پھر ان کے دوبارہ آرام فرمانے پر ان کے اوپر مسجد بنائی۔ لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے تا قیامت پہ محمول فرمایا: اور یہی قول مبنی بر ثواب اور حق ہے۔ (روح البیان پ۱۵)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بے ادبی سے انجام بد:

سید ابوبکر غزنوی اپنے والد مولانا داؤد غزنوی کی ''سوانح حیات'' کے ص ۱۹۱ پر یہ واقعہ درج کرتے ہیں۔

مفتی محمد حسن صاحب نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنوی کا ایک واقعہ سنایا۔ واقعہ یوں ہے کہ امرتسر میں ایک محلّہ تیلیاں تھا، جس میں اہلِ حدیث حضرات کی اکثریت تھی، اس محلّہ کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے، وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے، ایک مرتبہ مولوی عبدالعلی نے کہا ''ابوحنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ اُنہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور اُن سے کہیں زیادہ مجھے یاد ہیں''۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے، انہوں نے یہ بات سنی تو اُن کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اُنہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسہ سے نکال دو۔ وہ طالب علم مدرسہ سے نکال دیا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا۔ ''مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہوجائے گا''۔

مفتی محمد حسن صاحب راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہوگیا اور لوگوں نے اسے ذلیل وخوار کر کے مسجد سے نکال دیا۔

ولی کی دشمنی:

اس واقعہ کے بعد کسی نے مولوی کے متعلق مولانا عبدالجبار غزنوی سے سوال

کیا'' حضرت آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب '' کافر'' ہو جائے گا''۔ فرمانے لگے جس وقت مجھے اسکی گستاخی کی اطلاع ملی تو اسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔

(حدیث قدسی، بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع، مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

میری نظر میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ولی اللہ تھے، جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا ہے، اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟

گستاخ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا انجام برباد:

امامِ اعظم کی شان گرامی قدر میں گستاخی کرنے والے کا کیا حشر ہوا کہ اس کو اس کی سب سے بڑی متاع دولت ایمان سے محروم کر دیا گیا اور اہل محلّہ نے اس کو ذلیل وخوار کر کے دھکے دے کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ بے ادب غیر مقلدین سے ہماری درد مندانہ گزارش ہے کہ وہ اس عبرت ناک واقعہ کو آویزۂ گوش بنائیں اور امام اعظم کی شان میں تقریر و تحریر کی گستاخانہ جسارتوں کے ارتکاب سے احتراز کریں ورنہ اپنے عبرتناک انجام اور المناک حشر کے لئے تیار رہیں کیونکہ مولانا سیالکوٹی کے الفاظ میں ''اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران ونقصان ہے''۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۷۲)

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اپنی مشہور تصنیف ''تاریخ اہل حدیث'' میں لکھتے ہیں:

''ہر چند میں سخت گناہ گار ہوں، لیکن ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبداللہ، عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے کو پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً آئمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول رحمت کا ذریعہ ہے۔ اس لئے بعض اوقات خداوند تعالیٰ اپنے فضل عظیم سے کوئی فیض ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے''۔

بدظنی کی سزا:

اس مقام پر اسکی صورت یوں ہے کہ جب میں نے ایک مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام ابو حنیفہ سے متعلق تحقیقات کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہو گیا معاً اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کر۔ میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور اُن کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اُس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اسوقت سے میری حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن عقیدت نہیں کہا کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑنا بے سود ہے۔ (ھذا واللہ ولی الھدایہ۔ تاریخ اہل حدیث ص ۱۷۷)

درس عبرت:

امام الائمہ، سراج الامت، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف بدگمانی اور سوءظن کے جذبات پیدا ہونے سے کیا بھیانک نتیجہ ظاہر ہوا۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے قلب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدظنی کے خیالات پیدا ہوتے ہی بطور سزا ان کی آنکھوں کی بصارت سلب کر لی جاتی ہے اور ظُلُمٰتٌ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ کا منظر پیش کرتی ہے۔ اور جب وہ اس بدگمانی سے تائب ہوتے ہیں تو فوراً اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں۔ امام اعظم کی شان اقدس میں گستاخی اور دریدہ ذہنی کرنے والے حضرات ان اسباق کو پڑھ کر اصلاح احوال کی کوشش کریں اور اپنی بے قابو زبانوں کو لگام دیں۔

انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام کا گستاخ حرام زادہ:

قطع نظر غیر مقلدین (جو کہ انبیاء اولیاء کے دیوبندیوں سے زیادہ منہ پھٹ ہیں) کے اپنے اعتراف و اقرار کے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بے ادب اور گستاخ ولد الزنا یا کم از کم ولد الحرام ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ کا ایک مشاہدہ ملاحظہ ہو۔

حرامزادے کی نشانی:

منقول ہے کہ چند بچے ایک جگہ گیند کھیل رہے تھے، اتفاق سے گیند امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جماعت حاضرین میں جا گری، مگر وہاں کوئی لڑکا بپاس ادب نہیں جا سکتا تھا۔ ان میں سے ایک لڑکے نے کہا کہ میں لاتا ہوں، چنانچہ وہ گستاخانہ چلا گیا اور

گیند لے آیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے لڑکا حلال زادہ نہیں ہے۔ تحقیق کی گئی تو امام صاحب کا فرمانا صحیح ثابت ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے کیسے جانا کہ یہ حلال زادہ نہیں۔ فرمایا کہ اگر حلال زادہ ہوتا تو اس کو حیا مانع ہوتی۔ (اسکی تفصیل فقیر نے گستاخان اہل بیت کے باب میں تفصیل سے لکھدی ہے)

امامِ اعظم اور ادبِ اُستاد:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بے ادب اور گستاخ کو حرام زادہ کہا اور خود ادبِ اُستاد کے بارے میں فرمایا کہ جس دن سے حضرت حماد رحمہ اللہ نے انتقال کیا ہے جب سے ہر نماز کے بعد اپنے ماں باپ کے ساتھ اُن کے لئے مغفرت کہتا ہوں اور انکے گھر کی طرف میں نے کبھی اپنے پاؤں نہیں پھیلائے باوجودیکہ میرے اور انکے گھر درمیان سات محلے واقع ہیں۔ اور استغفار کرتا رہتا ہوں اپنے جملہ اساتذہ وشاگردوں کے لئے۔ (اُستاد کے حقوق اور انکی تعظیم وتکریم کی تفصیل اور حکایات فقیر کی کتاب العِلّ اللّذِید فِی آدابِ التِلمیذ کا مطالعہ کیجئے)

غلاف چور اندھا ہو گیا:

چند دن کی بات ہے کہ ایک شخص نذیر احمد ولد مولا بخش آرائیں نے ''عباسیہ ملز'' رحیم یار خان میں واقع آستانہ عالیہ حضرت قبلہ سید دلبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے غلاف چرالیا اور فوراً ہی روانہ ہو پڑا۔ عین وقت پر پتہ لگنے پر مجاور وغیرہ نے تعاقب کر کے ''کبیر اواہ'' پل پر جا پکڑا۔ ملزم کھڑا تھا مگر اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں اس لئے چل نہیں سکتا تھا، دریافت کرنے پر ملزم نے خود ہی زبانی واقعہ سنایا

کہ میں نے غلاف چرالیا اور روانہ ہو پڑا، پل تک میری دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں، ناچار کھڑا ہونا پڑا، قصوروار ہوں۔ اسی ثناء میں ملزمان وافسران اور دیگر سینکڑوں اشخاص نے واقعہ سنا اور دریافت کیا۔ بعد میں ملزم کو تھانہ سٹی رحیم یار خاں پیش کیا گیا۔ مقدمہ درج ہو کر ملزم طبی معائنہ کے لئے ہسپتال بھیجا گیا۔ ڈاکٹر نے نتیجہ دیا کہ ملزم کی آنکھوں کے دونوں انڈے صحیح موجود ہیں مگر بینائی بند ہے اور یہ لا علاج ہے۔ دوبارہ ایم ایس نے بعد ملاحظہ کیا لیکن یہی کچھ نتیجہ دیا جو پہلے ڈاکٹر نے دیا تھا۔ ملزم نے اپنا صحیح واقعہ سنا دیا جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔ پھر ملزم کا چالان کرنے وعدالت کی کاروائی کے بعد جیل بھیج دیا گیا تو وہاں جماعت اسلامی کے چند مولوی پہنچ گئے۔ نذیر احمد نے ملزم سے الٹے سیدھے سوال پوچھنے شروع کر دیئے کہ تم کو پولیس نے زدوکوب کیا ہوگا اور لوگوں نے مار پٹائی کی ہوگی۔ تب تمہاری بینائی بند ہوگئی ہے۔ ملزم نے کہا کہ اُسے کسی شخص نے بھی اُنگلی تک کا اشارہ نہیں کیا، نہ لوگوں نے مارا ہے نہ پولیس نے، میری آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں، مگر ارتکاب جرم کے فوراً بعد اندھی ہوگئیں۔ یہ صاحب مزار کی کرامت ہے اسمیں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ (ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور ۷ اپریل ۱۹۷۹ء)

غلاف چوروں کا لطیفہ:

پاکستان میں محکمہ اوقاف بنانے سے پہلے مزارات سے غلاف چوری زوروں پر تھی۔ فقیر نے بچپن سے مزارات سے غلاف چوری کے خوب منظر دیکھے۔ غلاف چور عموماً بارلیش وہابی، دیوبندی ہوتے لیکن محکمہ اوقاف میں جب سے یہ لوگ بھرتی ہوئے تو مزارات کے مجاور بن بیٹھے۔ اب مزارات پر جا کر دیکھو یہ لوگ ایسے سنجیدہ نظر آئیں گے گویا

پشتوں سے مجاور ہیں اور اب غلاف چوری بھی گھٹ گئی ہے کیونکہ چور اب مجاور بن گئے ہیں۔ طرفہ یہ کہ ان لوگوں کا فتویٰ بھی ہے کہ مزارات کی آمدنی خنزیر سے بھی زیادہ حرام ہے۔ اب الحمدللہ مزارات کی آمدنی زیادہ تو یہی لوگ ہضم فرمار ہے ہیں بلکہ اب تو انکی اولاد بھی مزارات کی آمدنی سے پیدا ہو رہی ہے کیونکہ اولاد جوہر غذا سے ہی تو ہوتی ہے۔

وزیرِ بے تدبیر کا انجام:

صاحب روح البیان اپنی تفسیر کے گیارہویں پارہ میں لکھتے ہیں کہ:

ابراہیم وزیر نے سلطان محمد رابع کے دَور میں میرے شیخ کامل قدس سرہ کو شہر بدر کر دیا اور آپ شہر کمنی میں چلے گئے، اس سے قبل آپ قسطنطنیہ میں مقیم تھے۔ اس وزیر بے تدبیر کو چند روز کے بعد بادشاہ نے شہر بدر کر دیا۔ اس کے بعد وہی وزیر بے تدبیر قتل کر دیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد وزارتِ عظمیٰ مصطفیٰ المعروف بابن کوپر یلی سلیمان کو منتقل ہوگئی۔ اس بے تدبیر وزیر نے بھی کسی غرضِ فاسد کے تحت میرے شیخ کامل قدس سرہ کو جزیرہ قبرص کی طرف شہر بدر کر دیا۔ اس وزیر کو بھی ایک سال کے اندر ہلاک کر دیا گیا۔ اس سے تمام لوگوں کو عبرت ہوئی کہ اللہ والوں کی مخالفت ومخاصمت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ حضرت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے شیخ کی بہت فکر رہتی تھی جب وہ جزیرہ کی طرف شہر بدر کر دیئے گئے تو اسی اثناء میں مجھے ایک خط ملا جس میں لکھا تھا:

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (پ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ: ان کے لئے عجلت نہ کیجئے جب اُنہیں اُن کے وعدہ کے مطابق سزا ملے گی تو وہ

خود کہیں گے کہ ہم گھڑی بھر ٹھہرے ہیں۔ یہ پیغام ربانی پہنچ گیا اور صرف قوم فاسق ہی ہلاک ہوگی۔ اس کے بعد وہی ہوا کہ وزیر بے تدبیر مارا گیا۔ یہ بھی میرے شیخ کامل قدس سرہٗ کی ایک کرامت تھی۔

ولی اللہ کے گستاخ کو سزا:

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے صوبہ بہار دریائے سون بھدر کے قریب ایک آبادی میں ٹھہرے۔ شام کا وقت ہوا تو فقراء اور خود حضرت مخدوم رفع ضروریات کے لئے قافلہ سے باہر چلے گئے اور ایک شخص کو سامان کی نگرانی کے لئے قافلہ کی جگہ قیام پر چھوڑ دیا گیا۔ اس علاقے کے رئیس کا لڑکا، اتفاقیہ طور پر وہاں آ گیا اور اس درویش سے نہایت تذلیل آمیز گفتگو کرنے لگا اور آخر میں اس نے ایک پتھر درویش کے سر پر مار دیا جس سے کافی خون بہہ گیا۔ واپسی پر جب حضرت مخدوم کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ جس جگہ درویش کا خون بہتا ہے وہاں خیر نہیں ہوتی، ویرانہ ہو جاتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ جگہ خراب و ویران ہوگئی۔

فوائد: (۱) ولایت کی گستاخی سے تباہی و بربادی ہوتی ہے خواہ ولی اللہ اُس کے خلاف دعا کرے یا نہ۔

(۲) اللہ والوں کو اولیاء کی عزت و عظمت کا علم ہوتا ہے۔

(۳) دنیادار اہل اللہ کے مقامات سے ہمیشہ بے خبر ہوتے ہیں۔

حجاج ظالم کے انجام کی کہانی:

کون نہیں جانتا کہ حجاج نے زمانہ امن میں سوالاکھ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسکی موت پر حسن بصری نے کہا۔ مسلمانوں کا فرعون مر گیا۔ اُس کے متعلق مختصر تحریر ضروری ہے۔

حجاج کون:

خلافت بنی امیہ کے حکام میں حجاج بن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہ ہوئی مگر یہ شہرت عدل وفیض رسانی کی نہیں تھی بلکہ قہر اور ظلم وزیادتی کے سلسلہ میں تھی۔ تاریخ میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہے۔

یزید پلید کے بعد:

قاتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد اُموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ یہ حجاج بن یوسف ہی تھا جس نے اپنی بے پناہ ظلم وستم اور بے روک سفاکی سے از سرِ نو سلطنتِ بنی اُمیہ کی گرتی ہوئی عمارت کو نئے سرے سے مستحکم کیا۔

ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ:

خلفائے بنی اُمیہ کو سب سے بڑا خطرہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے تھا۔ جن کی حکومت اموی حکومت کی حریف اور جن کا مرکز مکہ معظمہ میں تھا، اور جس کی سرحدیں شام تک پھیل چکی تھیں۔ لیکن حجاج بن یوسف نے اپنے جبر اور ظلم سے اس خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور اس ظالم حکمران نے مکہ کا محاصرہ کر لیا، خانہ کعبہ پر منجنیقیں

لگا کر بری طرح اس مقدس مقام پر سنگ باری کی، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو انتہائی سفاکی سے قتل کر کے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔

زُبان دراز:

حجاج کی تلوار جس قدر سفاک تھی اتنی ہی اس کی زبان تیز تھی، چنانچہ اُس نے عراق میں جو پہلا خطبہ دیا وہ عربی ادب میں مشہور ہے، اس خطبہ کے بعض جملے یہ تھے۔

میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی نظریں اُٹھی ہوئی ہیں اور گردنیں اُونچی ہو رہی ہیں، جس سے ظاہر ہے مغرور سروں کی فصل پک چکی ہے اور فصل کی کٹائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہہ رہا ہے۔ حجاج نے جو کچھ اپنے خطبہ میں کہا تھا وہ کر دکھایا۔ عراق میں اُس کے ہاتھوں اس بری طرح قتل ہوا کہ ہر جگہ لاشوں کے انبار دکھائی دیتے تھے۔

ظلم کی اِنتہا:

بیان کیا جاتا ہے کہ لڑائیوں کے علاوہ حالتِ امن میں اس نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کئے تھے۔ بڑے بڑے علماء مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُس نے اُڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کرام کے ہاتھوں پر گرم کر کے اس نے سیسے کی مہریں لگا دیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر جیسے صحابیوں کو اس نے قتل کیا۔ موجودہ زمانے کی استعماری طاقتوں کی طرح اُس کا بھی اُصول یہ تھا کہ حکومت کے استحکام کے لئے ہر بات جائز ہے۔ حکومتیں رحم وعدل سے نہیں بلکہ قہر وتعزیر سے مضبوط بنائی جاتی ہیں۔

قہرِ خداوندی:

اس عہد کے عارفین اور صلحاء حجاج کو خدا کا قہر اور عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے، حجاج اللہ کا عذاب ہے اپنے بازوؤں کی طاقت سے اُسے دور کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سنی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز سجدے میں گر پڑے اور بے اختیار انکی زبان سے نکلا: اس امت کا فرعون مر گیا۔

عذابِ خداوندی:

یہ جابر اور ظالم اِنسان تمام عمر مخلوق خدا کے لئے عذاب بنا رہا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب اُس کا آخری وقت آیا تو خود اُس پر کیا گزری۔ جس موت کے گھاٹ وہ ہزاروں اِنسانوں کو اپنے ہاتھوں سے اُتار چکا تھا جب اُسی گھاٹ پر اُس کی باری آئی تو اس پر کیا بیتی۔

بیماری یا عذاب:

عراق پر بیس برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اسکی بیماری بھی بڑی عبرت انگیز ہے، اُس کے معدے میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو اُسے ہر وقت بے چین کئے رہتے تھے۔ اور جسم میں اس قدر سردی دَوڑ گئی تھی کہ آگ سے بھری ہوئی بہت سی انگیٹھیاں اُسکے بدن سے لگا کر رکھی جاتی تھیں مگر پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی۔ اس کا جسم اگرچہ جھلس جاتا تھا مگر جسم کی برودت کم نہ ہوتی تھی۔ گویا اس دُنیا میں ہی اُس کے معدہ میں جہنم کے کیڑے پیدا ہو گئے تھے، اور اس کے گرد

بھی جہنم کی آگ روشن ہوگئی تھی، غرضیکہ حجاج نا قابل برداشت تکالیف میں مبتلا تھا۔

موت کے وقت:

حجاج بن یوسف کو جب زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اُس نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے بٹھادو اور لوگوں کو جمع کرو، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی، موت اور اُس کی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اسکی تنہائی کا ذکر کیا، دنیا اور اس کی بے ثباتی پر تبصرہ کیا، آخرت اور اُسکی ہولنا کیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اِعتراف کیا۔ پھر چند اشعار پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا:

''میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ وہ میرے ساتھ رعایت کرے گا لیکن اگر وہ عدل کر کے مجھ پر عذاب کا حکم دے تو یہ اس کی طرف سے ہرگز زیادتی نہ ہوگی''۔

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہ موقع اس قدر دردانگیز تھا کہ مجلس میں سے کوئی بھی اپنے آنسو نہ روک سکا۔ اُس نے اپنے کاتب سے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کو خط لکھوایا:

''امابعد، میں تمہاری بکریاں چراتا تھا، ایک خیرخواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلہ کی حفاظت کرتا تھا، اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا اور چراہ گاہ برباد کردی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی کوئی اِنتہا نہیں''۔

حسن بصری اور حجاج:

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکالیف کا ذِکر اور

شکوہ کیا تو اُنہوں نے کہا۔ میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا مگر افسوس تو نے نہیں سنا، اب اس کی سزا بھگت۔

حجاج کی خفگی:

حجاج نے خفا ہو کر کہا: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کو دُور کرنے کے لئے دُعا کرو، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری رُوح قبض کرے، اب زیادہ عذاب کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور یہ کہہ کر بے اختیار رونے لگا۔

ابو منذر کا وعظ:

اِسی اثناء میں ابو منذر یعلی مزاج پرسی کے لئے آئے اور پوچھا: حجاج موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟ حجاج نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ اے یعلی! کیا پوچھتے ہو، شدید مصیبت، سخت تکالیف اور ناقابل بیان الم اور درد میں مبتلا ہوں۔ سفر دراز ہے اور توشہ میرے پاس نہیں ہے۔ آہ! میری ہلاکت، اگر اس جبار اور قہار نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میں تباہ ہو جاؤں گا یہ کہہ کر اِتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔

انجام برباد:

ابو منذر یعلی نے کہا، مجھے بہت کم امید ہے کہ تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے حجاج! خدا اپنے اُنہی بندوں پر رحم فرماتا ہے، جو نیک دل اور نیک نفس ہوتے ہیں اور اُسکی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہامان اور فرعون کا ساتھی تھا، تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی، تو نے ملتِ اِسلامیہ ترک کردی تھی اور راہِ حق سے ہٹ گیا تھا اور صالحین کے طور طریقہ سے دُور ہو گیا تھا۔ تو ہرگز رحم کا مستحق نہیں، تو نے نیک انسانوں کو

قتل کر کے اُن کی جماعت فنا کر ڈالی، تابعین کی جڑیں کاٹ کر اِسلام کے گلشن کو اُجاڑ دیا۔ افسوس! تو نے خالق کی نافرمانی کی اور وجاہت کا غلام بنا رہا۔ تو نے خون کی ندیاں بہا دیں، لوگوں کی جانیں لیں اور آبروئیں برباد کیں، تو نے نہ دین ہی کو پہچانا اور نہ ہی دنیا کو، آج تیرے لئے نہ نجات ہے اور نہ دادفریاد کیونکہ تو آج کے دن سے ہمیشہ غافل رہا۔ تو جس امت کے لئے ساری عمر مصیبت بنا رہا، خدا کو اس امت پر رحم آ گیا اور امت کو تجھ سے نجات مل گئی، اب تیرا تاسف بیکار ہے۔

تقریر: حجاج ابومنذر کی یہ سخت تقریر سن کر مبہوت ہو گیا اور بڑی دیر تک سناٹے کے عالم میں رہا، پھر اُس نے ٹھنڈا سانس لیا، آنکھوں میں آنسو تھے اور آسمان پر نظر اٹھا کر کہا۔ اِلٰہی! مجھے بخش دے کیونکہ لوگ کہتے ہیں تو مجھے نہیں بخشے گا۔ پھر اُس نے سکراتِ موت کی انتہائی سختی کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیں اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

فوائد: (۱) یہ ہے دُنیا کے ایک مشہور اور ظالم کا دَردناک اور عبرت انگیز انجام!

(۲) آجکل ایک گروہ اُسے یزید کی طرح بہت بڑا پاکباز اور خادمِ اِسلام ثابت کر رہا ہے۔

(۳) ہاں اسکی خدمات قرآنیہ بھی ہیں لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کے چند نیک اعمال سے وہ پاکباز و خادمِ اِسلام کہلانے کا حق دار ہو۔

بے اَدَب کی نسل منقطع:

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ شیخ قوام الدین کا ایک بیٹا تھا

جسے انہوں نے تیغ نظر اور قہر سے مار ڈالا تھا۔اس کا قصہ یوں ہے کہ آپ کا بیٹا سرکاری نوکر تھا لیکن قوام الدین کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ فقیر کا بیٹا نوکر شاہی ہو۔ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے جب حضرت شیخ قوام الدین کی جائے رہائش سے اس کا گزر ہوا تو لوگوں نے کہا، نیچے اتر جا اور باپ کا ادب کر لیکن اس نے غرور جوانی میں آ کر کچھ نہ سنا۔ جب والد ماجد کے قریب پہنچا تو والد کو سخت غصہ آیا اور فرمایا ابھی تمہاری گردن نہیں ٹوٹی۔ یہ کہنا تھا کہ وہ گھوڑے سے گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔اس طرح ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو گیا لیکن سلسلہ طریقت باقی رہا جو سلسلہ مینائیہ کے نام سے موسوم ہے اور آج تک جاری ہے۔(ملفوظات خواجہ غلام فرید)

فوائد: (۱) اسلاف کو نوکر شاہی سخت ناپسند تھی۔

(۲) غرور و تکبر نامراد مرض ہے۔

(۳) ماں باپ کے بے ادب کا انجام برا ہے۔

(۴) اگرچہ بے ادب کتنا ہی بلند قدر ہو، سزا پاتا ہے۔

(۵) اللہ والوں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

ولی اللہ کا مارا:

ضلع کچہری گوجرانوالہ میں اکثر و بیشتر ایک اللہ لوک سائیں مجذوب کیف کی حالت میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر دکھائی دیتا ہے۔آج وہ تلا پہلوان کی دکان پر آیا اور اُسے ایک بسکٹ کھانے کے لئے دیا جسے تلا پہلوان نے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا

اور مجذوب کو گالیاں دینی شروع کر دیں، جس پر مجذوب نے پیش گوئی کی کہ تیری زندگی صرف دو منٹ باقی ہے، تو گالیاں کیوں دے رہا ہے۔ یہ کہہ کر ابھی مجذوب چند قدم دُور گیا ہوگا کہ تلا پہلوان کی حرکتِ قلب بند ہوگئی اور اُس نے موقع پر دم توڑ دیا۔

(نوائے وقت لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

فائدہ: ہم چونکہ نشۂ دُنیوی میں گرفتار ہیں اسی لئے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اللہ والے چونکہ روحانیت سے سرشار ہیں اِسی لئے اُنکے لئے آخرت کے معاملات عیاں ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ والوں کو اللہ اپنے پردہ میں رکھتا ہے، اسی لئے وہ ہمارے جسوں سے مخفی رہتے ہیں، بالخصوص مجذوب صورت لوگوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ محبوبانِ خدا میں سے ایک ایسا واقعہ ہے جو اس دَور میں ظاہر ہوا، جہاں اللہ والوں کا انکار زوروں پر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ کے مخالف کو کوڑے لگائے گئے:

کسی عارفِ کامل نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے امام غزالی رحمہ اللہ کا نام لے کر فرما رہے ہیں: هَلْ فِي أُمَّتِكَ حِبْرٌ کیا آپ کی امت میں بھی غزالی جیسا مولوی ہے۔ اُنہوں نے عرض کی: نہیں۔ کسی مغربی مولوی نے اس خواب کی کہانی سن کر نہ صرف امام غزالی کی فضیلت کا انکار کیا بلکہ انکی کتاب ''احیاء العلوم'' کو جلا دیا۔ پھر اس مغربی مولوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہ صرف منہ پھیر لیا بلکہ فرمایا اُس کی قمیص اُتار کر کوڑے مارے جائیں۔ جب وہ مولوی بیدار ہوا تو کوڑے کے آثار اپنے جسم پر پائے اور مرتے دم تک اُس کے جسم پر نشان پائے گئے۔

پھر وہ مولوی اپنی غلطی سے نہ صرف تائب ہوا بلکہ ''احیاء العلوم'' شریف کو سونے کے پانی سے لکھوایا۔ (شواہد الحق ص ۳۴۲)

فوائد: (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے علماء سے خوش ہوتے ہیں۔

(۲) عالم بالا، عالم اسفل آپکے لئے برابر ہے۔

(۳) علماء کے دشمنوں سے آپ نہایت ناخوش ہیں، بلکہ اُسے دنیا میں سزا دیتے ہیں ورنہ آخرت میں تو سخت سزا ہے۔

(۴) بے ادبی پر تائب ہو تو سزا معاف نہیں ہوتی لیکن آئندہ رحمت سے اُمید ہو سکتی ہے۔

سیدنا صابر کلیری رضی اللہ عنہ:

حضرت علاؤالدین احمد صابر رضی اللہ عنہ سیدنا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول ہیں جن کا سلسلہ صابریہ چشتیہ مشہور ہے۔ آپکے گستاخوں اور بے ادبوں کی سزائیں اور بے نصیبیاں مشہور ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ اُنکی سوانحعمری مرتب جناب الٰہی بخش اجمیری مرحوم شائع کردہ دین محمد لاہور میں سے درج کرتا ہے۔

بے ادب انگریز گستاخ کی موت:

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی کے بعد امن و امان ہو گیا تو حاکمِ وقت یورپین سیر و سیاحت کرتا ہوا جناب کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ حاضرین وقت نے اور خادم

نے اُصول زیارت سے آگاہ کردیا کہ آپ جوتا اور بوٹ اُتار دیں پھر تشریف لاویں، مگر اُس نے کچھ پرواہ نہ کی اور اندر داخل آستانہ کے حصہ اول ہی میں قدم رکھا کہ اس کے پیٹ میں درد ہوا حتیٰ کہ اس قدر بیتاب ہوا کہ ڈولی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے (کیمپ رڑکی) تک گیا۔ آخر مر گیا۔

سعودیوں کا برا انجام:

گزشتہ چند سالوں کی بات ہے کہ ملک فہد (سعودی بادشاہ) مدینہ طیبہ آیا جبکہ ابھی خالد ملک تخت نشین تھا۔ اس کے فوجی افسر بوٹوں سمیت بارگاہِ رسول تک چلے گئے۔ واپس ریاض (دارالخلافہ) جاتے ہوئے ہوائی جہاز گرا تو وہی بے ادب فوجی پاش پاش ہو گئے۔ (مدینہ طیبہ میں تا حال یہ واقعہ بہت مشہور ہے)

انجینئر کو سزا:

جب نہر کی تیاری کے لئے نشان دہی کی گئی تو نشان دار بیل لگا تا کلیر تک آیا۔ موجودہ پل کے سامنے سے نقار خانہ کے برابر کو نشان لایا۔ حاضرین وقت نے کہا: یہاں سے فرق نشان ختم کر دیں مگر اُس نے ایک نہ سنی۔ وہ انجینئر نشان ڈال کر چلا گیا۔ جب شب کو خیمہ میں سونے گیا تو خود بخود چوب خیمہ سے الٹا لٹک گیا۔ رات بھر لٹکا رہا، توبہ وغیرہ کی، نیاز قبول کی تب نجات ہوئی۔ صبح کو نیاز دلائی، شب کو نقار خانہ پر روشنی کی دوسرے روز موجودہ جگہ نہر کا نشان دیا۔ جہاں اب نہر رواں ہے۔

(ف) بعض کرامات کے نشانات تا دیر رہتے ہیں۔

سادھو کی بربادی:

ایک زمانہ سابقہ میں کوئی سادھو چلا آرہا تھا کہ اُس نے مقام مزار مبارک پر دور سے دیکھا کہ انوار کے برکات کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ فیضان دیکھ کر جل گیا اور ارادہ کیا کہ اگر مسلمان کا مزار ہوگا تو اس مزار کو زمین کے برابر کردوں گا۔قریب مزار معلیٰ آکر جانب قدم مبارک کسی اوزار چمٹہ وغیرہ سے ایک سوراخ کیا اور منہ ڈال کر دیکھا۔ بس وہیں گردن پھنس گئی اور مر گیا۔

(ف) اولیاء کرام کی شان بے دینوں سے نہیں دیکھی جاسکتی، پھر اسکی سزا بھی پاتے ہیں۔

بے ادب قید میں:

ایک رات راجہ رنجیت سنگھ لاہوری کی ہردوار جانے کے لئے آئی۔کلیر میں قرب درگاہ معلےٰ قیام کیا اور خوب شور وغل گانے بجانے کا کر رہے تھے۔خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چند ان کو منع فرمایا مگر باز نہ آئے۔حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ شمس یہ کیا ہے؟ خواجہ شمس الدین نے فرمایا: حضور برات ہے۔آپ نے فرمایا: منع کرو۔خواجہ صاحب نے فرمایا۔ بہت منع کیا نہیں مانتے۔حکم ہوا قید کردو۔خواجہ صاحب نے فرمایا، حضور انور میں کس طرح قید کر سکتا ہوں۔سامنے ایک پیالہ پڑا تھا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا: اس پیالہ کو اُلٹا کر دو۔ پیالہ اُلٹا کرتے ہی وہ راستہ بھول گئے۔ سب براتی ایک رات دن قید رہے۔بعض کہتے ہیں کہ ایک مدت قید رہے۔آخر حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں گئے، ان سے عرض کیا۔انہوں نے فرمایا: وہاں جا کر

معافی چاہو آخر صابر کلیری کی خدمت میں حاضر ہو کر قصور کی معافی چاہی۔ آخر رحم آیا معاف فرمایا۔

فائدہ: ایک ولی اللہ ناراض ہو جائے تو دُوسرا ولی سفارش نہیں کرتا جب تک پہلا راضی نہ ہو۔

سیٹھ کو سزا:

چند سال پہلے کا واقعہ ہے کہ بمبئی کے چند سیٹھ آئے ڈیرہ جمالیا، رہنے لگے، طوائف کو بھی ہمراہ رکھتے۔ اُس کو پشواز بھی گیارہ سو روپیہ کی بنا دی۔ رات دن عیاشی میں غرق رہتے۔ بندگان خدا نے ہدایت کی مگر نہ مانے۔ آخر عصر کے وقت خیمہ میں آگ لگی باوجودیکہ اُس وقت قریب قریب آگ نہ تھی تمام مال و متاع جل کر راکھ ہو گیا، [illegible]م کے کپڑے رہ گئے اور کرایہ کے محتاج ہو گئے۔ اپنے کیے کی سزا کو پہنچے، ان کا خیمہ باغ کی جانب تھا۔

فائدہ: دُنیا کا نشہ تکبر و غرور میں ڈالتا ہے۔ عموماً اولیاء کرام کے دُشمن اور بے ادب گستاخ لوگ اسی دنیا کے نشہ میں آکر بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں، اسی لئے ان کا انجام برباد ہوتا ہے۔

گستاخ کا انجام برباد:

ایک شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک عرصہ ہوا رحلت فرما گئے

ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آپکی والدہ ماجدہ زندہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں زندہ ہیں۔ پھر اس نے کہا، میں نے سنا ہے کہ آپکی والدہ بڑی خوبصورت اور حسینہ ہیں اس لئے میں اُن سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ اُن کا نکاح میرے ساتھ کردیں۔ آپ نے یہ اہانت سن کر صبر کیا اور اُس کو جواب دیا تو یہ کہ وہ خود عاقلہ بالغہ ہیں، اُنہیں اپنے نکاح کا اختیار ہے، میں اُنکو مجبور نہیں کرسکتا، ہاں البتہ پوچھ سکتا ہوں۔ اُس مرد نے کہا: بہت اچھا، دریافت کیجئے۔ خدا کی شان پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو اس گستاخ کی گردن دھڑ سے علیحدہ تھی۔ اللہ تعالٰی کو اپنے برگزیدہ دوست کی خاطر غیرت آئی۔ اُسی وقت اُس بد بخت کا سر تن سے جدا ہو گیا۔

با بزرگان مشو بحلم دلیر

سپر آفتاب تیغ زن است

ترجمہ: بزرگوں کے حلم سے اُن پر دلیر نہ ہو کیونکہ آسمانی آفتاب خوب تلوار مارتا ہے۔

فائدہ: صبر کا انجام اور پھل میٹھا ہے اور محبوبانِ خدا کے گستاخوں کی سزا بہت سخت ہے۔

حکایت فقیر:

ایک فقیر کا ذکر ہے کہ جس کو ۶، ۷ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ ایک سال بموقعہ عرس شریف ایک فقیری لباس سے آراستہ تھا۔ شب کو آستانہ عالیہ کے صحن میں جہاں مستورات تھیں، ان میں چند نوجوان لڑکیاں تھیں وہ بھی اُن ہی کے درمیان لیٹ گیا۔ جس کے اُوپر دل آتا تھا تمام رات اُس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی، نہ خود سویا نہ اُس کو سونے دیا۔ آخر لڑکیاں تنگ ہو کر ۴ بجے صبح کو باہر آگئیں۔ اِتفاقاً میرے پیر صاحب قبلہ باہر

کے حوض پر رونق افروز تھے، بیری کیطرف جا رہے تھے۔ ان لڑکیوں کے پیچھے پیچھے فقیر بھی آیا، وہ لڑکیاں حضور کو دیکھ کر حضور کے پاس آگئیں، اور کہنے لگیں: میاں اس نامراد نے تمام رات ہم کو چھیڑا، نہ آپ سویا نہ ہم کو سونے دیا۔ حضور نے درگاہ کی جانب منہ کر کے عرض کیا کہ مخدوم کے آستانہ کی اب یہ حالت، رفتہ رفتہ اس واقعہ کی آستانہ عالیہ میں شہرت ہوگئی۔ اور سجادہ نشین صاحب تک خبر پہنچی۔ حکم ہوا پکڑ کر لاؤ۔ یہی خبر جماعت فقرا کو ہوئی اُنہوں نے اپنا پیادہ بھیجا کہ جہاں ملے پکڑ کر لاؤ، وہ جماعت فقراء کا ملزم ہے یہاں جماعت میں لاؤ۔ اِتفاقاً وہ جنگل کی طرف جاتا تھا۔ ایک دُوسرے شخص سے بگڑ گیا۔ اس شاہ صاحب نے اس کو اندھا وغیرہ کہا۔ اس غریب شخص نے معافی وغیرہ چاہی مگر شاہ صاحب اور تیز ہوئے۔ آخر حشر یہ ہوا کہ لٹھ پڑنے لگے۔ شاہ صاحب ادھر سے جماعت فقرا کے آدمی پکڑ کر جماعت میں لے جا کر پیش کیا۔ وہاں سزا قرار پائی کہ کپڑا وغیرہ اتار کر سب بال مونڈ وا کر آگ لگا دی جائے۔ ایسے ہی کیا گیا۔ احقر کو اس حال سے پھر اسکی شکل نظر نہ آئی۔ (صابر کلیر)

(ف) برے کاموں کی فوراً سزا ملتی ہے۔

ولی اللہ کی بے ادبی کرنے سے بربادی:

تقسیم ملک سے قبل کراچی میں مسٹر پی، سی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم تھے وہ کئی مفید کتب کے مصنف ہیں۔ ذیل کا واقعہ ان کی کتاب سے ماخوذ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کے واقعات محب ملک وملت جناب احسان قریشی صابری صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج سیالکوٹ نے اپنے مشاہدے سے کہیں، آپ کا یہ مضمون

یکم مئی ۱۹۶۴ء روزنامہ ''کوہستان'' لاہور کے ملی ایڈیشن کی زینت بنا۔ ہم نے ''انوارا لصوفیہ'' قصور سے نقل کیا ہے۔

وکٹوریہ روڈ کراچی پر آج سے ربع صدی قبل ایک فقیر کا مزار تھا جو وہاں صدیوں سے آباد تھا۔ کہتے ہیں یہ فقیر کراچی کے منگو پیر کا چھوٹا بھائی تھا جو کہ بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مشہور ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں مذکورہ علاقے کا ایک قطعہ اراضی کراچی کے ایک مشہور پارسی تاجر سہراب جی، رستم جی نے خریدا۔ اُس زمانے وہاں ایک درویش مزار کا مجاور تھا۔ اس درویش کو سہراب جی، رستم جی نے حکم دیا کہ وہ چلا جائے کیونکہ اُنہیں کوٹھی بنوانی تھی۔ وہ مزار کو بھی سطح زمین کے برابر کرنا چاہتے تھے۔ فقیر نے بہت منت وسماجت کی کہ مزار کو نہ چھیڑا جائے اور باقی اراضی کو کوٹھی کے لئے مختص کر لیا جائے لیکن سہراب جی نے درویش کی اس استدعا کو ٹھکرا دیا۔ مسٹر رن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ درویش نے سہراب جی کے خلاف بددُعا کی اور بددُعا کے بعد حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گیا۔ کوٹھی کی تعمیر شروع ہو گئی، تعمیر کے سلسلہ میں بنیادیں کھودتے وقت دو سانپ زمین سے نکلے جنہوں نے ایک مزدور کو ڈس کر ہلاک کر دیا، دوسرا مزدور ہانپتا کانپتا کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا مگر دوسرے دن لکڑی کے پشتہ سے دوسری منزل سے گر گیا۔ سخت زخمی ہوا، اور ہسپتال جا کر مر گیا۔ ابھی کوٹھی آدھی بنی تھی کہ چوکیدار کا لڑکا چونے کی بھٹی میں کھیلتا کھیلتا جا گرا اور گرم گرم چونے میں فوراً بھسم ہو گیا۔ اس وقت تک بھی کسی کو خیال نہ آیا کہ فقیر کی بددعا اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ تمام لوگ اس وہم میں تھے کہ ان لوگوں کا آخری وقت آ پہنچا اور موت واقع ہو گئی۔ جب کوٹھی تعمیر ہو گئی تو چوکیدار بھی ایک دن حادثہ کا شکار ہو گیا۔ کوٹھی کا سب سے اُوپر کا حصہ تا حال

سیمنٹ سے تعمیر نہیں ہوا تھا۔ ایک معمار نے بعارضہ بخار چھٹی لی ہوئی تھی، معاً ایک اینٹ گری اور چوکیدار کے عین سر پر لگی، وہ غریب وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ جب کوٹھی میں سہراب جی، رستم جی منتقل ہو گئے تو دو ماہ بعد اُنہوں نے اپنے بھتیجے کو کوٹھی کے چھجہ پر کھیلتے اور نیچے گرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آٹھ سال کا بچہ تھا اور اس پارسی خاندان کا پہلا فرد تھا جو اس کوٹھی میں موت کا شکار ہوا۔ اس حادثہ کے بعد سہراب جی اکثر مغموم رہنے لگے اور دس روز بعد ان کی حرکت قلب بھی بند ہو گئی۔ اب اس کوٹھی کا واحد مالک ان کا اکلوتا بیٹا دوراب جی تھا جو خود بھی چالیس سال کے لگ بھگ تھا۔ اسے پھوڑا نکلا چھ ماہ علاج ہوا۔ آخر سول ہسپتال میں آپریشن تک نوبت آئی۔ آپریشن کامیاب نہ ہو سکا۔ دوراب جی ہسپتال ہی میں انتقال کر گیا۔ اس کا لڑکا ہرمزجی کالج کا طالب علم تھا ان حادثات نے اس کی حالت غیر کر دی، آخر اس نے بھی کسی لڑکی سے محبت میں ناکام ہو کر پوٹاشیم سائیانائڈ سے خودکشی کر لی۔ اس پارسی خاندان کی آخری نشانی ایک خاتون مس دوراب رہ گئی تھی۔ وہ اس کوٹھی میں کبھی رہائش پذیر نہیں ہوئی تھی۔ اس نے یہ کوٹھی ایک انگریز جوڑے مسٹر اور مسز ایلڈ کو کرایہ پر دے دی۔ ڈیڑھ ماہ بعد مسٹر ایلڈ پر دیوانگی طاری ہو گئی، انہوں نے اپنی اہلیہ پر کسی معاملہ میں شبہ کیا اُس کا گلہ کاٹ کر بعد میں اپنے گلے پر ریزر چلا لیا اور دونوں ختم ہو گئے۔ (بحوالہ کتاب مذکور ص ۲۲ تا ۱۰۱)

یہ واقعات ۱۹۳۰ء کے قریب ہیں اور مسٹر پی۔ سی اُن کے چشم دید ہیں۔ ان واقعات کے بعد کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کوٹھی کو کرایہ پر لے یا خریدے۔ ایک سال تک یہ کوٹھی خالی رہی۔ فسٹ نارفوک رجمنٹ کے چار سپاہی (جن میں ایک کارپول تھا) ایک علیحدہ بنگلہ کے خواہش مند تھے۔ اُنہیں سمجھایا گیا کہ اس بنگلہ پر ایک فقیر کی بد

دُعا کا اثر ہے اور اُسکی رُوح اِدھر اُدھر منڈلاتی رہتی ہے اور انتقام کے درپے ہے، لیکن وہ سن کر ہنس پڑے۔ انہیں گزشتہ واقعات بھی یکے بعد دیگرے بتائے گئے لیکن اُنہوں نے دوبارہ ان توہمات کا مذاق اُڑایا۔ ان کے زور دینے پر یہ کوٹھی اُنہیں کرایہ پر دے دی گئی، اُن میں سے جو کارپول تھا اُس نے دُوسری رات ہی خواب میں ایک فقیر کو دیکھا، فقیر ایک قبرستان میں کھڑا تھا۔ چار تازہ قبریں اُس کے پاس تھیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا: ''مٹی، ہوا، آگ اور پانی۔ مٹی، ہوا، آگ اور پانی''۔

یہ الفاظ فقیر نے کوئی دس بارہ بار دُہرائے اور غائب ہو گیا۔ کارپول نے علی الصبح خواب اپنے ساتھیوں کو سنایا۔ اُنہوں نے ہنس کر ٹال دیا، ایک سال بعد وہی کارپول جس نے خواب دیکھا تھا، بلڈنگ کے ایک گڑھے میں مردہ پایا گیا، اُسکی موت کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ خیال ہے کہ اُسے سانپ نے ڈس لیا یا اُسکی حرکت قلب بند ہو گئی۔
اس طرح مٹی نے اپنا پہلا شکار ختم کر دیا۔ دُوسرا سپاہی انگلستان میں، تین ماہ کی چھٹی پر گیا۔ وہاں اُس نے لندن کے فلائنگ کلب میں ایک ماہ تک ہوائی ٹریننگ صرف شوقیہ لی۔ آخری روز وہ ایک ہوائی حادثہ میں بمعہ دو ساتھیوں کے ہلاک ہو گیا۔ اس طرح ہوا کا وار ختم ہوا۔

تیسرا سپاہی آگ کا شکار اس طرح بنا کہ موسمِ سرما میں اُسکی لالٹین سے اُس کے کمبل کو آگ لگ گئی اور بری طرح جھلس گیا۔ سی ایم ایچ ہسپتال کراچی میں دو ماہ زیر علاج رہا مگر جانبر نہ ہو سکا۔

اب صرف ایک سپاہی رہ گیا تھا اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اب اُسکی باری ہے اور وہ پانی کے حادثہ ہی سے مرے گا۔ اُس نے فوراً کوٹھی خالی کر دی اور اپنے فوجی کوارٹروں

میں جا بسا وہاں وہ بڑی احتیاط کرتا۔ سمندر، دریا، نہر میں کبھی نہ نہاتا بلکہ جان کے خوف سے کئی کئی روز نہ نہاتا اور کنوئیں سے بیس گز دور ہی رہتا مگر فقیر کی بددعا سے بچ نہ سکا اور پانی کے حادثہ ہی کا شکار ہوا۔ موسم گرما میں وہ ایک دن سوڈا واٹر کی برف میں لگی ہوئی بوتل کھول رہا تھا کہ بوتل پہلے ہی پھٹ گئی۔ کئی ٹکڑے منہ پر لگے اور اُس نے جان دے دی، اُس کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا تھا۔ آخر کار اس منحوس کوٹھی کی مالکہ رودابہ نے اس کوٹھی کو مسمار کرایا۔ چند مسلمانوں سے پوچھ گچھ کر کے ایک قبر اس جگہ تعمیر کرا دی۔ جہاں اس کے مورث اعلیٰ سہراب جی، رستم جی نے کئی سال پہلے مزار کو مسمار کرایا تھا۔ اب پھر یہ میدان تھا اور صاحب جلال بزرگ کی قبر اسی طرح بن چکی تھی جیسے پہلے تھی۔

۱۹۴۷ء میں مملکت خداداد پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور کراچی کی آبادی روز بروز بڑھنے لگی۔ اس جگہ سے متعلق پرانی داستانیں سن کر کسی شخص کا حوصلہ نہ ہوا کہ عمارت بنوائے، پلاٹ ویسے کا ویسا غیر آباد۔ ۵۵-۱۹۵۴ء میں اس پلاٹ کو امریکن قونصل نے خرید لیا تاکہ امریکہ کا نیا قونصل خانہ تعمیر کیا جائے۔ مسٹر راچرڈ فوٹرا جو امریکی ماہر تعمیر کے انچارج آفیسر مقرر ہوئے۔ انہیں بہتیرے لوگوں نے پرانی باتیں اور سابقہ واقعات سنائے لیکن اُنہوں نے مذاق اڑاتے ہوئے یہ بات سفیر تک پہنچا دی۔ امریکی سفیر نے اپنے عملہ کو ۱۰ اگست ۱۹۵۷ء کو حکم دیا کہ:

(۱) پیر کی قبر کو اسی طرح رہنے دیا جائے اُسے مت چھیڑا جائے۔ قونصل خانہ باقی جگہ تعمیر کیا جائے اور قبر پلاٹ میں آجائے، قبر کا انتہائی احترام کیا جائے۔

(۲) بنیادیں رکھنے سے پہلے مسلمان مولوی اور عیسائی پادری دونوں بلائے جائیں۔ دونوں اپنی اپنی مقدس کتب کی تلاوت کریں اور اس پیر کے لئے دُعا مانگیں۔

(۳) بنیادیں کھودنے سے پہلے میجر جنرل سکندر مرزا سابق صدر پاکستان نے بنیاد رکھیں۔ اس کے لئے اُن کے مشورے سے تاریخ مقرر کی جائے (سابق صدر سکندر مرزا نے بعد میں اس کے لئے 9-9-57 تاریخ مقرر کی۔ ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو میجر جنرل سکندر مرزا نے ایک خاص تقریب میں جس میں دو مسلمان عالم اور دو عیسائی پادری بھی مدعو تھے) اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہاں نہ صرف قرآنی آیات کا ورد کیا گیا بلکہ اس کے بعد بائبل بھی پڑھی گئی۔ ایک سال کے بعد امریکی قونصل خانہ کی عمارت بڑے ٹھاٹھ سے تیار ہوئی جو تمام ائرکنڈیشنڈ تھی لیکن اس کے باوجود ایک معمار سخت زخمی ہوا۔ ایک مزدور نے غلطی سے بجلی کا تار چھولیا اور فوراً مر گیا۔

میجر جنرل سکندر مرزا سابق صدر پاکستان کو جلاوطن کر دیا گیا اور انکی جگہ انقلابی حکومت قائم ہوئی۔ ۱۹۶۹ء میں کسمپرسی کے عالم میں سکندر مرزا راہی ملک عدم ہوا۔ اُن کی موت پر نہ تو مملکتِ اسلامیہ پاکستان کا پرچم سرنگوں کیا گیا اور نہ ہی سرکاری طور پر چھٹی ہوئی۔ وطن سے دور جلاوطنی میں ہی انتقال ہوا اور پس مرگ جسدِ خاکی کو ارضِ پاکستان میں لایا گیا اور اب کوئی بھولے سے بھی یاد نہیں کرتا جسے کسی وقت پاکستان ایسی عظیم مملکت کی صدارت کا منصب اعلیٰ حاصل تھا۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

سلطان المشائخ حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہٗ کی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی، دین کے امیر شریعت، کے خلاف بددُعا:

مولانا غلام محمد (مدظلہ) نے لکھا کہ:

جناب حافظ عبداللہ صاحب ساکن محلّہ قصاباں سیالکوٹ قریب ریلوے اسٹیشن متصل مارکیٹ گوشت نے بندہ سے خود بیان کیا کہ تحریک خلافت کے ایام میں ایک جلسہ بمقام ڈنگہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات منعقد ہوا۔ میں خود اس میں موجود تھا۔ دیوبندی مذہب کے امیر شریعت مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے حضرت قبلہ عالم خواجہ خواجگانِ چشت اہل بہشت مرشدنا و مولانا حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ ناپاک کلمات کہے۔

''میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کا غلام تھا مگر کیونکہ آپ ہمارے ساتھ نہیں ملے اور تحریکِ خلافت میں نہ ملنا کفر ہے اس لئے میں نے بیعت توڑ ڈالی ہے''۔

چنانچہ حضرت قبلہ عالم کو اس ناپاک جرأت کا علم ہوا تو آپ کو ازحد صدمہ و رنج ہوا، فرمایا کہ اس کا خاتمہ خراب ہوگا۔ (دیوبندی مذہب)

گھر کی گواہی:

عطاء اللہ بخاری کے سوانح نگار مثلاً جانباز مرزا اور شورش کشمیری وغیرہما بخاری کے حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے مرید ہونے کے مصدق ہیں اور ساتھ یہ بھی انہیں اقرار ہے کہ بخاری صاحب کے عبدالقادر دیوبندی رائے پوری دُوسرے پیرو

مرشد ہیں یعنی حضور گولڑوی سرکار قدس سرہٗ کی بیعت فسخ کر کے رائے پوری کا مرید ہوا، ممکن ہے اس دوران اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی ہوئی ہو جس سے حضرت گولڑوی قدس سرہٗ نے ناراض ہوکر اس کے خلاف بددُعا کی ہو جس کا نتیجہ مرنے کے وقت ظاہر ہو جس کی شہادت جانباز مرزا لکھتا ہے۔

''انہوں (ڈاکٹر) نے آکر امیر شریعت کی حالت دیکھی کہ چہرے کی رنگت سیاہ پڑ چکی ہے اور پاؤں پر ورم آ گیا ہے۔(حیات امیر شریعت ص ۵۲)

یاد رہے کہ یہ آخری لمحات کے حالات ہیں جسے بخاری کے اپنے معتقد جانباز مرزا نے لکھے ہیں۔

زُبان بند:

اسی کتاب کے ص ۴۴۸ میں لکھا ہے کہ ۶ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا تیسرا شدید حملہ ہوا جس کا اثر زبان اور گلے پر پڑا۔

اس حملے سے امیرِ شریعت کی زُبان گفتگو سے عاری ہو گئی گلا بند ہو چکا تھا۔

انتباہ: موت انجام کا پتہ دیتی ہے اور بخاری کے یہ لمحات کیا بتا رہے ہیں۔اس پر تبصرہ ہم کریں تو......

ہاں فقیر اپنے اُستاذِ مکرم حضرت علامہ سردار احمد لائکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا نقشہ پیش کرتا ہے جس سے ناظرین کو تبصرہ کرنے میں آسانی ہو۔

محدثِ پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری قدس سرہ'

عاشقِ رسول سیدی وسندی محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ مبارکہ جب لائلپور اسٹیشن سے جامعہ رضویہ لایا جارہا تھا' جنازہ مبارکہ جب کچہری بازار کے سرے پر پہنچا تو انوار وتجلیات کی بارش ہورہی تھی جو کہ عقیدت مندوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھی بلکہ دیکھنے والوں نے اپنے ساتھ چلنے والوں کو بھی دکھائی اور اس نور کی بارش کو دیکھ کر کئی غلط عقیدہ والے تائب ہوئے۔ یادر ہے کہ اس نوری بارش کو جو کہ محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے جنازہ پر ہورہی تھی دیکھنے والے احباب اب بھی موجود ہے اور یہ کرامت اُس وقت مقامی اخبارات میں شائع ہوئی تھی' جن میں سے ایک روزنامہ ''سعادت'' لائلپور مورخہ ۳ شعبان ۱۳۸۲ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء بھی ہے۔

مرتے وقت پاؤں سیاہ پڑ جاتے ہیں:

سیدنا سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پاؤں مبارک پھیلا کر لیٹے ہوئے تھے اور ایک مرید پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا اور حضرت خواجہ بسطامی قدس سرہٗ کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر آگے گزر گیا۔

یہ دیکھ کر اُس مرید نے کہا'' تجھے معلوم نہیں کہ یہ خواجہ بایزید بسطامی لیٹے ہوئے ہیں اور تو اُوپر پاؤں رکھ کر گزر گیا ہے''۔ یہ سن کر اُس بدبخت نے کہا'' بایزید بسطامی ہیں تو پھر کیا ہوا؟'' یہ کہہ کر چلتا بنا لیکن اس بے ادبی کا وبال اُس پر یوں نازل

ہوا کہ جب اُس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس کے دونوں پاؤں سیاہ ہو گئے اور اسی پر بس نہیں بلکہ آج تک اس بدبخت کی نسل میں بھی یہ چیز آرہی ہے کہ جب اُس کی اولاد میں سے کسی کا آخری وقت آتا ہے تو اس کے پاؤں سیاہ ہو جاتے ہیں۔

(رونق المجالس)

چہرہ قبلہ سے پھر گیا

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سرکار اجمیری قدس سرہٗ نے فرمایا: ایک آدمی تھا وہ جب کبھی بزرگانِ دین کو دیکھتا اُن سے منہ پھیر لیتا اور براہِ حسد اُن کو دیکھنا پسند نہ کرتا۔

جب وہ مر گیا اور اُس کو لوگوں نے قبر میں اُتارا اور اُس کا منہ قبلہ رُخ کیا تو فوراً ہی اُس کا منہ پھر کر دُوسری طرف ہو گیا اور بار ہا ایسا ہوا لوگ بڑے ہی حیران ہوئے۔

اچانک ہاتف سے آواز آئی "اے لوگو! کیوں تکلیف اُٹھاتے ہو اس کو یوں ہی رہنے دو کیونکہ یہ دُنیا میں میرے پیاروں سے منہ پھیر لیا کرتا تھا اور جو شخص میرے دوستوں سے منہ پھیرے اُس سے میری رحمت منہ پھیر لیتی ہے اور ایسا شخص راندہ درگاہ ہو جاتا ہے اور کل قیامت کے دن ایسے کو گدھے کی صورت میں اُٹھائیں گے"۔

(دلیل العارفین ص ۲۳)

اَولیاء کے بے اَدب کا خاتمہ خراب:

سنجار میں ایک شخص تھا جو کہ اولیائے کرام پر بلاوجہ طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔ جب

وہ شخص بیمار ہو کر قریب المرگ ہوا تو اُس وقت وہ شخص ہر قسم کی باتیں کر سکتا تھا مگر کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بارہا لوگوں نے اُسے کلمہ سنایا لیکن کسی طرح کلمہ نہیں پڑھ سکا۔

لوگ پریشان ہوئے اور دوڑ کر حضرت شیخ سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے' آپ آئے اور سرکار غوثیت مآب قدس سرہٗ العزیز تشریف لا کر اُس شخص کے پاس بیٹھے اور مراقبہ کیا۔ پھر جب آپ نے سر مبارک اُٹھایا تو اُس شخص نے کلمہ شہادت پڑھا اور کئی بار پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی شیخ سنجاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر طعن کیا کرتا تھا اس وجہ سے اس کی زُبان کو کلمۂ شہادت پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے جب یہ معلوم کیا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی سفارش کی۔

مجھ سے فرمایا گیا ''اے پیارے! ہم نے تیری سفارش قبول کی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ میرے جن ولیوں کی شان میں بے ادبی کیا کرتا تھا' وہ بھی راضی ہو جائیں'' یہ ارشاد سن کر میں مقام حضرت الشریفہ میں داخل ہوا اور حضرت معروف کرخی' حضرت سقطی' حضرت جنید بغدادی' حضرت خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہم سے میں نے اس شخص کی طرف سے معافی چاہی اور اُنہوں نے معاف کر دیا۔

پھر اُس شخص نے بیان کیا کہ جب میں کلمۂ شہادت پڑھنا چاہتا تو ایک سیاہ چیز میری زُبان پکڑ لیتی تھی اور کہتی تھی کہ میں تیری بدزُبانی ہوں پھر اس کے بعد ایک چمکتا ہوا نور آیا اور اُس نے اُس بلا کو رفع کر دیا اور اُس نور نے کہا ''میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی رضامندی ہوں'' پھر اُس شخص نے کہا ''مجھے اس وقت آسمان و زمین کے

درمیان نورانی گھوڑے نظر آرہے ہیں' جن کے سوار بھی نورانی ہیں اور یہ سب سوار ہیبت زدہ ہوکر سرنگوں ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

پھر آخردم تک وہ شخص کلمہ شہادت پڑھتا رہا اور اسی پر اُس کا خاتمہ ہوا۔

(قلائدالجواہر ص ۲۷۷)

باادب بانصیب:

گستاخوں کے مقابلہ کے باادب کے حالات پڑھئے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ کے ولیوں کا ادب و احترام کرنے کا انجام کتنا بہترین ہوتا ہے؟

۱۔ ایک شخص جو کہ بدکردار اور فاسق و فاجر تھا۔ ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ پاؤں دھونے گیا' اتفاق سے حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ دریا پر وضو کر رہے تھے۔ وہ شخص جب ہاتھ پاؤں دھونے کیلئے بیٹھا تو اتفاقاً وہ ایسی جگہ بیٹھ گیا جو حضرت امام مالک کے اُوپر تھی اور حضرت امام مالک نیچے بہاؤ کی طرف بیٹھے وضو کر رہے تھے۔

اُس شخص کو خیال آیا یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول امام وقت وضو کر رہا ہو اور میرے جیسا ایک نالائق انسان اُن سے اُوپر بیٹھ کر ہاتھ پاؤں دھوئے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے نیچے بہاؤ کی طرف آبیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا۔ جب وہ شخص مر گیا تو ایک بزرگ کو خیال آیا کہ فلاں آدمی بڑا ہی فاسق و فاجر تھا۔ دیکھیں تو سہی کہ اُس کے ساتھ

کیا معاملہ پیش آیا؟ اُنہوں نے اس کی قبر پر جا کر مراقبہ کیا اور اُس سے پوچھا بتا!
تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

اُس نے کہا ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری صرف ایک گھڑی امام مالک کے ساتھ ادب کرنے کی وجہ سے معافی ہوگئی۔ (ذکر خیر ص ۲۳۰)

۲۔ شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایک دفعہ ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و گنہگار تھا' وہ ملتان شریف میں فوت ہوا' بعد وفات کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟

اُس نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے''۔

پھر اُس سے پوچھا: بخشش کا کیا سبب بنا؟ اُس نے بتایا ''ایک دن حضرت خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ جا رہے تھے تو میں نے آپ کے دست مبارک کو محبت سے بوسہ دیا اور اسی دست بوسی کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا ہے''۔

(خلاصۃ العارفین ص ۲۰)

امیر خسرو اور پیر کا جوتا:

ایک روز ایک غریب عیالدار شخص نے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں غریب عیالدار ہوں' میری لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ ازراہِ کرم کچھ مرحمت فرمایا جائے۔ تین چار روز سے کوئی نذر و نیاز نہیں آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ ہماری نعلین لے جاؤ تمہارے کام آئے گی۔ وہ شخص حضور محبوب الٰہی کی نعلین اُٹھا کر

ملتان کی جانب روانہ ہوگیا۔ امیر خسرو وشہزادہ سلطان آپ کے مصاحبوں میں سے تھے۔ وہ بھی ملتان سے دہلی تشریف لا رہے تھے۔ اتفاقاً راستہ میں اُس شخص سے ملاقات ہوگئی' پوچھا کہاں سے آ رہے ہو تو اُس شخص نے جواب دیا ''دہلی سے'' دہلی کا نام سن کر آپ نے حضرت محبوب الٰہی کی خیریت معلوم کی۔ اس شخص نے اپنی سرگزشت سناتے ہوئے امیر خسرو کو بتایا کہ حضرت محبوب الٰہی نے مجھے اپنی نعلین عطا کی ہیں۔ آپ نے فرمایا ''یہ نعلین بیچو گے؟'' وہ شخص چونکہ حاجت مند تھا۔ فوراً بول اُٹھا۔ آپ شوق سے خرید سکتے ہیں۔ امیر خسرو نے پانچ لاکھ روپے جو آپ کو سلطان نے بطورِ انعام دیئے تھے' نکال کر فقیر کے سامنے رکھ دیئے اور حضرت کی کفش مبارکہ اپنے سر پر رکھ لیں۔ اسی حالت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ حضور محبوب الٰہی نے فرمایا:

اے ترک ارزاں خریدی۔

ترجمہ: اے ترک تو نے اسے سستا خریدا ہے۔

شیخ کا جوتا:

منقول ہے کہ ایک روز حضرت مولانا وجیہ الدین حضرت محبوب الٰہی کے خاص مرید خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے' واپس جانے لگے تو معلوم ہوا کہ ان کی جوتیاں کوئی چور لے گیا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کو اس واقع کی اطلاع ہوئی' حکم دیا کہ ہماری جوتیاں مولانا وجیہ الدین کو دے دو۔ خدام نعلین مبارک ان کے پاس لائے۔ مولانا نے ان کو بوسہ دے کر اپنے عمامہ میں باندھ لیا اور ننگے پاؤں گھر کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں کسی شخص نے آپ سے کہا تم بھی بڑے

عجیب آدمی ہو۔ حضرت نے تم کو جوتیاں اس واسطے دی تھیں کہ تم ننگے پاؤں گھر نہ جاؤ اور تم نے ان کو سر پر باندھ لیا۔ مولانا نے جواب دیا میرے مخدوم کی جوتیاں میرے سر پر ہی چاہئیں' میری مجال نہیں ہے کہ میں اُن پر پاؤں رکھو۔

تادمِ زیست شیخ کے گھر کی طرف پیٹھ نہ کی:

مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تادمِ زیست اپنے شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں غیاث پور کی طرف پیٹھ نہیں کی اور جو عقیدت و محبت اور اِحترام مولانا برہان الدین کو اپنے پیر کے ساتھ تھا وہ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور یارانِ طریقت کو میسر نہ تھا۔ گویا وہ اس مسئلہ میں اپنے تمام پیر بھائیوں کے مقتداء اور پیشوا تھے۔

اویسی کی آخری اپیل:

یہ تھا وہ ادب و اِحترام جو آج دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔ اس کے بجائے بے ادبی و گستاخی نے لے لی ہے، جسے دین سمجھا جا رہا ہے اور ادب کو شرک و بدعت یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو شرک و بدعت کے فتویٰ جاری کئے جا رہے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب...... بے ادب محروم ماند از فضل رب

ترجمہ: خدا تعالیٰ سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں (کیونکہ) بے ادب فضل رب سے محروم رہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گستاخوں کا بُرا انجام

حصہ دوم

از قلم:

شیخ التفسیر مولانا ابوالصالح

حضرت علامہ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور

ملنے کا پتہ:

مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

بعض بے ادب لوگ اپنی جہالت سے انبیاء و اولیاء کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایسے نادانوں کیلئے مولانائے روم اپنی مثنوی میں کیا اچھا وعظ فرماتے ہیں:

کار پاکاں را قیاس از خود بگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد! کم سے زا بدال حق آگاہ شد!
اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود نیک و بد در دیدہ مشاں یکساں نمود
ہمسری۔ باانبیاء برداشتند! اولیاء را ہمچو خود پندا شتند !
گفت اینک مابشہ ایشاں بشر ماؤ ایشاں بسہ خوابیم و خور!!
ایں نداستند ایشاں از علماء! ہست فرقے درمیاں بے منتہا!!

یعنی بزرگوں کے افعال کو اپنے اُوپر قیاس نہ کرو۔ اگرچہ ظاہر میں دونوں یکساں ہیں، جس طرح شیر وشیر لکھنے میں یکساں ہیں اکثر لوگ اسی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں کہ اولیاء اللہ کے حالات سے کم واقف ہوتے ہیں۔ شقی لوگوں کو دیدۂ بینا میسر نہ ہوئی۔ اچھے اور بُرے اُن کی نظر میں یکساں نظر آتے تھے۔ اس وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہمسری کا دعویٰ کیا۔ اولیائے کرام کو اپنی مثل سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم بھی بشر ہیں، یہ انبیاء بھی بشر ہیں ہم اور یہ دونوں خواب و خورش کے مقید ہیں۔ یہ ان کو دل سے نظر نہ آیا کہ دونوں کے درمیان بے انتہاء فرق ہے۔

اس کے بعد مولانا روم چند مثالیں بیان فرماتے ہیں:

ہر دو یک گل خورد زنبور و نحل　　لیک زیں شد نیش وزاں دیگر عسل
ہر دو گوں آ ہو گیا خورد ند و آب　　زیں یکے سرگیں شد وزاں مشک ناب
ہر دو نے خورد نداز یک آب خور　　آں یکے خالی و آں پُر از شکر!
صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں　　فرق شاں ہفتا و سالہ راہ بیں!

مثال اوّل:

دونوں قسم کے زنبور ایک ہی قسم کے پھول چوستے ہیں۔ یعنی جس طرح کے پھول ایک کی غذا ہیں، وہی دُوسرے کی مگر ایک سے صرف نیش پیدا ہوتا ہے اور دُوسرے سے شہد پیدا ہوتا ہے۔

دُوسری مثال:

دونوں قسم کے ہرن یہی گھاس اور پانی کھاتے اور پیتے ہیں۔ ایک سے صرف سرگین پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے مشک خالص حاصل ہوتا ہے۔

تیسری مثال:

دونوں قسم کے نے ایک ہی گھاٹ پانی پیتے ہیں مگر ایک تو خالی یعنی نرکل اور دوسرا شکر سے پُر ہوتا ہے یعنی نیشکر۔ اسی طرح لاکھوں نظائر دیکھ لو اور ان میں بہت سا فرق ملاحظہ کرلو۔ خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کے کسی ایک امر میں شریک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باقی تمام پہلوؤں سے بھی یکساں ہیں۔

ایں خورد گرد و پلیدی زو جدا وآں خورد گردد ہمہ نور خدا!
ایں خور د زاید ہمہ بخل و حسد وآں خورد زائد ہمہ عشق اَحد!
یعنی اس طرح سمجھ لو کہ اشقیاء اور اتقیاء میں بہت سا فرق ہے۔ ایک طعام کھاتا ہے تو اُس سے پلیدی و بخل و حسد پیدا ہوتا ہے اور دوسرا کھاتا ہے تو اُس سے تمام تر نور خدا یعنی عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

ایں زمین پاک وآں شور است و بد ایں فرشتہ پاک وآں دیو است و دو
ہر دو صورت گر بہم ماندر و است آب تلخ وآب شیریں راصفا است
جز کہ صاحب ذوق نشاسد شراب اوشناسد آب خوش از شورہ آب
جز کہ صاحب ذوق نشناشد طعوم شہد رانا خوردہ کے داند زموم!

اس میں شقی اور سعید کے فرق کا بیان ہے۔ کہ ایک تو مثل پاکیزہ زمین کے ہے یعنی سعید اور دوسرا مثل شیطان و درندہ کے ہے یعنی شقی۔ اس تفاوت کے ساتھ بھی اگر ظاہراً دونوں میں مشابہت ہو تو ممکن ہے دیکھو آبِ شور اور آبِ شیریں میں کتنا فرق ہے مگر ظاہراً صفائی کی صفت دونوں میں ہے۔ اس فرق معنوی کو ہر شخص نہیں سمجھتا۔ مثلاً پینے کی چیزوں کو وہی پہچانے گا جس کی قوت ذائقہ درست ہو۔ اُسی کو تمیز ہوگی کہ یہ شیریں پانی ہے اور یہ شور۔ اسی طرح مزوں کے تفاوت کو وہی پہچانے گا جس کی قوت ذائقہ صحیح ہو۔ اسی طرح شہد اور موم کے مزے کے فرق کو بے کھائے کب سمجھ سکتا ہے۔ حاصل یہ کہ اسی طرح جب تک ذوقِ باطنی صحیح نہ ہو، نیک و بد میں (جبکہ وہ ظاہر میں متشابہ ہوں) امتیاز نہیں ہوسکتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ

مقدمہ

اگرچہ ہمارے دَور میں انبیاءِ کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام واہل بیت عظام علیہم الرضوان اور اولیاء وعلماء علیہم الرحمۃ والغفر ان کی گستاخی و بے ادبی کو معمولی غلطی سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض فرقوں نے تو اُس کو کوئی اہمیت نہیں دی حالانکہ بے ادبی و گستاخی عذابِ اِلٰہی کا دُوسرا نام ہے۔

؎ بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد

فقیر اس رسالہ میں مختصراً گستاخوں کا انجام واضح کرتا ہے پھر اختیار بدست مختار۔

قرآنِ مجید

ہم سب کو قرآنِ مجید کے ارشادگرامی سے بڑھ کر اور کوئی حکم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشادِ گرامی ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (پ۲۸ المجادلہ آیت نمبر۲۲)

ترجمہ:۔ تو نہ پائے گا اُنہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر اُن کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے' جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی رُوح سے اُن کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ہمیشہ رہیں گے اُن میں، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی لوگ اللہ والے ہیں، اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

تفسیر:

اس آیت کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ جل شانہٗ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرے' مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا۔ جس کا صریح

مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا۔

نیز آیت میں ارشاد فرمایا کہ باپ' بیٹے' بھائی، عزیز سب کو گنایا یعنی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو' ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے۔ اُس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔

مولیٰ تعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کیلئے کافی تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ اپنی عظیم نعمتوں کی یاد دلاتا ہے کہ اگر اللہ اور رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا' کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

فوائد:

۱۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دِلوں میں ایمان نقش کردے گا' جس میں انشاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت ہے کیونکہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

۳۔ تمہیں ہمیشگی کی جنت میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں۔

۴۔ تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے یعنی خدا والے ہو جاؤ گے۔

۵۔ منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ اُمید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے زیادہ

۶۔ سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

۷۔ یہ کہ اللہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔

بندے کیلئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہو کہ اُس کا رب اُس سے راضی ہو'

مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا کہ اگر کروڑ جانیں آدمی رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے کہ وہ اللہ کو پائے پھر زید و عمر سے علاقہ تعظیم و محبت یک لخت ختم کر دینا کتنی بڑی بات ہے' جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ جیسا کہ اُس کے نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں۔

ادب کے فوائد پڑھنے کے بعد گستاخی کی سزا بھی سنئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ (پ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۷)

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کیلئے ذِلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا o لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ط۔ (پ۲۶ الفتح آیت نمبر ۸،۹)

ترجمہ: ہم نے آپ کو قیامت کے دن اعمالِ اُمت پر گواہ اور (دُنیا میں مسلمانوں کو) خوشخبری دینے والا اور (کافروں) کو ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم لوگ اللہ و

رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

احادیث مبارکہ

جس طرح صحابہ کرام نے قرآن وحدیث کو سمجھا، ایسے نہ کسی غوث وقطب کو نصیب ہوا نہ مجتہد امام وفقیہ کو اور نہ کسی محدث ومفسر کو، پھر دو چار لغت کی کتابیں پڑھنے والے تو کسی شمار میں بھی نہیں۔ ذیل میں ہم صحابہ کرام واہل بیت عظام کی روایات پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ کی عزت وعظمت ذہن میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے۔

صحابۂ کرام کا گستاخوں کے ساتھ برتاؤ

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ جیسے بے پناہ محبت وعقیدت رکھنے والے انتہائی مخلص ووفادار ساتھی انسانیت میں نہ تو کبھی زمانہ ماضی میں پیدا ہوئے اور نہ کبھی آئندہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کی جانثاریوں' فداکاریوں' تعظیم وتوقیر، ادب اور احترام کیلئے بے شمار واقعات احادیث وسیر کی معتبر کتابوں میں مذکور ومروی ہیں۔ ان میں حسب ذیل چند واقعات بہ حوالہ جات معتبر کتب پیش کرتا ہوں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا اور بے ادب گستاخ

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا کے شانِ نزول میں علامہ عینی جلدا، ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَوْاَتَیْتَ عَبْدُ اللّٰہِ بن اُبی فَانْطَلَقَ

اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْکَبُ حِمَارَةً وَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ وَهِیَ الْاَرْضُ سَبِخَةٌ فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَیْكَ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ آذَانِیْ نَتَنُ حِمَارِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنْكَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ وَغَضِبَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَصْحَابُهٗ وَکَانَ بَیْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْحَدِیْدِ وَالْاَیْدِیْ وَالنِّعَالِ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ ابن ابی کے ہاں چل کر اُس کے ساتھ صلح کی بات کیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر مع جماعت عبداللہ ابن ابی کے ہاں تشریف لے گئے۔عبداللہ ابن ابی نے کہا: گدھے کو دور کیجئے' مجھے اس سے بدبو آتی ہے۔ایک انصاری مرد نے کہا: بخدا ہمارے نزدیک گدھا تیرے سے زیادہ خوشبودار ہے۔اس سے عبداللہ ابن ابی کی پارٹی کا ایک شخص ناراض ہوا تو اُن کی آپس میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔یہاں تک کہ ایک دُوسرے پر پتھر اور جوتے برسا رہے تھے۔

ف: غور کیجئے کہ صحابہ کرام کی نظروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کتنا ملحوظ خاطر تھا کہ دراز گوش کے مقابلہ میں کلمہ گو نے عبداللہ بن ابی اور اُس کی پارٹی سے ہاتھا پائی اور لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دُشمن کا قتل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من الکعب بن الاَشرف فَاِنَّہٗ قَدْاٰذٰی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

ترجمہ: کعب بن اشرف کو قتل کرنے کون جاتا ہے اس لئے کہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول کو ستایا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوگئے، عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَہٗ۔ کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ میں اُسے قتل کروں۔ آپ نے فرمایا: ہاں اس پر محمد بن مسلمہ نے عرض کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُس سے ہیرا پھیری کی بات کروں (یعنی ڈھنگ کی بات کروں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔

تو محمد بن مسلمۃ کعب کے پاس آئے اور اُس سے کہنے لگے کہ اُس مرد نے ہم سے صدقہ مانگا ہے اور ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے اور میں تیرے پاس قرضہ مانگنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس سے اور بھی زیادہ ملال میں پڑو گے۔

محمد نے کہا: ہم چونکہ اُس کی اتباع کر چکے ہیں لہٰذا ہم نہیں چاہتے کہ اُس کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ دیکھیں اُس کا کیا انجام ہوگا۔ محمد نے کہا "میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تو مجھے قرض دے دے کعب نے کہا (گروی) کیا رکھے گا؟۔ انہوں نے کہا: تیرا کیا ارادہ ہے۔ کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں میرے ہاں گروی رکھو۔ اُنہوں نے جواب دیا تم عرب کے حسین ترین شخص ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں۔ کعب نے اُس سے کہا: تو اپنی اولاد میرے ہاں گروی رکھو۔

محمد نے جواب دیا کہ ہمارے بیٹوں کو یہ طعنہ دیا جائے گا کہ فلاں گروی رکھا گیا تھا تو یہ ہم پہ عار ہے۔ ہاں ہم تیرے ہاں ہتھیار گروی رکھیں گے۔ کعب نے کہا:

اچھا ٹھیک ہے۔ محمد بن مسلمہ نے وعدہ کیا کہ وہ اُس کے پاس حارث، ابوعبس اور عباد بن بشر کو بھی لے کے آئے گا۔

راوی نے کہا کہ یہ سب رات کو کعب کے پاس پہنچے اور اُس کو بلایا۔ وہ اُن کی طرف اُترا۔ کعب کی بیوی نے اُس سے کہا کہ میں ایسی آواز سنتی ہوں کہ گویا وہ خون بہانے والے کی آواز ہے۔ کعب نے جواب دیا کہ یہ تو محمد بن مسلمہ اور اُس کا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے۔ بے شک کریم کو رات کے وقت اگر نیزے کی ضرب کیلئے بھی بلایا جائے تب بھی جواب دے گا۔ محمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب وہ آئے گا میں اپنا ہاتھ اُس کی سر کی طرف بڑھاؤں گا۔ پھر میں جب اُس پر قابو پا جاؤں تو تم ہوشیاری سے اپنی تلواریں لے کر اُس کو مار دینا۔

راوی نے کہا کہ جب وہ اُترا' اس حال میں کہ بغل سے نیچے کپڑا نکال کر کندھے پر ڈالے ہوئے تھا تو انہوں نے کہا: ہم تیرے سے خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ کہنے لگا کہ مستوراتِ عرب میں سب سے زیادہ خوشبو والی میرے نیچے ہے۔ محمد نے کہا: کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تیرے سر کو سونگھ لوں۔ اُس نے کہا' ہاں۔ تو محمد نے سونگھا اور قابو پا گئے۔ ساتھیوں سے کہا: اسے قتل کر دو تو انہوں نے قتل کر دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کی خبر دی۔

(صحیح بخاری جلد ۲، ص ۵۷۶ و صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۱۰)

فوائد:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور کو سب کرنا (نعوذ باللہ) صرف حضور کو

ایذا پہنچانا نہیں بلکہ اللہ کو بھی ایذا پہنچانا ہے۔کعب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سَب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنَّہٗ اٰذَی اللّٰہَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَہٗ اس نے اللہ ورسول کو ایذا دی

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ مستحق قتل ہے لیکن یہ کام حکومت کر سکتی ہے عوام اس کے مجاز نہیں۔

حضور علیہ السلام کا ایک اور دشمن صحابہ کے نرغے میں:

حضرت براء سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کے ہاں چند انصاری بھیج کر اُسے قتل کرایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ

كَانَ اَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابورافع حضور کو ایذا دیتا تھا۔ (صحیح بخاری، جلد۲، ص ۵۷۷)

نابینا عاشق رسول اور گستاخ لونڈی:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی کی لونڈی اُم ولد تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سَب وشتم کرتی تھی۔ وہ باز نہ آئی۔ نابینا صحابی نے اُسے جھڑکا، وہ نہ رُکی۔ ایک رات وہ لونڈی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے لگی تو اُس لونڈی کے پیٹ پر تلوار کو رکھ کر دبایا اور اسے قتل کر دیا۔

پس جب صبح ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا، پھر فرمایا: میں اُس کو قسم دیتا ہوں کہ کھڑا ہو

جائے' جس نے کیا جو کچھ کیا، میرا اُس پر حق ہے کہ میری اطاعت کرے تو نابینا صحابی کھڑے ہوگئے۔ لوگوں کو پھلانگتے ہوئے اس حال میں آیا کہ خوف سے کانپتے تھے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھ گئے۔ عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میں اس لونڈی کا مالک ہوں اور میں نے اس کا کام تمام کیا ہے۔ وہ آپ کو گالیاں دیتی تھی' میں نے اُسے روکا نہ رُکی میں نے اُسے جھڑکا وہ باز نہ آئی' اس سے میرے دو بیٹے ہیں اور وہ میری رفیقہ تھی۔ گذشتہ رات آپ کی شان میں گستاخی میں شروع ہوئی' میں نے تلوار اُٹھائی اور اُس کو اس کے پیٹ میں رکھا اور خود اور چڑھ گیا حتیٰ کہ اُسے قتل کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاضرین مجلس! خبردار تم گواہ ہو جاؤ! اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔ (یعنی نابینا صحابی نے ٹھیک کیا۔ موذی رسول قتل کرنے کے ہی قابل ہے، اُس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا، اُس لعین کا خون ضائع جائے گا) (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود باب الحکم فی مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، سنن نسائی کتاب المحاربۃ باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی علیہ السلام کی دُشمن یہودیہ کا گلہ گھونٹا گیا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی کرتی تھی تو ایک صحابی نے اُس کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا خون باطل کیا کہ وہ رائیگاں گیا، بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد، ص ۲۴۴، مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۸)

متقی، پرہیز گار لیکن دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض وعداوت دل میں ہو تو پھر جملہ عبادات بے کار بلکہ جہنم کا موجب۔ چنانچہ محدِّث کبیر امام ابویعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تصریح فرمائی اور صاحب ''ابریز'' نے اسے کتاب میں نقل کیا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ فِينَا شَبَابٌ ذوعِبَادَةٍ وَ زُهْدٍ واجتها د سميناه لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَوَصَفْنَاه بِصَفتِهٖ فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَبَيْنَما نَحْنُ كَذَالِكَ اِذَا قَبَلَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه هُوَ هٰذَا فَقَالَ اِنِّی لاری عَلٰی وَجْهِهٖ سَفْعَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَجَاءَ سَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجَعَلْتَ فِيْ نَفْسِكَ اَنْ لَّيسَ فِي الْقَوْمِ خَيرٌ مِنْكَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ وَلّٰى فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ كَيْفَ اَقْتُلُ رَجُلًا وَهُوَ يُصَلِّي وقدنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن قتل المصلين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يقتل الرجل فقال عمرانا يارسول الله فدخل المسجد فاذا هوساجد فقال مثل ما قال ابوبكر واراد لا رجعن فقد رجع من هو خير مني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مه يا عمر فذكر له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يقتل الرجل فقال علي انا فقال انت تقتله ان وجدته فدخل المسجد فوجده قد خرج فقال اما واالله لو قتله لكان اولهم وآخرهم ولما اختلفافي امتي اثنان اخرجه ابن

ابی شیبہ۔(ابریز شریف ص ۲۷۷، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۵۵ مطبوعہ قدیم وجدید، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۷، فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۶۴ وغیرہ وغیرہ)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں ایک بڑا ہی عابد وزاہد نوجوان تھا، ہم نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس کا تذکرہ کیا، حضور اُسے نہ جان سکے۔ پھر اُس کے حالات واوصاف بیان کئے جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہچان سکے، یہاں تک کہ ایک دن وہ اچانک سامنے آگیا۔ جیسے ہی اُس پر نظر پڑی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ یہ وہی جوان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا میں اِس کے چہرے پر شیطان کے دھبے دیکھتا ہوں۔ اتنے میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے مخاطب ہوکر فرمایا: کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تو ابھی اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ تجھ سے یہاں کوئی افضل نہیں ہے۔ اُس نے جواب دیا، ہاں۔ اُس کے بعد جیسے ہی وہ مسجد کے اندر داخل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ کون اُسے قتل کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں۔ جب اِس ارادہ سے وہ مسجد کے اندر گئے تو اُسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس لوٹ آئے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ ایک نمازی کو کیسے قتل کروں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے قتل سے منع کیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، کون اُسے قتل کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں، وہ مسجد کے اندر گئے تو اُس وقت نوجوان سجدہ کی حالت میں تھا، وہ بھی اُسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح واپس لوٹ آئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ کون اِسے قتل کرتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اُسے ضرور قتل کر دو گے بشرطیکہ وہ تمہیں مل جائے، لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ شخص جا چکا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری امت کے جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ شخص پہلا اور آخری ثابت ہوتا، یہاں تک کہ اُس کے بعد میری امت کے دو فرد بھی آپس میں نہ لڑتے۔

ناظرین! واقعہ مذکورہ پر غور کیجئے کہ شخص مذکور شرعی احکام کا کتنا بڑا پابند تھا لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم اور آپ کے عشق و پیار سے یکسر خالی تھا، اِسی لئے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار متوجہ کرنے کے بعد آپ نے اُس کی جان پہچان سے انکار کر دیا۔ اگرچہ باطنی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے حالات سے پوری طرح واقف تھے۔

چنانچہ وہ شخص جب حاضر ہوا تو آپ نے فرمادیا:

انی لاری علی وجهه سفعة من الشيطان

یعنی میں اُس کے چہرے پر شیطانی دھبے دیکھتا ہوں، اور اُسے مخاطب ہو کر اُس کے اندرونی مرض (بغض و دشمنی نبوت) کا پتہ بھی دے دیا۔ چنانچہ اُس کے ساتھ خطاب کے الفاظ مبارک یہ ہیں کہ:

اجعلت فی نفسك ان ليس فی القوم خير منك فقال اللهم نعم

یعنی کیا تو نے ابھی دل میں یہی سوچا کہ تجھ سے بہتر و برتر کوئی نہیں۔ اُس کے منہ سے نکلا، ہاں یہی خیال تھا۔

ناظرین: غور فرمائیں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کتنی ہے کہ نہ صرف

ہر بندے کے حالات سے باخبر ہیں بلکہ آپ ہر ایک اندرونی معاملات کو بھی خوب جانتے ہیں۔ اُس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالے ''علم غیب'' میں ہے۔

پھر غور کیجئے کہ اُس شخص کے اتنا بڑا زہد و تقویٰ کے باوجود رحمت اللعالمین، امت کے غم میں ساری رات رونے والے کریم، رحیم، شفیق نبی ﷺ نے اُس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار اور وہ بھی جلیل القدر صحابہ اور خلفائے راشدین جیسی شخصیات کو۔ پھر جب وہ قتل نہ ہوسکا تو افسوس فرماتے ہوئے فرمایا:

اما واللہ لو قتلتہ لکان اولھم و آخرھم ولما اختلفافی امتی اثنان

یعنی اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو دین میں فی سبیل اللہ فساد کا یہی پہلا اور آخری مقتول ہوتا اور تا قیامت یہ مذہبی جھگڑا اور اختلاف بھی دنیا سے اُٹھ جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کے گستاخ کی دنیا میں سزا جان سے مار دینا ہے اور مرنے کے بعد سیدھا جہنم میں۔

انتباہ:

مذہبی بہروپیوں سے بچنے کی کوشش کرو تا کہ اُن کے پھندے میں پھنس کر تم بھی اُن کی طرح جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤ۔ ایسے مذہبی بہروپیوں کی نشانیاں ''وہابی دیوبندی کی نشانی'' جو فقیر کی لکھی ہوئی کتاب ہے، میں پڑھیے۔

ایک گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درگاہ نبوت میں:

بہت سے لوگ ظاہر میں نیکی کا کام کرتے ہیں کہ اندرون نیکی در پردہ نبوت

کی گستاخی اور بے ادبی ٹپکتی ہو جیسا کہ ہمارے دور میں دین کے بڑے ٹھیکیداروں کو دیکھ لیجئے یا پھر زمانہ رسالت کو یاد کیجئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر مال تقسیم فرما رہے تھے۔

فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِیُ الْجَبِيْنِ مَحْلُوْقُ الرَّاسِ مُشَمِّرُ الْاِزَارِ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

پس ایک ایسا شخص آیا' جس کی گھنی داڑھی' اُونچے اُونچے رُخسار' گہری آنکھیں، اُبھری ہوئی پیشانی' منڈا ہوا سر اُونچا تہبند تھا۔

سیہ رو' تند خو اور سر منڈا اور سر بر فتنہ
یہ گستاخ نبی کا مختصر سا ایک خاکہ ہے

اُس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے ڈر (معاذ اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں تو پھر اُس کی فرمانبرداری کون کرے گا؟ اللہ نے مجھے اہل زمین پر امین' قاسم خزائن بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گستاخ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر حضور نے انہیں منع فرمایا اور جب وہ درگاہ نبوت سے چل دیا تو نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ وَعَنِ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرُ هُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامَ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَ

يَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ۔ الحدیث

یعنی اس کی نسل سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے حلقوں سے تجاوز نہ کرے گا (یعنی دلوں پر اثر نہ ہوگا)، دین سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (مسلم شریف ص ۳۴۰، مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

قارئین:

غور فرمائیں کہ اُمورِ مذکورہ نیکی میں نہ صرف شاہی بلکہ جملہ نیکیوں کی سرتاج سمجھی جاتی ہے لیکن نامنظور بلکہ اُلٹا جہنم کے داخلے کا ٹکٹ، وہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اُن کے عامل نبوت کے گستاخ ہوں گے۔

یہی ہم اپنے عوامِ اہلسنت کو سمجھاتے ہیں کہ اُن کی ظاہری نیکی کا اعتبار مت کیجئے بلکہ اُن کے عقائد کو دیکھئے مثلاً وہابیوں، دیوبندیوں، تبلیغیوں کو دیکھئے کہ ان لوگوں کو اپنی قرآن دانی کا کتنا دعویٰ ہے کس طرح قرآن قرآن پکارتے ہیں لیکن چونکہ قرآن صرف اُن کی زبان پر ہے دل میں نہیں ہے اس لئے یہ لوگ قرآن پڑھ کر اُلٹے ترجمے سناتے ہیں، شان نبوت وولایت کی تحقیر کرتے ہیں، بتوں اور مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ آیات کو حضرات انبیاء واولیاء اور مسلمانوں پر بلا تکلف چسپاں کرتے ہیں، اور جب انہیں قرآن دانی کا نشہ زیادہ چڑھ جائے تو یہ لوگ فقہ شریف کے ساتھ حدیث پاک کا انکار کر کے منکر حدیث (چکڑالوی) بن جاتے ہیں جیسا کہ عبداللہ چکڑالوی وہابی نے منکر حدیث ہو کر قرآن کی آڑ میں فتنہ انکار حدیث کھڑا کر

دیا۔

ف: جس شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھڑکا اُس کا نام حرقوص بن زبیر تھا اور ذوالخویصرہ کے نام سے مشہور تھا۔ اور آیت

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقَاتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ

(پارہ ۱۰، سورہ توبہ آیت نمبر ۵۸، ۵۹)

اور خلیفہ برحق کی مخالفت کی اور اہل حق کے ساتھ جدال وقتال کیا حتیٰ کہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ شہید ہوئے۔ اسی بدبخت گروہ کے فتنوں کی خبر زبان رسالت نے سرزمین نجد میں ظاہر ہونے کے متعلق دی اور فرمایا: هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ ۔ الخ

خطرہ کا الارم:

ذوالخویصرہ مذکورہ کی اولاد کے متعلق سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر اور سب سے بڑے خطرے کا اظہار وہ یہ کہ اس کے مذہب کے پیروکار بالآخر دجال لعین کے ساتھ مل کر اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تباہ و برباد کریں گے۔ چنانچہ مشکوٰۃ جلد اوّل کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ میں بحوالہ نسائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار کچھ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ ایک

شخص نے پیچھے سے عرض کیا یا محمد! آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے (غضبناک ہوکر) فرمایا کہ ہمارے بعد تم کو ہم سے بڑھ کر کوئی عادل نہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم اس سے پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا اور اِسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ پھر فرمایا:

سِیْمَاهُمْ اَلتَّخْلِیْقُ لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی لِیَخْرُجَ اٰخِرُهُمْ مَعَ الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ هُمْ شَرَّ الْخَلْقِ الخلیفة ۔

یعنی اُن کی پہچان سر منڈوانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اُن کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی۔ اگر تم اُن سے ہو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں سے بدترین ہیں۔

مزید تشریح کیلئے فقیر کی کتاب ''وہابی دیوبندی کی نشانی'' پڑھئے۔

نبی علیہ السلام کے گستاخ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مارا:

واقعات بتاتے ہیں کہ معمولی سی بے ادبی اور گستاخی دیکھ کر یا سن کر صحابہ کرام برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّهٗ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقْسِمُ قَسَمًا اِذَا تَاهُ ذَوِی الْخُوَیْصِرة وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْم فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه اِعْدِله فَقَالَ وَیْلَكَ وَمَنْ یَعْدِلْ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خبتُ وَ خَسِرْتُ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اعداء فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائذِنْ

لِیْ فِیْهِ فَاضْرِبُ عُنُقًا فَقَالَ وَ عرفَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُاَحَدُکُمْ صَلٰوتَه مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَ صِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَا قِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّہْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یَنْظُرُ اِلٰی نَصِلِهٖ فَلَا یوجَدُ فِیْهِ شَی ثُمَّ یَنْظُرُ اِلٰی رَصَافِهٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْهِ شَی ثُمَّ یَنْظُرُ اِلٰی نَضیه وَھُوَ تَدْحًا فَلَا یُوجَدُ فِیْهِ شَی قَدْ سَبَقَ انصرت وَالدَّم ایتهم اسورا حدی عضدیه مثل ثدی المراۃ و مثل البضعة تدرور وَ یَخْرُجُوْنَ حِیْنَ فِرْقَۃٌ مِنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ فَاَشْهَدُ اِنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِی طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذَالِكَ الرَّجُل فالتمس فَاُتِیَ بِهٖ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْهِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ ذفته۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذو الخویصرہ آیا جو بنی تمیم قبیلہ سے تھا اور کہا: یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ حضرت نے فرمایا: تیری خراب ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا، اور جب میں نے عدل نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہو گیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ! حکم دیجئے کہ اس کی گردن ماروں۔ فرمایا: جانے دو۔ اُس کے رُفقاء ایسے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز و روزوں کو حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر

کمان سے نکل جاتا ہے باوجودیکہ اُس جانور کے پیٹ کی آلائش وخون میں سے پار ہوتا ہے مگر نہ اُس کے پیکان میں کچھ لگا ہوتا ہے نہ اُس کے بندن میں جس سے پیکان باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پر میں۔ نشانی اُن کی یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ایک بازو مثل عورت کے پستان یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتی ہوگی، وہ لوگ اُس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اِس حدیث کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور یہی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں بھی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھا' اُنہوں نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اُس شخص کی تلاش کی جائے جس کی خبر حضرت نے دی تھی۔ چنانچہ جب اُس کی لاش لائی گئی' دیکھا میں نے کہ جتنی نشانیاں اُس کی حضرت نے کہی تھیں' سب اس میں موجود تھیں۔

غور فرمایئے کہ احمق کے ذہن میں آیا کہ عدل ایک عمدہ شے ہے، اگر صاف صاف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ اُس بیوقوف نے یہ خیال نہ کیا کہ بات تو چھوٹی ہے مگر بہ نسبت شان نبوی کے کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اُس کا کیا ہوگا۔ چنانچہ اُسی بے ادبی پر واجب القتل ہوگیا تھا مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام ہم مشربوں کے ساتھ مارا جائے اس لئے باوجود حضرت عمر کی درخواست کے منع فرما دیا۔

گستاخِ رسول کو قتل کرنے پر خوشی کا منظر:

گستاخ نبوت کتنا ہی اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کا زاہد و عابد ہو ہمارے نزدیک ہمارے جوتے کے نوک کے برابر بھی نہیں، بلکہ ہمارے اَسلاف تو ایسے بدبختوں کے قتل کرنے سے بہت خوش ہوتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

قَالَ عَنْ نبیط بن شریط قَالَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ اَهْلِ النَّهْرِ وَانْ قَالَ اِلْبِسُوْا اتقتلی قَلَّبْنَا هُمْ حَتّٰی خَرَجَ فِیْ اٰخِرِهِمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ عَلٰی كَفَةٍ مِثْلُ حِلْمَةِ الثَّدْیِ قَالَ عَلِیٌّ اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا كَذَّبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَسَمَ فَجَاءَ هٰذَا فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِعْدِلْ فَوَاللّٰهِ مَا عَدَلْتَ مذا اليَوْمِ فَقَالَ النَّبِی ـــــ امك وَمَنْ يَعْدِلُ عَلَيْهِ وَاِذَا لَمْ اَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخِطَابِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اقتله فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دَعْهُ فَاِنَّ لَهُ مَنْ يَقْتُلُهُ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ خط كذافِی كَنْزِ الْعمال۔

ترجمہ: نبیط ابن شریط سے کہ جب فارغ ہوئے حضرت علی اہل نہروان کے قتل سے کہا کہ کشتوں میں اُس شخص کو تلاش کرو۔ جب ہم نے خوب ڈھونڈھا تو سب کے آخر میں ایک شخص سیاہ فام نکلا، جس کے شانہ پر ایک گوشت پارہ مثل پرپستان کے تھا یہ دیکھتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! قسم ہے خدا کی، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی نہ میں اُس کا مرتکب ہوا۔ ایک بار ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! عدل کیجئے کہ آج آپ نے عدل نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا: تیری ماں تجھ پر روئے، جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کو قتل نہ کروں۔ فرمایا: نہیں، اس کو چھوڑ دو، اس کو قتل کرنے والے کوئی اور شخص ہیں۔ حضرت علی نے یہ کہہ کر کہا: صدق اللہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے کہ اُس کی لاش تمام لاشوں کے نیچے تھی۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ اُس ایک گستاخی نے اُس شخص کو کہاں پہنچا دیا اور کثرت عبادت اور ریاضت اُس کی کس کام آئی!!

ازالۂ وہم:

نیکی اور عبادت بہرحال اچھا کام ہے لیکن جس نیکی اور عبادت میں نبوت و رسالت کی تنقیص مطلوب ہو وہ نیکی بھی کفر بن جاتی ہے۔ اُس شخص کا مطلب بھی تنقیص رسالت تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ قَالَ اَتَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدَنَانِیْرِ فَجَعَلَ یُقْسِمُھَا وَ عِنْدَہٗ رَجُلٌ اَسْوَدٌ مظھرم الشَّعْرِ عَلَیْہِ ثوبان اَبْیَضَانِ بَیْنَ عَیْنَیْہِ اثرسُجُوْدِ وَ کَانَ یَتَعَرَّضُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُعْطِہٖ فَاَتَاہُ فَعَرَضَ مِنْ قَبْلِ وَجْہِ فَلَمْ یُعْطِہٗ وَاَتَاہُ مِنْ قَبْلِ یَمِیْنِہٖ فَلَمْ یُعْطِہٗ شَیْءً فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ ھٰذا الْیَوْمَ فِی الْقِسْمَۃِ فَغَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِیْدًا ثُمَّ قَالَ وَاِنَّہٗ لَا تَجِدُوْنَ اَحَدًا عَدَلَ عَلَیْکُمْ مِنِّی تَلَاثَ

مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ يَخْرُجُ عَلَيْكُمْ رِجَالٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ كَانَ هٰذَا مِنْهُمْ هٰكَذَا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيْهِمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰی صَدْرِهٖ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ شَرُّ الْخَلْقِ۔

ترجمہ: حضرت ابی برزہ نے فرمایا کہ کہیں سے دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے تھے۔ آپ نے اُن کو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرت کے پاس ایک شخص سیاہ فام تھا' سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا' جس کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا۔ چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرما دیں مگر کچھ نہ دیا' روبرو آ کر سوال کیا: کچھ عنایت فرمایا' داہنے طرف سے آ کر سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا' بائیں طرف سے آ کر مانگا کچھ نہ ملا' پیچھے سے آ کر سوال کیا جب بھی کچھ نہ پایا' کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپ نے تقسیم میں عدل نہ کیا۔ حضرت اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدت غضب سے تین بار فرمایا: خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا: یہ اُن لوگوں سے ہے جو تم پر مشرق کی طرف سے نکلیں گے، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر نہ لوٹیں گے دین کی طرف اور دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا: نشانی اُن کی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کریں گے۔ پھر تین بار فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھو تو قتل کر ڈالو۔ وہ لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں۔ یہ جملہ تین بار فرمایا۔ روایت کیا اس کو امام نسائی و ابن جریر' طبرانی اور حاکم نے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرتِ صلوٰۃ سے پیشانی میں اس کے گھٹا پڑ گیا تھا۔ غرض کہ ان احادیث میں تامل کرنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ باوجود کثرت عبادت اور ریاضت شاقہ کے وہ شخص اور اُس کے ہم خیال واجب القتل اور بدترین مخلوقات ٹھہرے۔ وہ اس کی سوائے بے ادبی اور گستاخ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ عبادت کیسی ہی اعلیٰ ہو لیکن اگر ادب نہ ہو تو وہ عبادت ہی بیکار ہے اور اگر ادب ہو تو بڑی غلطی بھی معاف ہو سکتی ہے کیونکہ یہی کلمہ تو انصار نے بھی کہا تھا۔ مثلاً:

عکرمہ سے روایت ہے کہ مال غنیمت کیلئے لشکر اسلام میں جھگڑے ہونے لگے، شدہ شدہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، آپ نے حکم دیا کہ سارا مال غنیمت حضور میں حاضر کر دیا جائے، کسی کے پاس ایک دانہ بھی نہ رہا۔ اُس وقت اہل شجاعت اور لڑنے والے سمجھے کہ یہ مال صرف ہم لوگوں کو ملے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کو بحصہ مساوی دینے لگے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! جن لوگوں نے صف کارزار میں بڑھ بڑھ کر تلواریں چلائی ہیں اور دادِ شجاعت دے دے کر اپنی جانیں گنوانے میں ذرا بھی دریغ نہ کیا، کیا آپ اُن کو اُن ضعیف اور عاجز لوگوں کے برابر دیں گے جو قابل جنگ نہ تھے۔

قربان غریب نوازی اور مسکین پروری کے ارشاد ہوا کہ تم لوگ یہ فخر نہ کرو کہ ہم اپنی قوت بازو سے فیروز مند اور ظفریاب ہوئے ہیں بلکہ یہ انہیں ضعفاء کی

دُعا تھی۔ دیکھئے اس روایت میں صحابہ نے وہی کہا جو منافق نے کہا تھا لیکن اُنہیں کچھ نہ کہا گیا۔

گستاخ اور بے ادب ولدُ الزِّنا یا ولد الحرام:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ نبوت اور ولایت کا بے ادب اور گستاخ ولد الزنا یا ولد الحرام ہوتا ہے، اس کی تصدیق قرآنِ مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نبوت کے گستاخ کے بارے میں فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ۔ (پ۲۹، القلم آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳)

ایسے کی باتیں نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت ذلیل، بہت طعنے دینے والا' بہت اِدھر اُدھر کی لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، گنہگار، درشت خو، اس کے بعد ولد الحرام۔

چنانچہ اس بے ادب نے اپنی ماں سے تصدیق چاہی تو اُس کی ماں نے اِعتراف کیا کہ واقعی نبوت کا گستاخ ولد الحرام ہے۔

تفاسیر میں مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں ۹ کو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی ہے۔ اس کا مجھے معلوم نہیں، یا تو مجھے سچ سچ بتا دے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اُس پر اُس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا' مجھے اندیشہ ہوا کہ مرجائے گا تو اُس کا

مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا، تو اُس سے ہے۔

پہلا گستاخ نبوت ولد الزنا تھا:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس مقتول کی لاش حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں لائی گئی۔ آپ نے مجمع سے پوچھا کہ

اَیُّکُمْ یَعْرِفُ ھٰذَا تم میں سے کون اِسے پہچانتا ہے۔

ایک شخص نے عرض کی:

ھٰذَا حَرْقُوْصُ وَاُمُّہٗ ھٰھُنَا۔ اس کا نام حرقوص ہے اس کی ماں زندہ اور یہاں موجود ہے اس کے باپ کا علم کسی کو نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو بلوا کر پوچھا:

فَمَنْ ھٰذَا۔ حرقوص کا باپ کون ہے؟

اُس نے عرض کی

مَا اَدْرِیْ اِلَّا اِنِّی کُنْتُ فِی الجَاھِلِیَّۃِ ارعی غَنَمًا بِالرَّبذَۃِ فَغَشِیَنِیْ شَی ء کَھَیۃِ الظُّلُمَۃِ مخملت مِنہ فَحَمَلَتْ ھٰذَا۔ (خصائص کبریٰ جلد۲، ص ۱۴۷، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۵۵، فتح الباری شرح بخاری جلد۲)

یعنی مجھے اس کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں' زمانہ جاہلیت میں میں ربذہ پہ بکریاں چرا رہی تھی' کسی کالی سیاہ شکل نے میرے ساتھ جماع کر لیا، یہ حرقوص اُسی کا حمل ہے۔

فقیر اویسی غفرلہٗ نے تحقیق کی ہے کہ جو بھی حق مذہب اہلسنت کو ترک کر

کے یا ویسے بدمذہبی کو اختیار کرتا ہے تو وہ ظالم ولد الزنا، ولد الحرام ضرور ہوتا ہے۔

فائدہ:

ظاہر ہے کہ ولد الزنا تو وہ ہے جو اپنے باپ کا نہ ہو ولد الحرام وہ ہوتا ہے جو ہو تو اپنے باپ کا لیکن اُس کے باپ سے یہ غلطی ہوئی کہ پہلے جماع کے بعد غسل کئے بغیر دوبارہ جماع کر لیا۔ اُس سے نطفہ ٹھہرا تو وہ ولد الحرام ہے۔ یعنی نطفہ نجس کی نحوست سے عقائد نگہت سے اعلیٰ خاندان کے لوگ بدمذہب ہو جاتے ہیں، اس کی اکثر اصل وجہ یہی ہوتی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

مالک بن نویرہ کا قتل:

مالک بن نویرہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اِسی بناء پر قتل کیا کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "تمہارے صاحب" کہا۔ (جلد۲، ص ۲۰۸، شفا اور نسیم الریاض جلد۴، ص ۳۳۵ میں ہے، حالانکہ کسی کو تمہارا صاحب کہنا بظاہر کوئی غلطی نہیں لیکن چونکہ کہنے والے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معمولی سمجھ کر کہا تو سیف اللہ (خدائی تلوار) نے اُسے زندہ نہ چھوڑا۔

قرآن کے قاری اور امامِ مسجد کو حضرت عمر نے قتل کر دیا:

صاحبِ تفسیر روح البیان نے اسی عَبَسَ وَتَوَلّٰی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہر نماز میں یہ ہی سورۃ پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ نے اُس امام کو بلا کر قتل کرا دیا

کیونکہ ہر نماز میں سورۃ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ منافق ہے اور اُس کے دِل میں حضور علیہ السلام سے بغض ہے اس لئے اِس سورۃ ہی کو ہر نماز میں پڑھتا ہے جو بظاہر عتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس سے دو مسئلے بخوبی واضح ہوئے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ قرآن بھی بُری نیت سے پڑھنا کفر ہے' بعض لوگ یہ آیت ہر جگہ پڑھتے پھرتے ہیں قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ اگرچہ پڑھتے تو قرآن کی آیت ہیں مگر نیت ہوتی ہے حضور علیہ السلام کی اہانت کی۔

۲۔ وہ آیات جن میں حضور علیہ السلام کے درجات بیان کئے گئے ہیں، اُن کو ہر جگہ کیوں نہیں پڑھتے۔

۳۔ حدیث میں خارجیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایک قوم ایسی پیدا ہوگی کہ قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اُترے گا کہ قرآن اُن پر لعنت کرے گا وہ اُسی قسم کے لوگ ہیں۔

عظمتِ مصطفٰے اور صحابہ:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری جلد اوّل میں لکھا ہے کہ:

قَالَ عُرْوَةُ بن مَسْعُوْدٍ حِيْنَ وَجْهَةُ قُرَيْشٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْقَضِيَّةِ وَرَاٰى مِنْ تَعْظِيْمِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مَا اَرٰى اِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّاءُ اِلَّا ابتدروا وضوءِ اِلَّا وَكَادُ وان يَقْتَتِلُوْا عَلَيْهِ وَلَا بصق بصاقًا وَلَا تَنَخَّمُ وتحمامةً اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَكُفِّهِمْ فَدَلَكُوْابِهَا وَجُوْهم وَلَا تَسْقِطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ اِلَّا

ابتدَرُوا وضُوْءَه وَاِذَا اَمَرَهُمْ بِاَمرٍ ابتَدَرُوا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَلَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى قُرَيْشٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّي جِئْتُ كِسْرٰى فِي مُلْكِهٖ وَ قَيْصَرَ فِي مُلْكِهٖ وَالنَّجَاشِيَّ فِي مُلْكِهٖ وَ قَيْصَرَ وَاِنِّي وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ مَلِكًا فِي قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِي اَصْحَابِهٖ۔ الخ۔

ہجرت کے چھٹے سال جب قریش نے عروہ ابن مسعود ثقفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کیلئے بھیجا اور اُنہوں نے صحابہ کرام کی تعظیم کا نقشہ دیکھا تو وہ اس کو اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی پر لوگ اِس طرح جھپٹتے ہیں کہ اب اُن میں جنگ ہوگی، جب آپ بلغم یا تھوک پھینکتے ہیں تو لوگ اس کو ہاتھ میں لے کر اپنے منہ پر ملتے ہیں، اور جب آپ کا کوئی موئے مبارک گرتا ہے تو لوگ اُس کو جلد لے لیتے ہیں اور جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو اُس حکم کو پورا کرنے کیلئے لوگ دَوڑ پڑتے ہیں، اور جب آپ بولتے ہیں تو لوگ اُس وقت خاموش ہو جاتے ہیں' کوئی شخص اُن کو اِحتراناً نظر بھر نہیں دیکھ سکتا۔ عروہ جب واپس ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ اے گروہِ قریش! میں نے کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن میں نے قسم بخدا کسی بادشاہ کو اِتنا بارعب اور پُرعظمت نہیں دیکھا کہ جیسا (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے رُفقاء میں دیکھا"۔

یہ صحابہ کرام کی انتہائی عظمت و محبت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن اور بلغم تک کو اپنے ۔۔۔ ث ۔عادت و برکت سمجھتے تھے اور اُس کو اپنے منہ پر ملتے تھے۔

نماز کے دوران تعظیمِ مصطفےٰ کا نظارہ:

عَنْ سَھْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ذَھَبَ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِیُصْلِحَ بَیْنَھُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوۃُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّیْ لِلنَّاسِ فَاُقِیْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِی الصَّلٰوۃِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰی وَقَفَ فِی الصَّفِ فَصَفَقَ النَّاسُ وَ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ لَا یَلْتَفِتُ فِیْ صَلٰوۃٍ فَلَمَّا اَکْثَرَ النَّاسِ اَلتَّصْفِیْقَ اِلْتَفَتَ فَرَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان امکث مَکَانَکَ فَرَفَعَ اَبُوْبَکْرٍ یَدَیْہِ فَحَمِدَ اللّٰہُ عَلٰی مَا اَمَرَہٗ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اِنْصَرَفَ قَالَ یَا اَبَابَکْرٍ مَا مَنَعَکَ وَاَنْ تَثْبِتَ اِذَا اَمَرْتُکَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا کَانَ لِابْنِ اَبِیْ قَحَافَۃَ ان یُّصَلِّیْ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔الخ۔(بخاری شریف)

حضرت سہیل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمر ابن عوف میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے' جب نماز کا وقت ہوا تو موذن نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی ۔ اسی اثناء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور صف میں قیام فرمایا' جب نمازیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ہاتھ پر ہاتھ مارا (تا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متنبہ ہو جائیں) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں کسی بھی طرف دیکھتے نہ تھے' جب تالی کی آواز سنی اور گوشہ چشم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے

ہٹنے کا قصد کیا۔ حضرت نے اِشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' اس وقت کہ حضرت نے ان کو جائے امامت پر کھڑا رہنے کا حکم دیا' جب نماز سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبوبکر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُبوقحافہ کے بیٹے کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

علی مٹ جائے گا لیکن نام نبی نہیں مٹے گا:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَتَبَ عَلِيُّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ الصُّلْحَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَكَتَبَ هٰذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لَا۔ فَلَوْ نَعْلَمُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نُقَاتِلْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْحُ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِي اَمْحَاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر لکھا گیا تھا' جس میں یہ عبارت تھی "هٰذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھئے کیونکہ اگر آپ کی رِسالت کو ہم لوگ تسلیم کرتے تو پھر آپ سے جنگ ہی کیوں رہتی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اِس لفظ کو مٹا دو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ

کومٹادوں۔ آنحضرت ﷺ خود اپنے دست مبارک سے اس لفظ کو ہٹادیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ:

سوال: مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔

(پ ۲۸ سورہ حشر آیت نمبر ۷)

''رسول اللہ ﷺ جو تم کو حکم دیں' اُس پر عمل کرواور جس کام سے روکیں اس سے باز رہو''۔

یا وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔

(پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۹)

ترجمہ: کسی مومن اور مومنہ کیلئے یہ دُرست نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول کسی امر کا حکم دیں تو پھر اُن کو اپنے امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جاپڑا''۔

اس کے باوجود ان مقتدر اور مقرب اور محبوب صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی؟

جواب: اُن حضرات میں پاسِ ادب اور جذبۂ اِحترام اِتنا زیادہ تھا کہ اُس کے مقابلہ میں یہ عدول حکمی عنداللہ وعندالرسول قابلِ اِلتفات نہ ہوگی۔

اس لکڑی کو بے وضو ہاتھ نہ لگے:

عَنِ الْاَسْلَعِ ابنِ شَرِیْكٍ قَالَ كُنْتُ اَرْحَلُ نَاقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاصَابَتْنِی جَنَابَةٌ فِی لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ فَارَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرِّحْلَةَ فَكَرِهْتُ اَنْ اَرْحَلَ نَاقَةً وَاَنَا جُنُبٌ وَ خَشِیْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَاَمُوْتُ اَوْاَمْرَضُ فَاَمَرْتُ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَرَحَلَهَا وَوَضَعْتُ اَحْجَارًا سَخَنْتُ بِهَا مَاءً فَاغْتَسِلْتُ ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَقَالَ یَا اَسْلَعُ مَالِیْ اَرٰی رَاحِلَتَكَ تَغَیَّرَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَرْحَلْهَا رَحَلَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ وَلِمَ فَقُلْتُ اَصَابَتْنِی جَنَابَةٌ فَخَشِیَةَ الْقَرِّ عَلٰی نَفْسِیْ فَاَمَرْتُهٗ وَوَضَعْتُ اَحْجَارًا فَاغْتَسَلْتُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰی اِلٰی غَفُوْرًا۔

اسلع بن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا، ایک رات مجھے غسل کی حاجت ہوئی اور آنحضرت نے کوچ کا اِرادہ کیا۔ اُس وقت مجھے تردّد ہوا کہ اگر سرد پانی سے غسل کرتا ہوں تو سردی سے مرجانے یا بیمار ہوجانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں، مجبوراً ایک انصاری شخص کو کہہ دیا کہ کجاوہ باندھیں۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کر پانی گرم کیا اور غسل کر کے آنحضرت اور آپ کے صحابہ سے جاملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اسلع میں تمہارے کجاوے میں کچھ فرق پاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: میں نے نہیں باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیوں؟ عرض

کیا کہ اُس وقت مجھے نہانے کی حاجت ہوئی۔ سرد پانی میں نہانے سے جان کا خوف تھا اس لئے ایک انصاری کو کہہ دیا۔ اسلع کہتے ہیں کہ اُس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ۔ الخ

(پ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۳)

غور کیجئے! حضرت اسلع رضی اللہ عنہ کا انتہائی ادب واحترام تھا کہ جس کجاوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اُس کی لکڑی کو بھی حالتِ ناپاکی میں ہاتھ لگانا گوارا نہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ادب:

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ لَقَدْ اختبات عِنْدَ اللّٰہ عَشَرا اِنِّی رَابِعُ الْاِسْلَام قَدْ زَوَّجَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْنَتَیْہِ وَ قَدْ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَی ھٰذا الْیُمْنٰی فمامست بِھَا ذکری۔ الخ۔

(کنز العمال)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا، میں نے امانت رکھی اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں اِسلام کی اور میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں دیں اور جب سے میں نے بیعت کی ہے اپنے دائیں ہاتھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ملایا ہے اُس ہاتھ سے میں نے اپنی شرمگاہ کو کبھی نہ چھوا۔

ف: شرعاً شرمگاہ کے مس کرنے میں کوئی کراہت نہیں، اگر کوئی کراہت ہے تو طبعی ہے۔ پھر اس کراہت طبعی کو ادب واحترام رسول نے کراہتِ شرعی سے بھی زیادہ بڑھا دیا کہ عمر بھر اس فعل سے بچے رہے اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ جس چیز کو دست مبارک کے مس سے شرافت حاصل ہوگئی اس میں فضیلت ضرور آ گئی۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ اکثر ممبر نبوی پر ہاتھ پھیر کر ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب:

قَالَ اِبْنُ الْاَعْرَابِیْ روئی اِنَّ اَعْرَابِیًا جَاءَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اَنْتَ خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَالَ فَمَا اَنْتَ قَالَ اَلْخَالِفَهَ بَعْدَهٗ

"یعنی روایت ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں تو، اُس نے کہا کہ پھر آپ کیا ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خالفہ ہوں حضرت کے بعد"۔

ف: خالفہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر میں تمام لوگوں میں ایسا ہو جس میں کوئی صلاحیت نہ ہو چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ادب و احترام نے اس کی اجازت نہ دی کہ اپنے کو اس لفظ کا مصداق سمجھیں اور اُس کو ایسے طور سے بدلا کہ خلافت کا مادہ بھی باقی رہا اور ادب بھی قائم رہا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ادب کیا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ قِیْلَ لِلْعَبَّاسِ أَنْتَ اَکْبَرُ اَوْرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھُوَ اَکْبَرُ مِنِّی وَاَنَا وُلِدْتُّ قَبْلَہٗ ۔ (کنزالعمال)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ حضرت بڑے ہیں لیکن میں آپ سے پہلے پیدا ہوا"

صحابہ کرام کے احترام رسول کے واقعات کتب احادیث میں بہت زیادہ ہیں، جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر کو اپنی نجات و فلاح کیلئے نورانی وسیلہ سمجھیں۔ آپ کے اسماء گرامی کو سنتے وقت خشوع و خضوع کے ساتھ سلام و درود کا تحفہ پیش کریں اور آپ کی اتباع و پیروی کر کے دین و دنیا کی فلاح سے آراستہ ہوں۔

اب ذیل میں اہم حصہ ایک تابعین اور دیگر علماء کرام کے آداب کے واقعات لکھ کر پھر بے ادبوں اور گستاخوں کے انجام برباد کا ذکر کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت امام مالک کا اُستاد:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے امام ابوبکر ایوب سختیانی بصری تابعی سید الفقہاء والمحدثین متوفی ۱۳۱ھ کے مرتبہ اور مقام کے متعلق سوال کیا گیا۔ امام مالک نے فرمایا: میرے سب وہ اساتذہ اور مشائخ جن سے میں تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں

ان سب سے زیادہ افضل امام ایوب ہیں۔

امام مالک نے فرمایا کہ انہوں نے دو حج کئے ہیں' میں اُن کو دیکھتا تھا کہ اُن کی کثرتِ سکوتِ حال اور خاموشی کی وجہ سے اُن سے میں کچھ نہ سنتا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے روتے تو کثرتِ بکاء کی وجہ سے اُن پہ رحم کرتا۔ بس میں نے جب اُن سے دیکھا، جو کچھ دیکھا، نبی پاک کی تعظیم کو دیکھا تو میں نے اُن سے حدیث کا علم سیکھنا شروع کر دیا

حضرت امام مالک کا ادب:

حضرت معصب بن عبداللہ نے فرمایا کہ امام مالک جب حضور کا ذِکر کرتے تو آپ کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور جھک جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے شاگردوں پہ یہ بات سخت گذرتی۔ ایک دن اُن سے اس بارے میں بات کی گئی، فرمایا کہ اگر تم دیکھتے جو کچھ میں نے دیکھا ہے تو جو کچھ مجھ سے دیکھتے ہو اُس پر انکار نہ کرتے۔

محمد بن منذر کا ادب:

آپ سید القراء تھے کہ جب بھی اُن سے حدیث پوچھتے وہ جھجتا یا، اجلالاً یا ادباً رونا شروع کر دیتے۔ یہاں تک کہ ہم اُن کی شدت بکا کو دیکھ کر نرم دل ہو جاتے، اُن پر مہربان ہو جاتے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

باوجودیکہ آپ بہت خوش طبع تھے جب اُن کے ہاں حضور کا ذِکر ہوتا تو ہیبت

اور اجلالِ نبی کی وجہ سے آپ کا رنگ زَرد ہو جاتا' وہ ہمیشہ باطہارت حدیث بیان فرماتے تھے یعنی کبھی بھی بے وُضو حدیث نہ بیان کرتے۔

حضرت عبدالرحمٰن کا ادب:

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے، پھر اُن کے رنگ کی طرف دیکھا جاتا تو ایسے معلوم ہوتا کہ گویا اُن سے تمام خون بہہ گیا ہے، خون کا قطرہ نہیں بچا یعنی رنگ سفید ہو جاتا اور زبان اُن کے منہ میں خشک ہو جاتی اور یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے ہوتا تھا۔

عامر بن عبداللہ کا ادب:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عامر بن عبداللہ کے ہاں آتا تو جب اُن کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا تو روتے رہتے یہاں تک کہ آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔

امام زہری کا ادب:

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زہری کو دیکھا، جو معاشرہ میں سب سے لطف اور محبت میں اقرب تھے، جب اُن کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذِکر ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ تجھے نہیں جانتے اور تو اُنہیں نہیں جانتا۔ کمال دہشت اور حیرت سے یہ کیفیت ہوتی۔

صفوان بن سلیم کا ادب:

امام مالک نے فرمایا کہ حضرت صفوان بن سلیم کے پاس حاضر ہوتا جو مجتہدین اور عابدین سے تھے' جب ذکرِ نبی پاک ہوتا تو روتے ہی رہتے۔ یہاں تک کہ لوگ اُن سے اُٹھ جاتے اور اُن کو چھوڑ جاتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے' چیخ و پکار و گریہ وزاری کرنے لگتے۔

امام مالک اور حدیث کا ادب:

جب امام مالک کے ہاں طالبانِ حدیث کا ہجوم بڑھ گیا تو آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ ایک مبلغ مقرر کرلیں، وہ آپ سے قریب بیٹھ کر حدیث سن کر لوگوں تک پہنچائے' کتنا اچھا ہوتا، آسانی ہو جاتی۔ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اے ایمان والو! اپنی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہ بلند نہ کرو۔ قبل از پردہ پوشی اور بعد از پردہ پوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت اور آپ کا احترام لازم ہے۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کا واقعہ:

عمرو بن میمون سے روایت ہے، فرمایا کہ میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سال تک آتا جاتا رہا تو میں نے اُن سے یہ کبھی فرماتے نہ سنا کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں مگر ایک دن انہوں نے حدیث بیان کی اور بے ساختہ اُن کی زُبان پر قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جاری ہوا اور آپ پر کافی غم اور حزن طاری ہوا، میں نے دیکھا آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ پھر فرمایا: لفظاً و معناً اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جیسا میں نے روایت کیا، انشاء اللہ یا اِس سے کچھ زائد یا اس سے کچھ کم یا اس سے قریب فرمایا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کا چہرہ تبدیل ہو گیا، اور روایت میں ہے کہ آنکھیں آنسوؤں سے ڈُبڈبا گئیں۔

امام مالک اور ادب:

حضرت معصب نے فرمایا کہ امام مالک کا یہ دستور تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث پاک بیان کرتے تو وضو کرتے، کنگھا وغیرہ کر کے تیار ہوتے اور مخصوص کپڑے پہنتے پھر حدیث بیان فرماتے۔ اس اِہتمام کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ مطرف نے فرمایا: جب لوگ امام مالک کے پاس حاضر ہوتے تو لونڈی اُن کی طرف جاتی اور اُن سے پوچھتی یا شیخ۔ امام مالک فرماتے: حدیث پاک سننے کا ارادہ ہے یا مسائل فقہی پوچھنے ہیں۔ اگر وہ جواب دیتے کہ مسائل پوچھنے ہیں۔ آپ فوراً باہر تشریف لاتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث پاک کیلئے آئے ہیں تو آپ غسل خانے میں داخل ہوتے اور غسل کرتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، جبہ پہنتے، عمامہ باندھتے اور اپنے سر پر چادر اوڑھتے۔ اور آپ کیلئے تخت بچھایا جاتا تو پھر تشریف لاتے اور اُس پر بیٹھتے۔ اس

حالت میں آپ پر خشوع طاری ہوتا اور حدیث پاک سے فراغت تک خوشبو کی دھونی دیتے رہتے۔

مطرف کے غیر کی روایت ہے کہ آپ اس تخت پر بغیر بیان حدیث تشریف نہ رکھتے۔ ابن ابی اویس نے کہا کہ اس بارے میں امام مالک سے بات چیت کی گئی۔ فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں' پاک صاف ہو کر تمکین و وقار کیساتھ۔ ابن ابی اویس نے فرمایا کہ امام مالک راستہ میں یا کھڑے ہو کے یا جلدی میں حدیث بیان کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

بچھو نے کاٹ ڈالا

محدِّث عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں امام مالک کے ہاں تھا اور آپ ہمیں حدیث پڑھا رہے تھے۔ آپ کو ۱۶ مرتبہ بچھو نے کاٹا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا لیکن حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قطع نہ کیا۔ جب آپ مجلس سے فارغ ہو گئے اور لوگ آپ سے جدا ہو گئے، میں نے کہا اے ابو عبداللہ! میں نے آج آپ سے عجیب بات دیکھی۔ فرمایا: ہاں، میں حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر صبر کر کے بیٹھا رہا۔

بیس کوڑے:

ہشام بن انصاری نے امام مالک سے حدیث پوچھی، اس حالت میں کہ وہ کھڑے تھے تو امام مالک نے اُس کو بیس کوڑے لگائے، پھر اُس پہ شفقت کی اور اُس

کو بیس حدیثیں سنائیں تو ہشام نے کہا کہ نہ مجھے یہ پسند بات تھی کہ کوڑے مجھے زیادہ لگاتے اور حدیثیں زیادہ سناتے۔

بالوں کا ادب:

حضرت صفیہ بنت نجدہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ حضرت ابومحذورۃ کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا گھچا تھا' جب بیٹھتے اور اُسے لٹکاتے تو زمین تک پہنچتا۔ اُن سے کہا گیا کہ اسے منڈواتے کیوں نہیں؟ فرمایا: میں ان بالوں کو نہیں منڈاتا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مس کیا۔

منبرِ رسول کا ادب:

حضرت ابنِ عمر کو دیکھا گیا کہ منبرِ رسول کی نشست گاہِ نبی ﷺ اپنے منہ پر ملتے۔

مدینہ کی مٹی کا ادب:

امام مالک مدینہ منورہ میں جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے میں اللہ سے شرماتا ہوں اس بات میں کہ اس پاک مٹی کو اپنی سواری کے کھروں سے روندوں' جس مٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

بے وضو ہاتھ نہ لگانا:

احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ، جو بہترین غازی اور بہترین تیرانداز تھے' نے فرمایا: میں نے اُس مخصوص کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا جب سے مجھے یہ خبر پہنچی

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کمان کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

رڈی مٹی اور کوڑے:

حضرت امام مالک نے اُس شخص کے متعلق فتویٰ دیا کہ جس نے مدینہ شریف کی مٹی کو رڈی کہا اُسے تیس کوڑے لگائیں اور اُس کے قید کرنے کا حکم دیا۔

یہ بات وسیع ہے اسی لئے ترک کر کے چند گستاخوں کے انجامِ برباد کا ذکر کرتا ہوں۔

امام ابو یوسف نے کدّو کو برا کہنے والے کو گردن زدنی کا حکم صادر کیا

ہمارے احناف کی غیرت اور پھر عقیدت بہ بارگاہ نبوت مشہور ہے۔

حضرت قاضی ابو یوسف، ہارون رشید کے ساتھ ایک شاہی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ مہمان کے منہ سے نکلا کہ مجھے کدّو ناپسند ہے تو آپ نے فرمایا:

اَنَّہٗ ذُکِرَ اَنَّہٗ علیہ الصلوٰۃُ وَالسَّلام کَانَ یُحِبُّ الدبا فَقَالَ رَجُلٌ ان مَا رجھھا فَحَکَمَ بِارتِدَادِہٖ اشرح فقہ اکبر۔ (ص۱۸۶)

گستاخ واجبُ القتل:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے حضور علیہ السلام کی چادر کے متعلق کہا کہ وہ میلی تھی اور اُس سے تنقیص مراد ہو تو وہ شخص واجب القتل ہے۔

(صارم مسلول لابن تیمیہ ۵۲۶)

قاضی عیاض نے فرمایا:

شفاء جلد ۲، ص ۲۰۹ میں ہے کہ:

مَنْ قَالَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اَسْوَدُ یُقْتَلُ۔

جو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالے تھے تو اُسے قتل کردو۔

قبیح شکل والے سے تشبیہ دینے والے کو قتل کا حکم:

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف جلد ۲، ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں:

امام ابو محمد بن ابی زید نے اس مرد کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا کہ جو اس قوم کی باتیں سننے لگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے تھے۔ اچانک ایک قبیح چہرے اور داڑھی والا وہاں سے گزرا تو وہ مردان سے کہنے لگا: کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کی معرفت کا ارادہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں، تو اس مرد نے کہا کہ حضور کی صفت (صورت، خلقت اور داڑھی میں) اس گذرنے والے کی صفت میں ہے، نیز اسی امام نے فرمایا: اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس لعنتی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو گذرنے والے کی صورت بتا کر جھوٹ بکا اور ایسی بات سالم الایمان کے دل سے نہیں نکل سکتی۔

ف: دیوبندی گروہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو پاگلوں، جانور بہائم وغیرہ سے تشبیہ دے دی تو اُسے کون کچھ کہہ سکتا ہے البتہ قبر میں اُس کی خوب خبر لی گئی ہوگی۔

ایسا جملہ آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم وغیرہ کا حال ہے۔

اَیُّمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ کَذَّبَہٗ اوعَابَہٗ اَوْ تَنْقِصَہٗ فَقَدْ کَفَرَ بِاللّٰہِ وَبَانَتْ مِنْہُ زَوْجَتُہٗ۔

(ردالمحتار جلد ۳، ص ۳۱۱، کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب بکا یا آپ کی تکذیب کی یا آپ کو عیب لگایا یا آپ کی تنقیص (بے ادبی) کی تو بے شک اللہ تعالیٰ سے اُس نے کفر کیا اور اُس کی بیوی اُس کے نکاح سے نکل گئی۔

اور قاضی خان نے صرف بال مبارک کی بے ادبی پر کفر کا فتویٰ دیا۔

اِذَا عَبَ الرَّجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَیْءٍ کَانَ کَافِرً اَوْ کَذَا قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لَوْ کَانَ لِشَعْرِ النَّبِیِّ شَعِیْرٍ فَقَدْ کَفَرَ وَ عَنْ اَبِیْ حَفْصِ الْکَبِیْرِ مَنْ عَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَعْرَۃٍ مِنْ شَعْرَاتِہٖ الْکَرِیْمَۃِ فَقَدْ کَفَرَوَ ذَکَرَ فِی الْاَصْلِ اِنَّ سَبًّا شَتْمَ النَّبِی کُفْرٌ وَلَوْ قَالَ جَنَّ النَّبِیِّ ذَکَرَ فِی نَوَادِرِ الصَّلٰوۃِ اِنَّہٗ کَفَرَ۔

(فتاویٰ قاضی خان، جلد ۴، ص ۸۸۲، شرح شفاء القاری، جلد ۴، ص ۳۲۸)

اگر کسی نے کسی چیز میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیب لگایا وہ کافر ہو جائے گا، اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کو تصغیر سے شعیر کہا تو کافر ہو گیا۔ امام ابوحفص کبیر سے منقول ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے مبارک بالوں سے کسی بال کو عیب لگایا وہ بے شک کافر ہو گیا۔ مبسوط میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے۔ ''نوادر الصلوٰۃ'' میں مذکور ہے کہ جس نے کہا: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ جنون طاری ہوا، بے شک وہ کافر ہو گیا۔

نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا کہا تو واجب القتل:

ایک ظالم عشر وصول کرنے والے نے ایک مرد کو ستایا کہ عشر دے اور کہا: میرے ظلم کی شکایت بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دینا، اور یہ بھی کہا کہ میں نے اگر سوال کیا ہے یا جاہل رہا تو حضور علیہ السلام بھی بعض اُمور سے بے خبر جاہل رہے اور اُنہوں نے بھی سوال کیا۔ اس پر امام ابو عبداللہ بن عتاب نے اُس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ (شفاء شریف جلد ۲، ص ۲۱۰)

حضور کو یتیم کہا تو سولی چڑھا:

''فقہاء اندلس'' نے ابن حاتم فقیہ مولوی خلیل کے قتل کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس نے مناظرہ کے دوران حضور کو یتیم کہا اور حیدر رضی اللہ عنہ کا سسر کہا اور یہ گمان کیا:

اِنَّ زُهْدَهٗ لَمْ يَكُنْ قَصْدًا وَلَوْ قدر عَلَى الطّيبات اكلها

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہیں تھا بلکہ اضطراری تھا اور اگر طیبات پر قدرت رکھتے تھے۔

اس کے بعد شیخ خفاجی و ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس سے اس ملعون کا

ارادہ زہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں طعنہ کرنا تھا ورنہ حضور کی قدرت وطاقت تو یہ تھی کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اِرادہ کرتے اور چاہتے کہ مکہ کے پہاڑ سونا بن جائیں تو ہو جاتے۔ (نسیم جلد ۴، ص ۳۴۵)

گستاخِ رسول سولی پر:

ابراہیم فزاری ماہر علوم کثیرہ کو بھی گستاخی و بے ادبی کی وجہ سے فقہاء قیروان نے شرعی حکم کی وجہ سے سولی پر لٹکوایا، اُس کے پیٹ کو چھری سے چاک کرایا، پھر اس کی نعش کو جلادیا۔ مؤرخوں نے بیان کیا کہ لکڑی گھومی اور اُس کا رُخ قبلہ سے پھیر دیا' یہ سب کیلئے نشانی تھی تو سب نے اللہ اکبر کہا، پھر کتا فوراً اس کے خون کو چاٹنے لگا۔

حضرت یحییٰ بن عمر نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا ہے کہ کتا مسلمان کا خون نہیں چاٹے گا۔

ف: یہ سزا گستاخی اور بے ادبی کی دنیا میں ملی۔ آخرت کی سزا اس سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)

حضور کو بھولنے والا کہنا حرام ہے:

وَكَذَالِكَ اَقُوْلُ حُكْمُ من غمصه اَوْ غيره بِرَعَايَةِ الْغَنَمِ اَوِ السَّهْوِ وَالنِّسْيَانِ اَوِ السِّحْرِ اَمَّا اَصَابَهُ مِنْ جَرْحٍ اَوْ هَزِيْمَةٍ لِبَعْضِ جُيُوْشِهٖ اَوْذٰى مِنْ عَدُوِّهٖ اَوْ شِدَّةٍ مِنْ زَمَنِهٖ اَوْ بِالْمَيْلِ اِلٰى نِسَائِهٖ فَحُكْمُ هٰذَا كُلّه لِمَنْ قَصَدَ بِهٖ نَقْصِهٖ اَلْقَتْلُ۔ (شفاء شریف جلد ۲، ص ۳۱۱)

ترجمہ: اور اس طرح اُس کا حکم بھی قتل کرنا ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکریوں کے چرانے یا سہو یا نسیان یا جادو یا آپ کو جو زخم پہنچے یا آپ کے بعض لشکر کو جو شکست پہنچی یا آپ کے دشمن کی طرف سے ایذا پر یا شدت زمن کی وجہ سے یا ازواج مطہرات کی طرف میلان کی وجہ سے آپ پر عیب لگایا اور ان چیزوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقص کا ارادہ ہے۔

لیکن دورِ حاضرہ میں حضور پر نسیان وغیرہ طاری ہونے پر مناظرے ہوتے ہیں۔ یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔

وہ واقعات جو احادیث مبارکہ اور تواریخ صحیحہ سے ثابت ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

ابولہب:

اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی چچا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بعثت کے بعد قریش کو اکٹھا کیا اور اللہ کا پیغام سُنایا تو سب سے پہلے ابولہب ہی نے تکذیب کی اور کہا کہ (معاذ اللہ)

تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا

تیرا ناس ہو کیا تو نے اِسی لئے اکٹھا کیا تھا۔

اِسی پر یہ صورت نازل ہوئی۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ۔ (پ ۳۰ سورہ اللھب آیت نمبر ۱)

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوا۔

واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کو زہریلہ دانہ نکلا۔ بیماری متعدی تھی، کوئی قریب نہ پھٹکتا تھا۔ سارے بدن میں زہر سرایت کر گیا۔ اِسی حالت میں ختم ہوا، تین دن تک لاش پڑی رہی۔ فضا متعفن ہوگئی۔ اُس کے گھر والے اِس اندیشے سے کہ اُس کی بیماری کہیں اُنہیں نہ لگ جائے اُسے ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ چند حبشی مزدوروں کو بلا کر لاشے کو اُٹھوایا گیا۔ مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر اُس کے لاشے کو گڑھے میں دھکیل دیا۔ اس کا تفصیلی واقعہ تفسیر ''فیوض الرحمان'' میں ہے۔

عاص، ابوجہل:

ابوجہل اس امت کا فرعون تھا۔ اُس کی انانیت کو اِس طرح ختم کیا گیا کہ دو بچوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

عاص بن وائل سہمی حضرت عمرو بن العاص کے والد تھے۔ آپ کا ٹھٹھا اُڑاتے تھے۔ حضور کے ہاں جتنے بیٹے پیدا ہوئے اُن کی زندگی ہی میں وفات پاگئے تو عاص نے کہا:

اِنَّ مُحَمَّدًا اَبْتَرُ لَا یَعِشْ لَهُ وَلَدًا

محمد مقطوع النسل ہیں، اُن کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہتا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ۔ (پ ۳۰ سورہ الکوثر آیت نمبر ۳)

آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے۔

ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے پیر پر کاٹا، اِس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہوگیا، اِسی میں عاص کا خاتمہ ہوا۔ (ابن الاثیر جلد۲)

اسود بن مطلب:

اور اس کے ساتھی جب بھی آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھتے، آنکھیں مٹکاتے۔ آپ نے بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اسود کو اِس قابل نہ چھوڑ کہ یہ آنکھیں مٹکا سکے۔ اسود ایک کیکر کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی۔

مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے۔

لڑکوں نے کہا: ''ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا''۔

اسود چلاتا رہا۔ مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے'' یہ کہتے کہتے وہ اندھا ہوگیا۔

اسود بن عبدیغوث:

حضور کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اُسے اپنی عقل پر بڑا ناز تھا۔ سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکلیں اور اِسی تکلیف میں مرا۔

حارث بن قیس:

حارث بن قیس بھی سخت یاوہ گو تھا۔ ایسی بیماری ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آتا تھا، اور اِسی بیماری میں فوت ہوا۔ تفصیل، اِس آیت کی

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔(پ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۷)۔(کی تفسیر اویسی میں ہے)

حضور اقدس ﷺ کو ایذا دینے والوں کی ہلاکت اور تباہی کی تفصیلات حافظ ابن کثیر، حضرت امام جلال الدین سیوطی، طبرانی اور بیہقی نے دی ہیں۔

ابن ابی سرح:

عبداللہ ابن ابی سرح کو وحی لکھنے کی خدمت سپرد تھی۔ کچھ ایسی پھٹکار پڑی کہ مرتد ہوا اور آپ کو عیب لگانے لگا۔ جب وہ مر گیا اور اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا۔ اُس کے اقرباء سمجھے کہ شاید اصحابِ رسول نے اُس کو نکال دیا ہے، لہٰذا اور زیادہ گہرا گڑھا کھود کر دفن کیا مگر زمین نے پھر بھی قبول نہ کیا اور نکال باہر پھینکا۔ غرض کئی بار دفن کیا مگر نعش باہر آ گئی۔ الغرض بارگاہ رسالت سے نکالا ہوا قبر سے بھی نکالا گیا۔

عتبہ بن ابولہب:

ابولہب کے بیٹے عتبہ نے بارگاہِ رسالت میں گستاخی کی تو اللہ کے حبیب نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ۔(مجمع الزوائد ج۶ ص ۱۸، دلائل النبوۃ ج۲ ص ۱۶۳، المواہب اللدنیہ ج۱ ص ۵۴۲ تا ۵۴۷)

اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما۔

ابولہب نے جب سنا تو کہنے لگا کہ اب میرے لڑکے کی خیر نہیں اور پھر ہر طرح اس کی نگرانی کرنے لگا۔ جب عتبہ ایک بار تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گیا تو ابولہب نے اپنے غلاموں کو وصیت کی کہ عتبہ کو اپنے بیچ میں سلایا کریں اور خوب حفاظت رکھیں۔ ایک جگہ قافلے والے سو رہے تھے کہ جھاڑی میں سے ایک شیر نکلا اور ہر ایک کا منہ سونگھتا ہوا عتبہ تک جا پہنچا اور اُس کا منہ سونگھ کر اُسے پھاڑ ڈالا۔

(مدارج النبوت)

گستاخوں کی صحبت سے نحوست:

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ اَنَّ رَجُلًا وُلِدَ لَهٗ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَالَهٗ وَاَخَذَ مبشرة جبة فَقَالَ بها هَکَذَا وَ غَمَزَ جبَةَ وَ دَعَالَهٗ بِالْبَرْکَةِ قَالَ فَنَبَتَتْ شَعْرَةٌ فِی جِبْهَةٍ کَاَنَّهَا هلب فرس نَشَبَ الْغُلَامُ فَلَمَّا کَانَ زَمَن الخَوارِجِ اَجْهَمَ فَسَقَطَتِ الشَّعْرُ عَنْ جبهَةٍ فَاَخَذَ اَبُوْهُ یَقِیْدُهٗ مُخَافَةِ اَنْ یَلْحِقَ فِیهِمْ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَیْهِ فوعظناهُ وَ قُلْنَا لَهٗ فِیْمَا نَقُوْلُ اَلَمْ تَرَاَنَّ بَرْکَةَ دَعْوَةُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَقَعَتْ مِنْ جِهْتِکَ فَمَا زلنا بِهٖ حَتّٰی رَجَعَ عَنْ راهیم فَرَادَ اللّٰهُ اِلَیْهِ الشَّعْرَ بَعْدَ فِیْ جهبَةٍ وَ تَابَ وَاَصْلَحَ کذافِی مُصَنَّفِ ابن ابی شیبه

ترجمہ: روایت ہے ابوالطفیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت نے اُس کو دُعا دی، اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دبایا۔ اثر اُس کا

یہ ہوا کہ اُس کی پیشانی پر خاص طور پر بال اُگے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے۔ وہ لڑکا جوان ہوا اور خوارج کا زمانہ پایا اور اُن سے اُس کو محبت ہوئی' ساتھ ہی وہ بال جو دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے۔ اُس کے باپ نے جو یہ حال دیکھا تو اُس کو قید کر دیا کہ کہیں اُن میں نہ مل جائے۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُس کے پاس گئے۔ اُسے وعظ و نصیحت کی اور کہا: دیکھو تم جوان لوگوں کی طرف مائل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُعا کی برکت تمہاری پریشانی جاتی رہی۔ غرض جب تک اس نوجوان نے ان کی رائے پر رجوع نہ کیا، ہم اُس کے پاس سے ہٹے نہیں۔ پھر جب اُن کی محبت اُس کے دل سے جاتی رہی، حق تعالیٰ نے وہی نشانی دست مبارک کی اُس کی پیشانی میں پھر پیدا کر دی۔ پھر تو اُس نے بالکلیہ اُن کے عقائد سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہو گیا۔

فوائد:

جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگ جاتا ہے اُس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مقامِ برکات ہوتا ہے، پھر یہ ضروری نہیں کہ وہ برکت ظاہر بھی ہو کیونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ اُسے کبھی ظاہر فرماتا ہے اور کبھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے آثار کے متلاشی رہتے ہیں۔

۲۔ ایسے مقامات مشیتِ ربانی پر منحصر ہیں کیونکہ وہ جنہیں منتخب فرماتا ہے وہ بڑے بابرکت ہوتے ہیں' جہاں ایسی خرابی ہوئی تو پھر وہ چھین بھی لیتا ہے تاکہ طالبانِ راہِ حق کو عبرت ہو۔

۴۔ اس شخص کو ابھی گندے عقائد کی ہوا لگی تھی، پورے طور پر سرایت نہیں کر گئے تھے، ورنہ مشکل تھا کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: گندے عقائد جس کے دل میں اثر انداز ہو جاتے ہیں اُس کا لوٹنا محال بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم بدمذاہب کے ساتھ بے مروتی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اُن سے ہم نا اُمید ہو چکے ہیں، کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو حدیث کے خلاف لازم آتا ہے ہاں جو ابھی نو وارد ہوتے ہیں اُن کو واپس لانے کی کوشش کرتے ہیں پھر اُس کی قسمت جیسے اس نوجوان کیساتھ ہوا۔

۵۔ بدمذاہب کی صحبت زہر قاتل سے بھی قاتل تر ہے اسی لئے اُن سے بچ کر رہنا ضروری اور لازم ہے۔

نبی علیہ السلام کے دُشمن کا منہ ٹیڑھا:

حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ ایک بے ادب کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

آن دہاں کژ کرد واز تسخیر بخواند محمد را دہانش کژ بماند!
باز آمد کائے محمد عفو کن ای ترا الطاف و علم من لدن!
من ترا افسوس میکردم زجہل من بدم افسوس رامنسوب واہل
چوں خدا خواہد بمال یادی کند میل مارا جانب زاری کند
درخدا خواہد کہ پردہ عیب کسن کم زند و رعیب معیوبان نفس
مرحمت فرمود سید عفو کرد بس زجرأت توبہ کردا نروی زرد

ترجمہ: ایک آدمی نے تمسخر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا تو خدا نے فوراً اُس

کے منہ کو ٹیڑھا کر دیا۔ وہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے حضور! معاف فرمائیں میں جہالت کی وجہ سے آپ پر تمسخر کرتا تھا حالانکہ میں ہی تمسخر کا منسوب اور اہل تھا۔ رسول اکرمِ نے رحم کیا اور اُس کو معاف کر دیا۔ وہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگی اور توبہ کی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خدا کسی آدمی کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو وہ آدمی خدا کے بندوں پر طعنے مارنے پر مائل ہو جاتا ہے اور اگر خدا کسی آدمی کا عیب چھپانا چاہتا ہے تو وہ آدمی عیب دار آدمیوں کے عیب نہیں کہتا۔ جب خدا کسی آدمی کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اُس آدمی کا رجحان عجز وانکساری کی طرف کر دیتا ہے۔

بدبخت یہودی قوم:

حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ ایک یہودی قوم کا ذِکر فرماتے ہیں کہ

بود در انجیل نامِ مصطفےٰ آں سر پیغمبراں بحر صفا

بود ذکر حلیہا و شکل رو بود ذکر غز و صوم و اکل او

ترجمہ: انجیل میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تھا اور آپ کی شکل و صورت اور حلیہ پاک کا مفصل تذکرہ تھا۔ ایسے ہی آپ کے غزوات اور روزے رکھنا' کھانا' پینا وغیرہ۔

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب چوں رسیدندے بدان نام وخطاب

بوسہ دادندے بداں نام شریف رونہا دندے بداں وصف لطیف

ترجمہ: عیسائیوں کی ایک جماعت جب اس نام پاک اور خطاب مبارک پر پہنچی تو وہ

لوگ بغرض ثواب اس نام شریف کا بوسہ دیتے اور اس ذکر مبارک پر بطورِ تعظیم منہ رکھ دیتے۔

نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد نور احمد ناصر آمد یا رشد

ترجمہ: (اس تعظیم کی بدولت) اُن کی نسل بہت بڑھ گئی اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ہر مرحلے میں اُن کا مددگار اور ساتھی بن گیا۔

واں گروہ دیگر از نصرانیاں نور احمد داشتندے مستہاں

ترجمہ: اور نصرانیوں کا دوسرا گروہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی بے قراری کیا کرتا تھا۔

مستہاں خوار گشتند آں فریق گشتہ محروم از خود و شرط طریق

ترجمہ: وہ لوگ ذلیل ہو گئے اپنی ہستی سے بھی محروم ہو گئے، قتل کیے گئے اور مذہب سے بھی محروم ہو گئے یعنی عقائد خراب ہو گئے۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند تاچہ نورش؟ چوں مددگاری کند!

نام احمد چوں حصارے شد حصین تاچہ باشد ذات آں روح الامین

ترجمہ: (اللہ اللہ جب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ایسا مددگار ہے تو ان کے نور کی مددگاری کا کیا عالم ہوگا؟ نام احمد اتنا پختہ حصار ہے تو پھر ذات مصطفےٰ کا کیا کہنا۔

کسریٰ کا بُرا انجام:

احادیث میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں مختلف بادشاہوں کو خط لکھا تو اُس وقت کے ایران کے کسریٰ پرویز کو بھی خط لکھا جو اس

نے پھاڑ دیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: فَــــزَّقَ کِتَابِیْ مَزَّقَ اللّٰہُ مُلْکَہٗ۔ اس بد بخت نے میرا خط پھاڑا، حق تعالیٰ نے اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اُس نے یمن کے حاکم (گورنر) باذان نامی کو خط لکھا کہ اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے میرے ہاں بھیجو! باذان سمجھدار آدمی تھا، اُس نے وہی خط مع دو معتمد آدمی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر لکھا کہ آپ پرویز کے ہاں پہنچیں۔ جب یہ قاصد حضور علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو آپ نے ان کے خط کا مضمون سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج آرام کریں اور کل مجھ سے خط کا جواب لینا۔ حسب الحکم یہ دونوں کل حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے صاحب یعنی باذان کو کہنا کہ میرے رب کریم نے تیرے شہنشاہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔ یعنی بادشاہ قتل کر دیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس کے بیٹے شیرویہ کو اُس پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ واقعہ منگل کی رات دس تاریخ ۷ھ کا تھا۔

دو فرنگیوں کا گنبد خضریٰ میں سرنگ لگانا:

صلیبی جنگ کے دوران ۵۵ھ میں جب بیت المقدس کے دروازہ پر مسلمانوں پر نصرانیوں کے خون سے زمین رنگین ہو رہی تھی تو اہل صلیب نے بیت اللہ اقدس شریف کے قبضہ کے بعد ارادہ بھی کیا کہ کسی تدبیر سے روضہ نبوی میں پہنچ کر جسد مبارک کو وہاں سے نکال لے جائیں۔ چنانچہ سلطان نور الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں دو فرنگی اس کام کیلئے منتخب کئے گئے اور ایک بڑا انعام اُن کے لئے مقرر کیا

گیا۔ یہ دونوں رومی عیسائی تھے۔ مغربی حاجیوں کے بھیس میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور وہاں حجرہ مبارک کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔ یہ لوگ دن کو روضہ اقدس میں نماز پڑھتے تھے' لوگوں کو صدقات دیتے تھے اور رات بھر سرنگ کھودتے تھے۔ جب چند دن کے بعد سرنگ قریب قریب مکمل ہوگئی تو ایک رات سلطان نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو گورے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمارہے ہیں کہ یہ دونوں کتے مجھے ستارہے ہیں اور تو خبر نہیں لیتا

چنانچہ سلطان اپنے وزیر جمال الدین موصلی اور بیس سواروں کو لے کو فوراً مدینہ پہنچا اور تحقیق کرنے کے بعد اُن دونوں کو گرفتار کیا اور انہیں وہیں تہ تیغ کر دیا اور ان کی لاشوں کو جلا ڈالا۔ بعض نے یہ بھی بیان کیا کہ نور الدین شہید نے روضہ مبارک کے چاروں طرف سطح آب تک خندق کھدوا کر اس میں سیسہ گلوادیا تا کہ پھر کوئی شخص ایسی جرأت نہ کر سکے۔

اصل عبارت کیلئے دیکھو ''جذب القلوب'' مطبوعہ نولکشور ص ۱۴۴، ۱۲۵۔

بعدازاں اس واقعہ کی صحت کے متعلق حضرت شیخ اسی ''جذب القلوب'' میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وایں قصہ را جمیع مورخاں مدینہ منورہ و مثل شیخ جمال الدین مطری و مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ ایشاں از علمائے اعلام ذکر کردہ اند و تصحیح نمودہ اند۔

(جذب القلوب ص ۲۰۶)

ترجمہ: مدینہ منورہ کے تمام مورخین نے اس قصہ کو مثل شیخ جمال الدین مطری اور مجد

الدین فیروز آبادی نیز بڑے بڑے علماء نے ذکر کیا ہے اور تصدیق بھی کی ہے۔

درحقیقت اس واقعہ کا ذکر علامہ جمال الدین مطری نے سب سے پہلے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس نے اس واقعہ کو مدینہ منورہ کے اکثر باشندوں سے سنا اور یعقوب بن ابی بکر سے خصوصاً سنا ہے۔ روایت کے طور پر اپنے باپ سے پہنچا تھا۔ اس کے بعد علامہ زین الدین ابوبکر المراغی نے ایک کتاب ''تحقیق النصرۃ تخلیص معالم دار الہجرۃ''۔ یہ علامہ امام ابن بخاری کی کتاب ''الدرۃ الثمینہ فی اخبار المدینہ'' کی تلخیص تھی۔ چنانچہ اس نے بھی علامہ مطری کے حوالہ سے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ علامہ جمال الدین الاستوی نے بھی اپنے رسالہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام المحققین، سید المورخین، علامہ امام سید شریف علی نور الدین سمہودی علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو اپنی مشہور و معروف کتاب ''خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفٰی'' میں روایت کیا ہے۔ علامہ امام برزنجی نے اپنی کتاب نُزْهَةُ النَّاظِرِيْن فِي مَسْجِدِ سَيِّدِ الاوّلین والآخرین'' میں جو ۱۲۹۷ھ کی تالیف ہے، اس قصہ کو شرح وسط کے ساتھ لکھا ہے اور اس قصہ میں ہونے والے مورخین کے اختلافات کو ہر ممکن تاویل سے رفع کیا ہے اور اُن کو باہم ملا کر ایک مسلسل واقعہ کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

منکرین حدیث کے عالم و پیشوا مولوی اسلم جیراجپوری کا حوالہ بھی مفید ثابت ہوگا۔ مقالات اسلم ص ۶۰ مطبوعہ و نشر کردہ از امداد صابری چوڑیوالاں دہلی ملاحظہ ہو۔ اس قدر حوالہ جات اس لئے دیئے گئے ہیں کہ رسوائے زمانہ علامۃ الدہر نیاز شکست پوری المعروف بہ علامہ نیاز فتح پوری نے اپریل ۵۷ء کے نگار ماہنامہ میں

اس واقعہ کی صحت کا کھلے لفظوں میں انکار کیا ہے۔اس واقعہ کو ہم نے مزید تبصرہ کے ساتھ اپنی کتاب (تبلیغی جماعت کے کارنامے) میں لکھا ہے۔

مصری زندیقوں کا واقعہ زہرہ گداز:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ بغداد'' میں بیان کیا ہے کہ بعضے زندیق جو بعض امراء عبید یہ سے ہیں۔یہی مصر کے حاکم تھے اور حرمین طیبین کی ولایت بھی انہیں کے قبضہ وتصرف میں تھی۔ان بدبختوں کی حالت تاریخ دانوں پر واضح ہے،اس وقت خلفائے فاطمیہ میں سے خلیفہ حاکم بامراللہ حکمران تھا' جس کی تاریخ سفاکیت اور طاغوتیت کا ایک عبرت انگیز افسانہ ہے۔مورخین نے اُسے مصر کا فرعون ثانی لکھا ہے کیونکہ اُس نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

غرض کہ یہ زندیق چاہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی نعشوں کو مدینہ منورہ سے مصر میں منتقل کرالے تاکہ اس کا پایہ تخت مقبول عام اور زیارت گاہ خاص وعام بن جائے۔اس کام کیلئے اُس نے ایک درباری ابوالفتوح کو مدینہ میں بھیجا۔اہل مدینہ مضطرو بے قرار ہوکر اُس کے پاس جمع ہوئے اور اُس کو اس کام سے باز رکھنے کیلئے منت سماجت کی لیکن شاہی حکم تھا وہ اُس پر مصر رہا۔اس مجمع میں ایک قاری زلیائی نامی تھا۔اُس نے قرآن کی آیت سنائی:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

(پ ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۳)

ترجمہ: تم اُن لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ اُنہوں نے تمہارے ساتھ پہلے چھیر چھاڑ شروع کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو۔ بس اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔

اس کے سننے کے بعد مجمع میں اس قدر جوش پیدا ہو گیا کہ اگر وہ مصری حکومت کے ماتحت نہ ہوتے تو یقیناً ابوالفتح کو مار ڈالتے۔ اس سے اُس کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ کس قدر سخت مہم پر بھیجا گیا ہے کیونکہ جب ابھی یہ حالت ہے تو جب قبر کھدنی شروع ہو گی اُس وقت کیا ہو گا۔ اس لئے ڈر گیا، اسی روز شام کے وقت ایک نہایت خطرناک آندھی آئی' جس کو لوگوں نے اس ناپاک ارادہ کی نحوست قرار دیا۔ ابوالفتوح ان سب باتوں سے مرعوب ہو کر واپس چلا گیا اور حاکم بامر اللہ کو اس فعل شنیع سے ڈرایا مگر ابن سعدون نے لکھا کہ عوام نے اُسے قتل کر دیا۔

(جذب القلوب ص ۱۲۵، ۱۲۶، وفاء الوفاء، تاریخ بغداد النجار)

ملحدوں کا واقعہ خسف:

حضرت شیخ قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

واز عر بو غرائب قفیہ خسف' بعضے ملاحدہ است وہو ہذا

یعنی اور عجیب وغریب واقعات میں واقعہ خسف بعضے ملحدوں کا ہے۔

محب طبری ''ریاض نضرہ'' میں بیان کرتے ہیں کہ حلب کے ملحدین کی ایک جماعت مدینہ کے امیر کے پاس آئی اور بہت سا مال اور زیادہ تحفے پیش کئے تا کہ حجرہ شریفہ

میں سے ایک طرف کھول کر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو لے جائیں۔ امیر مدینہ نے بوجہ بدمذہبی اور محبت دنیا کے اس بات کو قبول کیا اور ان لوگوں کو اس بات کی اجازت دے دی۔ حرم شریف کے دربان سے کہا کہ جب یہ جماعت آئے حرم کا دروازہ ان کیلئے کھول دینا اور جو کام یہ لوگ اس میں کرنا چاہیں منع نہ کرنا' دربان کا بیان ہے کہ جب نماز عشاء ہو چکی اور سب دروازے بند کر دیئے گئے۔ چالیس آدمی پھاوڑے اور کدال' شمع اور گرانے اور کھودنے کے اوزار لے کر آئے اور باب السلام پر کھڑے ہوئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا' میں نے امیر کے حکم سے دروازہ کھول دیا اور ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ میں روتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ کب قیامت قائم ہوگی۔ سبحان اللہ! ابھی یہ لوگ منبر شریف کے مقابل نہیں پہنچے تھے کہ ان سب کو مع اسباب و آلات کے جوان کے ساتھ تھا' اُس ستون کے نزدیک جو توسیع عثمان کے قریب ہے' زمین نے نگل لیا۔ امیر مدینہ منتظر تھا کہ اس تاخیر کا سبب کیا ہے' مجھ کو بلایا اور کہا کہ قوم کا کیا حال ہے؟ میں نے جو کچھ دیکھا تھا کہہ دیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ امیر نے کہا کہ دیوانہ ہوا ہے' سمجھ کر کہہ۔ میں نے کہا کہ آپ خود تشریف لے چلیں اور دیکھیں کہ اب تک خسف کا اثر اور بعضے کپڑے جو اُن پر تھے باقی ہیں۔

طبری اس قصہ کی نسبت اُس ثقہ لوگوں کی طرف کرتے ہیں جو سچائی اور دیانت میں مشہور ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے بعض مورخین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ سمہودی میں بھی مذکور ہے۔ (جذب القلوب ۱۲۶۔۱۲۷)

پہلے واقعہ سے ثابت ہے کہ نصاریٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات النبی

سمجھتے ہیں ورنہ اس قدر زرِ کثیر جسمِ اطہر نکلوانے میں کیوں خرچ کرتے۔ دوسرے واقعہ سے ظاہر ہے کہ مصر کا فرعون ثانی اور اس کے دوسرے ساتھی باوجود دعویٰ خدائی اور زندیق ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مع الجسم کے قائل تھے۔ ورنہ ابوالفتوح کو نہ بھیجتے۔ تیسرے واقعہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حلب کے ملحد نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ شیخین رضی اللہ عنہم کو باوجود اپنی عداوت قلبی کے زندہ سمجھتے ہیں۔ یہاں سے ملحدین کے عقائد کا تضاد و نفاق ثابت ہو گیا۔

ایک طرف تو شیخین کو مومن ہی نہیں مانتے' دوسرے طرف انہیں زندہ سمجھتے ہیں مثل شہداء کاملین کے ورنہ انہیں روضہ اقدس سے نکالنے کی ناکام کوشش ہی کیوں کرتے۔ ع...... بہ روز حشر شود ہمچو صبح معلومت

ادھورا درود لکھنے والے کا ہاتھ گل گیا:

حضرت ابوزکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حدیث شریف لکھتا تھا اور کاغذ کی بچت کرتے ہوئے حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ درود شریف نہیں لکھتا تھا۔ اس بے ادبی پر اس کے ہاتھ پر زخم آ گلا ہو گیا۔

ف: اس بدبخت کو کیا سزا ملے گی جو حضور علیہ السلام کا اسم مبارک سن کر درود پڑھتا نہیں یا نام لکھ کر مکمل درود لکھتا نہیں بلکہ صلعم۔ ص۔ ع۔ کا نشان لگاتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''کراہتہ صلعم'' میں مطالعہ کیجئے

عصائے نبوی کی بے ادبی کی سزا:

حضرت قاضی عیاض شفاء جلد ۲، ص ۴۹ میں لکھتے ہیں:

حَکٰی اَنَّ جَھْجَاھَان الْغِفَارِیْ اَخَذَ قَضِیْبَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ یَدِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَتَنَاوَلَہٗ لِیَکْسِرَہٗ عَلٰی رُکْبَتِہٖ فَصَاحَ بِہِ النَّاسُ فَاَخَذَتْہُ الْاَکْلَۃُ فِیْ رُکْبَتِہٖ فَقَطَعَھَا وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ۔

جہجاء غفاری نے امیر عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام کا عصا لے کر گھٹنوں پر رکھ کر توڑنے لگا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اتنی بے ادبی کی وجہ سے اُس کے گھٹنے میں آکلہ کا مرض پیدا ہو گیا۔ اُس نے گھٹنہ کاٹ ڈالا اور ایک سال سے پہلے پہلے مر گیا۔

مُلّا علی قاری کی ٹانگ ٹوٹ گئی:

اہلسنّت کا مذہب ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف والدین کریمین بلکہ تا آدم وحوا علیہما السلام جملہ آباء وامہات ایمان پر تھے۔ صرف اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رسالے لکھے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ''شمول الاسلام'' رسالہ میں لکھا۔ جمہور کے خلاف حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کا کفر ثابت کر کے رسالہ لکھا۔ نیز اُس شرح عقائد میں ہے کہ اُن کے اُستاد مکرم حضرت ابن حجر مکی قدس سرہ نے اُنہیں خواب میں دیکھا ہے کہ

سَقَطَ مِنْ سَقْفٍ فَانْکَسَرَتْ رِجْلُہٗ

چھت سے گرے تو اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اُستاذ مکرم قدس سرہٗ نے فرمایا

هٰذَا جَزَاءُ هَانَةَ وَالِدِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَقَعَ کَمَا۔

یہ اُس کی جزا ہے جو اُس نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کی اہانت کی ہے۔ چنانچہ واقعی ملا علی قاری ٹوٹی ہوئی ٹانگ دیکھتے ہیں جب جاگتے ہیں نیز اُس کے حاشیہ پر ''القول المستحسن'' سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ نقل توبتہ توھتہٗ اس مسئلہ میں ان کی توبہ منقول ہے۔

ف: اس سے شیعوں کا اعتراض اُٹھ گیا کہ اہلسنّت والدین کریمین کے کفر کے قائل ہیں اور وہابیوں کا بھی کہ وہ سند میں مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

یارسول اللہ کو کفر قرار دینے پر قدرتی گرفت:

جہلم (افق رپورٹ) حاجی مشتاق احمد نمائندہ خصوصی: گذشتہ دنوں شہر میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جو افسوسناک بھی ہے اور قابل عبرت بھی۔ تفصیلات کے مطابق تحصیل چکوال سے ۸ میل دور واقع گاؤں تھوہا بہادر کی مرکزی مسجد تلہ گنگ روڈ کے مولوی یعقوب نے مقتدیوں کو ''یارسول اللہ'' کہنے کی ممانعت کر دی تھی، جس پر مقتدی حضرات نے ممتاز سنی عالم علامہ عنایت اللہ سانگلہ ہل والوں کو گاؤں میں بلایا۔ علامہ موصوف نے ''یارسول اللہ'' کہنے کی حمایت کی اور اُسے جائز قرار دیا۔ اس موقع پر غیر عقیدہ افراد کی بھاری جمعیت لاٹھیوں اور مضروب کن ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ''یارسول اللہ'' کہنے والوں پر حملہ آور ہونے کو آئی۔ سنی نمازیوں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے نڈر ہو کر انہیں متنبہ کیا کہ اگر تم لوگوں نے گڑبڑ کی تو نتائج کی ذمہ داری تم پر ہی عائد ہوگی۔ کچھ دیر بعد مخالفین کی ایک جماعت نے علامہ موصوف سے کہا کہ

آپ قرآن کی رو سے ثابت کر دیں کہ یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

علامہ نے جواب دے کر اُن کی تسلی کر دی اور انہیں توبہ کرنے کو کہا۔ اگرچہ ان لوگوں نے اپنی شکست برملا تسلیم کر لی مگر توبہ نہ کی۔ علامہ موصوف نے انہیں خبردار کیا کہ سن لو! آئندہ اگر تمہارے مولوی نے ''یارسول اللہ'' کہنے کو غلط قرار دیا تو اُس کی زبان بند ہو جائے گی۔ اگلے دن جمعہ تھا' مولوی یعقوب نے تقریر میں کہا کہ (نعوذ باللہ) یارسول اللہ کہنا کفر ہے۔ خدا کی لاٹھی بے آواز کے مصداق جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد وہ گھر گیا تو اُس پر فالج کا حملہ ہوا اور اُس کی زبان بند ہو گئی اور چند دن چکوال ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے دوران اُس کی موت واقع ہو گئی۔

(ہفت روزہ افق کراچی ۴ تا ۱۰ جون ۱۹۷۹ء)

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مباہلہ سے ایک دیوبندی بری موت مرا:

جب غزالی زماں رازئ دوراں ضیغم اسلام حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں تشریف لائے اور حضرت چپ شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب مرحوم کی مسجد میں درس حدیث شریف شروع کیا تو آپ کے حلقہ درس میں ایک حاجی ابراہیم کمپنی والے بھی نہ صرف حلقہ درس میں شریک ہوتے بلکہ عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ وہ مولوی عبدالعزیز دیوبندی گوجرانوالہ والے کے مرید تھے۔ اُسے جب معلوم ہوا کہ اُس کا مرید علامہ کاظمی صاحب کا درس سنتا ہے تو آگ بگولہ ہو گیا اور اپنے ہم خیال مولویوں کو اکٹھا کیا۔ اس میں طے کیا کہ علامہ کاظمی (رحمۃ اللہ علیہ) سے مناظرہ طے کیا جائے۔ چنانچہ حاجی محمد ابراہیم کمپنی والے کے گھر علامہ کو بلایا گیا۔ علم

غیب پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعویٰ میں مشکوٰۃ شریف کا حوالہ دیا۔ مولوی عبدالعزیز نے حسب عادت کہا کہ مشکوٰۃ بے سند کتاب ہے' میں اسے نہیں مانتا۔ ترمذی کا حوالہ دی۔ اس نے غصہ میں آکر کتاب کو پھینک دیا۔ حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا تو گستاخ اور بے ادب ہے۔ اب میں تم سے مناظرہ نہیں مباہلہ کروں گا۔ چنانچہ دونوں نے یہ الفاظ کہے۔ اگر میرا مقابل باطل ہو تو خدا کے عذاب میں مبتلا کو کر ہلاک ہو جائے۔ مباہلہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے واپس تشریف لائے۔

مولوی عبدالعزیز جب گوجرانوالہ پہنچے اور صبح کو نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دینے کیلئے بیٹھے اور بولنا چاہا تو الفاظ منہ سے نہ نکلے' زبان باہر نکل آئی۔ کافی دنوں تک علاج کی کوشش کی گئی لیکن ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ کوئی مرض ہو تو اس کا علاج کیا جائے' یہ تو عذاب الٰہی ہے۔ بالآخر وہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا۔ (مقالات کاظمی جلد ۱، ص ۲۰)

ف: بدبخت وہابی کو مباہلہ کی سزا موت کی صورت میں ملنی تھی لیکن اس نے جو حدیث کی کتاب ''ترمذی شریف'' کی بے ادبی' گستاخی کی وجہ سے فالج کے رنگ میں ملی۔ اور ایسی عبرتیں ہزاروں دنیا میں واقع ہو رہی ہیں لیکن ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایسے واقعات لوگ دیکھتے بھی ہیں لیکن پھر بھی توفیق کی توبہ سے محروم رہتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کے دشمن کا گھر جل گیا:

مدینہ میں ایک نصرانی تھا۔ جب اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سنتا تو یہ کہتا کہ خدا کرے جھوٹا جل جائے۔ ایک رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے اہل وعیال سو رہے تھے۔ ایک خادم گھر میں آگ لے کر آ گیا۔ ایک چنگاری گر پڑی اور ایسی آگ گھر میں لگی کہ وہ اور اُس کا گھر اور اُس کے گھر والے سب جل گئے۔

''کمالین حاشیہ جلالین'' اور مخالفین کے حکیم الامت کے ترجمہ'' بیان القرآن''میں بھی یہی واقعہ تحت آیت: وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ الخ موجود ہے۔

انگریزوں کی دُشمنی:

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انگریز مستری بھی لگائے۔ کسی مستری نے شرارت کرتے ہوئے قبلہ کی جانب میں پانچ دریچوں اور صحن میں خنزیر کی تصویر بنا دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس نامراد کا سر قلم کر دیا۔ (مدینۃ الرسول ص ۲۰۲)

ایک گستاخ کا انجام:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جس زمانہ میں مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا کہ میں یہاں پیشاب کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: گستاخ کہیں کے یہ شرارت یہاں نہ کرنا' وہ نہ مانا' جب پیشاب کرنے کا ارادہ کیا۔ غائب سے کسی طرح اُس کے پاؤں اُکھڑے اور سر کے بل گرا تو اُس کا دماغ پاش پاش ہو گیا۔ اسی حالت میں فی النار وسقر ہوا۔ یہ کیفیت دیکھ کر بہت سے انگریز مسلمان ہو گئے۔

(وفاء الوفاء جلد ا، ص ۲۶۸، مدینۃ الرسول ص ۱۰۲)

دورِ حاضرہ کے گستاخانِ نبوت کے عقیدہ کا اصول وقاعدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان یا کفر کے متعلق فرقہ دیوبندی کا اصول ہے کہ جو شخص آپ کا ادب کرے وہ پکا بے ایمان (کافر) ہے اور جو شخص آپ کی بے ادبی و بے عزتی کرے وہ پکا مومن مسلمان ہے۔ چنانچہ دیوبندی فرقہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی نے لکھا ہے کہ:

۱۔ بدعتی کے معانی ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معانی بے ادب باایمان

(اضافات الیومیہ تھانوی جلد ۴، ص ۱۴۱، وجلد ۳، ص ۱۶۶)

۲۔ وہابی کے معانی ہیں بے ادب باایمان اور بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان۔ (اضافات الیومیہ جلد ۴، ص ۱۷۰)

حالانکہ قرآنی فیصلہ اس کے برعکس ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص آپ کا ادب کرے وہ مسلمان ہے اور جو شخص آپ کی بے ادبی کرے وہ بے ایمان ہے۔

اب فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے کہ گستاخی و بے ادبی اور گستاخ اور بے ادب لوگوں سے بچ کر رہیں یا ان سے رشتہ واخوت اسلامی جوڑیں۔

گستاخِ صحابہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ:

ہمارے دَور میں شیعہ مذہب بڑھتا جا رہا ہے۔ اُس کی اوّل وجہ تو جہالت ہے دوسری بے غیرتی ورنہ خدا تعالیٰ سمجھ دے تو اتنا کافی ہے کہ وہ صحابہ جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اَقدس کو دیکھا جیسا کہ صحابی کی تعریف میں محدِّثین نے لکھا کہ:

اِنَّ کُلَّ مُسْلِمٍ رَأٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۶۴)

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک صحبت میں رؤیت کے ساتھ تمیز بھی شرط ہے۔ بعض محققین کے نزدیک صرف حصول الرویۃ کافی ہے، اسی لئے حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے حالانکہ بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین ماہ قبل پیدا ہوئے۔ صحابیت کا مقامِ بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان حضرات کی تعریف اور مدح فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نوازے اُسے اگر کوئی ضد سے نہ مانے تو اس کی اپنی بدقسمتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو پھر جنہوں نے مان لیا تو وہ خود بہت بڑے مراتب پا گئے۔ ایسے ہی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کیلئے چنا اور انہوں نے اس کے محبوب علیہ السلام کی صحبت پائی تو بلند مراتب سے نوازے گئے۔ چنانچہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اختَارَ لِی صَحَابِیْ۔ (رواہ ابن بطہ والصارم المسلول لابن تیمیہ ص ۸۸، ورواہ البزاز عن جابر بسند رجالہ موثقون، حج الکرامۃ ص ۱۳۵)

اللہ جل شانہٗ نے میری معیت کیلئے (اُمت میں سے) میرے اصحاب کو انتخاب فرمایا ہے۔

اس حدیث کی تائید حضرت امام سفیان کی ایک تفسیری روایت سے بھی ہوتی ہے۔

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ (پ۱۹ سورہ النمل آیت نمبر ۵۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ھُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَلَّذِیْنَ اصْطَفٰی سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ (حج الکرامۃ ص ۱۷۵)

صحابہ کے انتخاب ہونے میں کافی حدیثیں موجود ہیں، یہاں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ علیم مطلق کا انتخاب اس کے علم اتم ہونے کی وجہ سے انجام کے لحاظ سے ہوتا ہے ورنہ اس کے علم میں نقص آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس انتخاب میں نمبر اوّل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اسی لئے فضیلت میں اوّل نمبر تو عقیدت ومحبت میں بھی نمبر اوّل۔ اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

اسی لئے اسلاف کے متعلق حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف اپنی اولاد کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی محبت کی تعلیم دیا کرتے تھے، جیسے کہ انہیں قرآن مجید کی سورتیں یاد کرایا کرتے تھے۔ (نزہۃ المجالس جلد ۲، ص ۲۹۳)

تنبیہ:

لوگ اس صحبت کو معمولی اور غیر اہم سمجھتے ہیں حالانکہ اُسے اللہ تعالیٰ نے وہ شان بخشی ہے کہ اصحابِ کہف کی صحبت میں ایک کتا بیٹھا تو کل قیامت میں اُنہیں اولیاء کے ساتھ بہشت میں جائے گا۔ کیا ہمارے نبی علیہ السلام کی صحبت کی یہی قدر و منزلت ہے کہ آپ کے صحبت یافتگان کو بجائے اُونچا مرتبہ دینے کے اُنہیں گالی دی جائیں۔ حالانکہ وہ صرف اسرائیلی ولی اور کم درجہ والے ہیں اور یہاں آقا کے سسر، داماد اور قریبی رشتہ دار وغیرہ۔

لیکن یاد رہے کہ صحابیت ملاقات اور حیاتِ نبوی کے ساتھ مقید ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں جن مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملاقات نہیں کی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تجہیز و تکفین میں شامل ہو کر دیدارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے وہ بھی صحابیت میں شامل نہیں۔

غرض اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دَورِ نبوت میں اِسلام اور اِیمان کی تکمیل کیلئے ملاقاتِ نبوی شرط نہیں لیکن شرفِ صحابیت کیلئے ملاقات کا ہونا شرط ہے۔ حضرت سید التابعین اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو دورِ نبوت پانے کے باوجود شرفِ ملاقات حاصل نہ کر سکے۔ اُن کے اِسلام اور اِیمان میں کوئی فرق نہ آیا۔ لیکن ان سے حضرت وحشی صحابی

رضی اللہ عنہ شرف صحبت کی وجہ سے بالاتفاق افضل ہیں۔اسی لئے محققین نے فیصلہ کیا ہے:

اِنَّ فَضِیْلَةَ صُحْبَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرُؤْیَةَ لَایُدَ لَهَا شَیْ

(صواعق الحرقہ ص ۱۳۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت اور دیدار، مقام صحابہ میں ایک ایسا عمل ہے کہ کسی کا کوئی عمل اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

شرف صحابہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم تمام اُمت سے کیوں افضل ہیں؟ اس لئے کہ اُن کے ایمان و اعمال کی سند میں اللہ تعالیٰ تک ایک واسطہ ہے۔وہ واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ یہ ایسا بے نظیر واسطہ ہے کہ سوائے صحابہ کے باقی مسلمانوں کی سندِ ایمان میں نہیں پایا جاتا۔آیت کریمہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (وہ رسول کیساتھ ہیں) میں ایمانِ صحابہ کی سند کا بیان ہے۔اس میں یہ کیوں نہیں فرمایا گیاھُوَ مَعَهُمْ۔(رسول اُن کے ساتھ ہے) کیونکہ رسول تو اپنے بلند مقام ہونے کی وجہ سے ہرایک کی معیت کا حامل ہوسکتا ہے۔کمال تواس میں ہے جو رسول کی معیت کا حامل ہوسکے۔رسول کی معیت ہر اُمتی نہیں کرسکتا اور اُنہی حضرات کی خوش بختی تھی۔اسی لئے ان کے مناقب وفضائل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَاحِدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ رَوَاهُ اَصْحَابُ الصِّحَاحِ۔ (بخاری ومسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

میرے صحابہ کو گالی مت دو اس لئے کہ اگر تمہارا ایک اُحد پہاڑ برابر سونا خرچ ہو تب بھی اُن کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

ف: ہماری عبادات کا توازن بتایا جا رہا ہے کہ تم لاکھ عابد و زاہد اور متقی و پرہیز گار بن جاؤ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ فلہٰذا اُن کی طعن و تشنیع سے دور رہنا بہتر ہے۔

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن مُغَفَّلٍ مَرْفُوْعًا اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي ابغضهم وَمَنْ اٰذَاهُمْ فقد آذانِيْ وَمَنْ اٰذَانِي فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ فَاَوْشَكَ أَنْ يَاخُذَ۔ (رواہ الترمذی)

خبردار میرے صحابہ کو نشانہ مت بناؤ جو اُن سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے، جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ کو ایذا دیتا ہے اور ایسے کو اللہ جلد پکڑے گا۔

ف: صحابہ کرام کو گالی دینا شیعہ مذہب میں واجب اور ضروری ہے اور یہ اُن کو ذاکر جاہل اُکساتے ہیں ورنہ شیعہ مذہب کے مہذب علماء تو صحابہ کرام کے ادب کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

۳۔ عَنْ عُمَرَ بنِ الخِطَاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا اَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ۔ (الحدیث رواہ النسائی، باسناد صحیح و احسن)

ترجمہ: میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ پسندیدہ ترین لوگ ہیں۔

۳۔ وَعَنْهُ مَرْفُوْعًا سَأَلْتُ رَبِّي عَنْ اِخْتِلَافِ أَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى وَقَالَ عُمَرُ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ ۔ (رواہ زید)

حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میرے صحابہ کا میرے بعد کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن میں جھگڑے ہوں گے لیکن اُن کا جھگڑا اُمت کیلئے مضر نہیں کیونکہ وہ میرے نزدیک ستاروں کی طرح ہیں جیسے ستارے ایک دوسرے سے قوی ہیں ایسے اُن میں۔ لیکن جیسے اُن سے ہر ایک ہدایت پاتا ہے اُن سے بھی ہدایت پائیں گے۔ اُن کا اختلاف میرے نزدیک رحمت بلکہ ہدایت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں جس کی اِقتداء کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

ف: شیعوں نے خواہ مخواہ شرارت اُٹھائی ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں لڑے جھگڑے۔

۴۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ (الحدیث۔ رواہ البخاری والترمذی والحاکم)

میری اُمت کے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے قریب ہیں پھر وہ جو اُن کے قریب ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔

۵۔ عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا خَیرُ النَّاسِ قَرْنِی
(الحدیث۔رواہ الشیخان واحمد والترمذی)

لوگوں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے قریب ہیں۔

۶۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا لَا تَمَسَّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِی اَوْرَاٰی مَنْ رَاٰنِی ۔(رواہ الترمذی والضیا المقدسی)

۷۔ عَنْ وَاثِلَہ بنِ الاَسقَعْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعاً طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِی وَلِمَنْ رَاٰنِی ۔(رواہ ابن حمید وابن عساکر)

خوشی ہے اُسے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَسِیر مَرْفُوْعًا طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِی وَاٰمَنَ بِی طُوْبٰی وَاٰمَنَ بِی طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِی وَاٰمَنَ بِی مَنْ رَاٰنِی طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰب
(رواہ الترمذی والحاکم)

۹۔ مِثْلُ اَصْحَابِیْ فِی اُمَّتِی کَا لْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلِحُ اِلَّا بِالْمِلْحِ

میرے صحابہ میری اُمت میں ایسے ہیں جیسے طعام میں نمک اور طعام نمک کے بغیر اچھا نہیں۔

۱۰۔ عَنْ اَبِی مُوْسٰی الاَشْعَرِیْ مَرْفُوْعًا مَا مِنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدُ اوَنُوْر الھُمْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ رَوَاہُ التِّرْمَذِیْ وَقَالَ حَدِیْث غریب والضیاء المقدسی

جس زمین میں میرا صحابی فوت ہوگا اُسے قیامت میں اللہ نور اور قائد بنا کر اُٹھائے گا۔

۱۱۔ وَعَنْهُ مَرْفُوْعًا اَلنَّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتِي السَّماء توعد وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَ صْحَابِي اَمَنَةٌ لِاَ صْحَابِي اُمَنَةٌ لِاُمَّتِي فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِيْ اَتٰى اُمَّتِي مَا يُوْعَدُوْنَ (رواہ مسلم واحمد فی مسندہ)

ستارے آسمان کی امان ہیں' ایسے ہی میرے صحابہ زمین کی امان ہیں، جب میں اور میرے صحابہ چلے جائیں گے تو دنیا سے امان اُٹھ جائے گی۔

ف: صحابہ کرام کے اَن گنت فضائل ہیں، عقل والے کیلئے اتنا کافی ہے' بے عقل کو دفتر بےکار۔

چونکہ شیعہ مذہب کے جاہل ذاکر زیادہ تر شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے خصوصاً اور دُوسرے صحابہ کرام کیلئے عموماً ہر مجلس و محفل میں گالی کا بازار گرم رکھتے ہیں اس لئے اُن کیلئے چند حدیثیں اور اقوال نقل کرتا ہوں۔

فضیلتِ صدیق رضی اللہ عنہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنَ النَّاسُ عَلَّى فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ اَبُوْبَكْرٍ۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھ پر زیادہ منت او[ر] اِحسان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اور فرمایا:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَ مُوَدَّةٌ لا يبقين المَسجد خُوْخَةَ اِلَّاخُوْخَةَ اَبِىْ بَكْر۔ (مشکوٰۃ)

اگر میں غیر اللہ کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اُخوۃ ومحبتِ اِسلامی ان سے ہے۔خبردار مسجد کے تمام دریچے بند کردو سوائے ابوبکر کے دریچے کے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا اِنَّ اللّٰهَ فْتَرَضَ عَلَيْكُمْ حُبَّ اَبِى بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِّي كَمَا اَفْتَرَضَ الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ وَالصَّوْمَ وَالْحَجَّ فَمَنْ اَنْكَرَ فَضْلَهُمْ فَلَا تَقْبَلُ عَنْهُ الصَّلٰوةَ وَالَا الزَّكٰوةَ وَالَاالصَّوْمَ وَلَا الْحَجَّ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے میری اُمت تم پر ابوبکر وعمر' عثمان اور علی کی محبت فرض کی گئی ہے جو ان صحابہ کی فضیلت سے انکار کرے گا اُس کی نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج قبول نہ کیا جائے گا۔

اس حدیث کو علامہ طبری نے ''ریاض النضرۃ'' میں نقل کیا ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ خلفاء کی محبت کے بغیر جب فرضی عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں تو اس کا اِیمان کیسے مقبول ہوگا۔ایک دُوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت واجب ہے۔

عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا حُبَّ اَبِىْ بَكْرٍ وَاجِبٌ عَلٰى اُمَّتِىْ اَخْرَجَ الْحَافِظُ السَّلَفِى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ ابوبکر کی محبت میری اُمت پر واجب ہے۔

اور یہ بھی بوجہ افضیلت کے ہے ورنہ ہمارے نزدیک جملہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین معظم و مکرم ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو ہارون علیہ السلام کی مثل ہے۔

ہم جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بال برابر تنقیص و تحقیر نہیں سہتے اس لئے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ (میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں) فرمایا ہے۔ گویا یہ آسمان نبوت کے ستارے ہیں۔ اس کی پوری تشریح تو بیان نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کو ستاروں سے کیوں تشبیہ دی؟ ہاں صرف ایک دو باتوں کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں۔

اللہ جل شانہ سورۃ نجم کے شروع میں فرماتا ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی۔ (پ ۲۷ سورہ نجم آیت نمبر ۲)

تمہارے ساتھ رہنے والا رسول نہ راہِ حق سے بھٹکا ہے اور نہ وہ پھسلا ہے رسول کے اس عظیم مقام کیلئے (ھوی النجم) کو بطورِ شاہد اور قسم کیلئے کیوں لا[یا] گیا ہے۔ اس لئے کہ جب ستارہ نظام فلکی کے تحت اپنی مقرر شدہ رفتار اور راستے [پر] چلنے میں بال برابر بھی نہیں چوکتا حالانکہ ہمارے نزدیک مراتب کے لحاظ سے یہ فلکی نظام روحانی نظام کے مقابلہ میں کچھ حقیقت بھی نہیں رکھتا تو ہمارے عالم روحانی کے

شمس نبوت کی حرکات وسکنات میں ضلالت وغوایت کیسے داخل ہوسکتی ہے۔ گویا ستاروں کا نظام شمس نبوت کے نظام پر شاہد ہے اور شاہد میں عدل لازمی ہے۔ اسی واسطے صحابہ کو نجوم (ستاروں) کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ یہ بھی آفتابِ نبوت کے شاہد ہیں۔ جس طرح ستارہ نظامِ فلکی کے تحت اپنی حرکات میں قانون کا پابند ہے اسی طرح فلک نبوت کے ستارے بھی نبوی قانون کے پابند ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس تشبیہ کو ایک دوسرے رنگ میں فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم،

راہرواں را شمع و اعداء را رجوم

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کا باب وسیع تر ہے ہم یہاں پر اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور صرف اہلسنت سے گذارش کرتے ہیں کہ ہم اہلسنّت کا عقیدہ یہی ہے کہ افضل بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اُن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اُن کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

اگر اس کے برعکس کوئی شخص عقیدہ رکھتا ہے تو وہ گمراہ اور بے دین شیعہ حقیقی ورنہ تفضیلی ضرور ہے۔ یہ مرض ہمارے اہلسنّت میں عام ہے کہ کسی مصلحت کے تحت یا سادات سے رشتہ داری یا سادات کے مرید ہونے کی وجہ سے سادات کی خوشامد کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے ہیں۔ ایسے عقیدے والے کو علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں گمراہ لکھتے ہیں۔

پیران طریقت کے سرتاج حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ "مقابیس

المجالس" میں فرماتے ہیں:

"ہر کہ علی را از سائر صحابہ از یں وجہ زیادہ تر دوست می دارد کہ آن پیران پیر رو یا جداد ست۔ پیدا است کہ ہر کس آباء واجداد خود را دوست تر دارد یا آن کہ آن شخص بہادری پیشہ می کند و حضرت علی نیز شجاع بودند از یں باعث او شان را دوست تری دارد این تمام اقسام موہم او ہیند از یں ہا اجتناب باید کرد"۔

ترجمہ: جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سبب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے کہ آپ پیران پیر ہیں یا اُس کے جد امجد ہیں یا کوئی ایسا شخص ہے جس کا پیشہ بہادری ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہادری کی وجہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ تمام اقسام محبت رفض کی طرف لے جانے والی ہیں اور ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

بلکہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب الروضہ حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل قدس سرہٗ کے زمانے میں ایک شخص مولوی غلام داؤد نامی تھے جو فاضل آدمی تھے اور کوٹ مٹھن شریف میں درس دیتے تھے۔ وہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اہلسنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے باقی صحابہ کرام کی نسبت کچھ زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے علمائے وقت اُن کو پکڑ کر حضرت شیخ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اُس کو مخاطب کر کے فرمایا: مولوی غلام داؤد تم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق کیا کہتے ہو؟۔ اُس نے عرض کیا کہ یا حضرت تمام اصحابِ رسول کو برحق سمجھتا ہوں اور ہر ایک سے محبت رکھتا ہوں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس لئے محبت زیادہ ہے کہ تمام مشائخ طریقت

کے سلاسل آپ کی ذات گرامی سے فیض یاب ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اُن کو رہا کر دیا لیکن جب تک مولوی غلام داؤد زندہ رہے' کوئی اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا' دیکھیے پہلے زمانے کے لوگ کس قدر راسخ العقیدہ تھے کہ اگرچہ مولوی مذکور رافضی نہیں تھے لیکن معمولی بات کی وجہ سے لوگ کس قدر اُن سے متنفر ہو گئے تھے۔ آج کل لوگ صحابہ کرام کے خلاف ہزار ہا باتیں بناتے ہیں پھر بھی اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں۔

شیعہ کی بدتمیزی:

یہ اپیل ہم نے صرف اہلسنت کے بے خبر لوگوں سے کی ہے ورنہ شیعہ کی بے ہودگی تو حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل خبر ملاحظہ ہو:

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی توہین:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی اسلام کی ایک مایۂ ناز ہستی ہے اور آپ کے ہاتھوں اسلام کو جس قدر استحکام حاصل ہوا' اُس کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔ بارگاہِ ایزدی سے آپ کو کچھ ایسا رعب وجلال حاصل تھا کہ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الشَّیطَانَ یَعِزُّ مِن ظِلِّكَ۔ یعنی اے عمر! شیطان تیرے سایہ سے بھی ڈرتا ہے لیکن شیعہ مذہب میں اُن کی توہین و گستاخی عین عبادت ہے۔

چنانچہ خبر ملاحظہ ہو:

''خبر روزنامہ غریب لائلپور کی ۲۵ جولائی ۶۴ء کی اشاعت میں درج ہوئی

ہے جسے دیگر اخبارات نے بھی نقل کیا ہے اور اس پر رنج و افسوس کا اظہار کیا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ یہ خبر نقل کرتے ہوئے بھی قلم رُکتا ہے، مگر محض صورتِ حالات ظاہر کرنے کی خاطر یہ خبر درج کی جارہی ہے۔

۲۰ جولائی کو بعد دوپہر تین اور پانچ کے درمیان چاہ نوالاں والہ داخلی موضع جائی جوبن تھانہ گڑھ مہاراجہ میں ایک شخص منور حسین ولد محمد نواز قوم قریشی نے اپنی حویلی سے جلوس نکالا۔ اس میں ایک پتلا تھا جس میں توڑی بھری ہوئی تھی۔ پتلے کے گلے میں جوتیوں کا ہار پہنایا گیا اور گتہ کی تختی بنا کر لٹکائی گئی، جس پر "عمر بن الخطاب" لکھا ہوا تھا۔ جلوس ڈھول کے ساتھ حویلی سے باہر آیا جسے متعدد افراد نے دیکھا۔ بعد میں یہ پتلا جلا دیا گیا۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے دشمن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرایا

ایک شخص حج کیلئے روانہ ہو رہا تھا کہ بادشاہ کے ایک ساتھی نے اُسے کہا کہ جب مدینہ طیبہ پہنچو تو حضور علیہ السلام کو عرض کرنا: میرے سلام قبول ہو اور کہنا کہ میری حاضری صرف اس لئے نہیں ہو رہی کہ آپ نے ابو بکر و عمر کو ساتھ سلایا ہوا ہے۔ وہ شخص جب مدینہ طیبہ پہنچا تو شرم کے بارے کچھ نہ کہا۔ ایک رات خواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے پیغام کیوں نہیں دیا۔ عرض کی مجھے شرم آتی ہے۔ آپ نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا اور ایک اُسترا عطا کر کے فرمایا: اسے ذبح کر دو۔ اُس نے ذبح کر دیا۔

جب وہ شخص واپس لوٹا تو اس کے متعلق سنا کہ وہ اچانک رات کو اُسترے

سے ذبح کیا گیا۔ میں نے اپنا خواب بتایا تو بادشاہ نے مجھے بلا کر کہا کہ کیا اُس اُسترا کو پہچان لو گے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اُس نے چند اُسترے تھال میں ڈالے اور مجھے کہا وہی استرا اُٹھاؤ' جس سے تم نے اُسے خواب میں ذبح کیا تھا۔ میں نے وہی اُسترا پایا۔ بادشاہ نے کہا: تم سچے ہو یہی اُسترا اُس کے بستر پر پڑا تھا۔ (اسالیب بدیعہ)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے دشمن کی گردن اُڑا لی گئی:

ایک مردِ صالح بارادۂ حج روانہ ہوا، جب وہ بغداد سے گزرا تو ایک زاہد کے پاس اُس نے اپنا کچھ مال امانت رکھا۔ زاہد نے اُس شخص سے کہا کہ جب تو مدینہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ فلاں ''زاہد'' نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ کے پہلو میں دونوں سونے والے (ابوبکر و عمر) نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کیا کرتا' جب وہ شخص مدینہ شریف پہنچا تو اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا' آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا پیغام پہنچا' چنانچہ میں نے اپنا عرض کر دیا تو حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اُس شخص کو (زاہد) کو حاضر کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے حاضر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی گردن مار دو۔ چنانچہ آپ نے اُس کی گردن مار دی اور اُس کے تین قطرے اُڑ کر میرے کپڑے پر آ پڑے۔ میں گھبرا کر جاگ اُٹھا تو وہ نقطے میں نے اپنے کپڑے پر پائے۔ جب میں بغداد واپس آیا تو ایک جوان مجھے اُسی شخص (زاہد) کے مشابہ ملا، میں نے اُس سے اُس کا حال دریافت کیا تو وہ بولا کہ وہ میرا والد تھا۔ اپنے گھر میں سو رہا تھا کہ ہم سب

کے بیچ میں سے کوئی اُسے اُڑا لے گیا اور پھر اُس کا پتہ نہ لگا۔ میں نے اُس کو سارا ماجرا کہہ کر سنایا تو وہ رویا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عداوت سے تائب ہو گیا اور میرا مال اُس نے میرے حوالے کر دیا۔ (نزہتہ المجالس ص ۲۹۶)

دشمنِ شیخین کو نبی علیہ السلام نے ذبح کرا دیا:

حضرت رضوان اسمان فرماتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا' اُس کمینے کی عادت بن گئی تھی کہ وہ روزانہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا اور برا بھلا کہتا تھا۔ میں اُسے سمجھاتا لیکن نہیں مانتا تھا۔ ایک دن اُس کی اور میری لڑائی ہو گئی اور پھر وہ زور دار گالی دیتا رہا لیکن مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں مغموم و مخزون ہو کر سو گیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی' میں نے عرض کی حضور میرا افلاں ہمسایہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے۔ آپ نے چھری لے کر اُس کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا۔ میں نے پکڑ کر لٹا دیا اور ذبح کیا تو اُس کا خون میرے ہاتھ کو لگا' میں نے اُسے پونچھا! اس پر میں بیدار ہو گیا تو اُس کے گھر سے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے جا کر اُسے دیکھا تو اُس کی گردن پر ایک لکیر سی کھینچی ہوئی تھی۔

(اسالیب بدیعہ ص ۴۲۰)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت:

ایک آدمی مدائن میں مر گیا۔ اُسے کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ اس نے کپڑا اہلایا، اُس کے چہرے کو کھول کر دیکھا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ یہاں چند لوگ مسجد

میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دے رہے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جو فرشتے میری روح قبض کرنے آئے وہ اُن پر لعنت کرتے تھے۔ یہ کہہ کر مر گیا۔

(اخرجہ ابن ابی الدنیا، طی الفراسخ ص ۱۴۸)

حدیث شریف:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسن مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں رُخصت ہوا کہ وہ میرے یاروں کو گالی دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسا جانور مسلط کرے گا جو اُس کے گوشت کترے گا۔ قیامت تک اُسی کے درد میں مبتلا رہے گا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا، طی الفراسخ ص ۳۳۶)

اُس کا خاتمہ خراب ہوا جس نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دی:

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن محاربی سے روایت کی کہ ایک شخص پر نزع طاری تھی۔ اُسے کہا گیا: ''لا الہ الا اللہ'' کہو۔ اُس نے کہا: میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا جو مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا سکھاتے اور پھر ان کی سب کراتے تھے۔ اس وجہ سے میں کلمہ نہیں کہہ سکتا۔ (طی الفراسخ ص ۱۰۲)

شیعہ بشکل خنزیر:

حضرت ابن عربی اپنی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' کے باب ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ شافعی مذہب کے وہ ثقہ لوگ تھے، جن پر عداوتِ صحابہ کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔ وہ اُس کو بہت مخفی رکھتے تھے۔ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ وہ بزرگ

میرے دوست تھے۔ ایک دن میں اُن بزرگ کے پاس بیٹھا تھا اور اُس مجلس میں وہ دو آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ مجھے تمہاری باطنی شکل خنزیر کی نظر آتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقام حاصل ہے کہ جس سے میں دشمنِ صحابہ کی باطنی شکل خنزیر کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ اُنہوں نے فوراً توبہ کر لی۔ اس کے بعد مجھے ان کی شکل اصلی نظر آنے لگی۔ (فتوحات مکیہ باب مطبوعہ مصر)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دشمن کی آنکھیں باہر نکل آئیں:

ابن قیم اپنی کتاب ''کتاب الروح'' میں حضرت ابوالحسن مطلبی خطیب مسجد نبوی سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا' جس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اُس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں۔ ہم نے اُس سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ وہ کہنے لگا آج رات کو خواب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! یہی شخص ہے جو ہمیں ایذا اور گالیاں دیا کرتا ہے۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس نے کہا ہے جو تو ان کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ بس یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف غصے سے لپکے اور اپنی دونوں اُنگلیوں سے میری

طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔ بس یہ کہہ کر اپنی دونوں اُنگلیوں کو میری آنکھوں میں چبھو دیا' جس سے میں بیدار ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حضرت خطیب فرماتے ہیں بس وہ شخص رو رو کر اس واقعہ کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔

(کتاب الروح مطبوعہ دکن ص ۲۳۲)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دُشمن کا چہرہ سیاہ ہو گیا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا حضرت امام محمد بن علی سے نقل فرماتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا، اُس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا اور آدھا سفید۔ کہنے لگا کہ میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ او اللہ کے دُشمن، او فاسق! تو ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ پس جب میں بیدار ہوا تو یہ میری حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

(کتاب الروح لابن القیم ص ۲۳۲)

ایک رافضی خنزیر بن گیا:

حضرت امام شعرانی اپنی کتاب ''المنن الکبریٰ'' میں حضرت علامہ عبدالغفار قوصی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اُس کی عورت اور اُس کا بیٹا اُس کو منع کیا کرتے تھے لیکن وہ اپنی اس شرارت سے باز نہ آتا تھا بلکہ انہیں بھی اس پر مجبور کرتا تھا۔ خدا کے غضب سے اُس کی صورت خنزیر کی صورت میں بدل گئی۔ اُس کے لڑکے نے اُس کے گلے میں زنجیر ڈال کر اُس کو اپنی دکان میں باندھ رکھا گیا۔ وہ خنزیر کی طرح چنگھاڑتا تھا۔ ہمسایہ لوگ اُس کی آواز کو سنا کرتے تھے' کئی دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ اُس کے بیٹے نے اُس کو ایک گندے گڑھے میں پھینک دیا۔ علامہ شیخ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا تو میں نے اُس کے بیٹے سے ملا۔ اُس نے اپنے والد کا یہ حیرت انگریز واقعہ سنایا۔ اُس نے کہا کہ میرا والد مجھے بھی اس چیز پر مجبور کرتا تھا اور مارتا تھا لیکن میں نے اُس کا کہنا نہ مانا۔

(لطائف المنن جلد۲،ص۸۰)

ابوبکر و عمر کے دُشمن کی سزا:

عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں مدائن میں ایک شخص کے ہاں گیا' جس پر نزع طاری تھی، اُس کے پیٹ پر ایک اینٹ تھی۔ اُس کے پیٹ سے اینٹ گر پڑی' جب اُس نے پیٹ ہلایا وہ واویلا کرنے اور شور مچانے لگا۔ اُس کے ساتھی تو اُس سے متنفر ہو کر بھاگ گئے، میں بیٹھا رہا۔ جب سب چلے گئے میں نے اُس سے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں کوفہ کے مشائخ کی صحبت میں رہتا تھا اور وہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا سکھاتے اور سب بکواتے۔ میں نے اُسے توبہ کی تلقین کی۔ اس نے کہا: اب کیا ہو سکتا ہے جبکہ مجھے جہنم دکھائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہی تیرا

ٹھکانہ ہے۔اس کے بعد نامعلوم اس کے ساتھ کیا ہوا' یعنی اسی حالت میں وہ مر گیا۔(اخرجہ ابن ابی الدنیا،طی الفراسخ ص ۱۲۸)

ایک سبی رافضی بندر بن گیا:

امام بیہقی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا۔وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ہم ہر چند اُسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے،ایک جگہ اُتر کر سو رہے' جب روانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اُٹھ کر وضو کیا اور اُس کوفی کو بھی جگا دیا۔وہ اُٹھ کر کہنے لگا۔افسوس کہ میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل پر رہ جاؤں گا کیونکہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اے فاسق! تو اس منزل پر مسخ ہو جائے گا۔اسی اثناء میں اُس نے پاؤں اکٹھے کر لئے۔ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اُس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر منہ تک حالت مسخ پہنچ گئی اور حتیٰ کہ وہ بالکل ہی بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔غروب آفتاب کے وقت ہمارا گزر ایک جنگل سے ہوا' وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں۔اُس نے جب ان بندروں کو دیکھا اپنی رسیاں توڑ کر ان سے جا ملا۔اسی طرح کا واقعہ امام علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اس واقعہ میں بندر کی بجائے خنزیر کا ذکر کیا ہے۔(شواہد النبوۃ' سعادت الدارین للنبہانی ص ۱۵۳)

حضرات شیخین کے اجسام مبارکہ نکالنے کا مشہور واقعہ:

یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے جس کو بڑے بڑے علماء اُمت نے نقل کیا ہے۔
علامہ امام قرطبی و علامہ مرجانی نے ''تاریخ مدینہ'' میں اور علامہ امام محب الدین طبری نے اپنی کتاب ''ریاض النظرۃ'' میں اور علامہ سمہودی اپنی مشہور کتاب ''تاریخ مدینہ'' عرف خلاصۃ الوفاء فی الاخبار دار المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شمس الدین خادم روضہ نبوی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حاکم مدینہ کو جو کہ ایک نیم مسلمان حاکم تھا۔ بہت سی دولت کا لالچ دے کر یہ بات منوائی کہ ہمیں روضہ نبوی سے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی لاشیں نکالنے کی اجازت دی جائے۔ وہ لالچ میں آ کر یہ بات مان گیا تو اُنہوں نے چالیس آدمی اوزاروں کیساتھ بھیج دیئے۔ شیخ شمس الدین جو اُس وقت روضہ نبوی کا خادم تھا' اُن کو حاکم مدینہ نے بلا کر کہا کہ رات کو چالیس آدمی روضہ نبوی میں داخل ہوں گے' وہ جو کچھ کریں ان کو مت روکنا۔ شیخ نے اُس ظالم حاکم کی ہیبت کی وجہ سے دبی زبان سے کہا: جیسے آپ حکم دیں' حاضر ہوں، پھر آ کر مسجد نبوی میں روتا رہا اور دُعائیں مانگتا رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو یکا یک چالیس آدمیوں کی جماعت اوزاوں سمیت مسجد نبوی میں داخل ہوئی۔ پس جب وہ روضہ کے قریب گئے تو اچانک زمین پھٹ گئی اور سارے کے سارے اوزاروں سمیت زمین میں غرق ہو گئے۔ صبح کو اُس بے دین حاکم نے خادم روضہ نبوی کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو اتنے آدمی مسجد نبوی میں آئے تھے' وہ کہاں ہیں؟ خادم نے کہا حضور! وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔ اُس حاکم نے

آ کر اُس جگہ کو دیکھا جہاں زمین پھٹنے کا نشان تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جگہ کو کھودا بھی گیا لیکن ان کا نشان تک نہ ملا۔ پھر علامہ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ حاکم مدینہ کو کوڑھ کے مرض نے آ گھیرا۔ جس سے اُس کا گوشت بدن سے گرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بہت بری حالت میں مر گیا۔ یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی تھی۔ میں نے مختصر طور پر سب کا خلاصہ جمع کر دیا ہے۔ (جواہر البحار' نزہۃ المجالس' جذب القلوب' وفاء الوفاء' المنن الکبریٰ للشعرانی جلد۲، ص۸۱، کتاب سعادۃ الدارین ص ۱۵۵)

بغض صدیق کی وجہ سے خنزیر بن گیا:

حضرت علامہ امام ابن حجر مکی اپنی مشہور کتاب ''الزواجر'' میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ المصالح عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ شریف میں رہا کرتا تھا۔ عاشوراء کے موقع پر جہاں کچھ اعدائے صحابہ جمع ہو جایا کرتے تھے' میں اُن کے پاس گیا۔ اُن سے کہا کہ مجھے محبت صدیق کے بدلے کچھ چیز عطا کرو' تو ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا: تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا' چیز مل جائے گی۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو ایک آدمی مجھے اپنے گھر میں لے گیا، جب میں نے اُس کے گھر میں گیا تو اُس نے اندر سے دروازے بند کر دیئے اور مجھ پر دو نوکر مقرر کر دیئے کہ اس کو خوب مارو تو اُنہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازہ سے باہر نکال دیا اور کہا جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا، اب ان سے اپنی زبان درست کرانا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی وجہ سے مسجد نبوی میں پہنچا اور روضہ مبارک

کے سامنے روتا رہا۔ حتیٰ کہ روتے روتے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہو گئی ہے۔ جب میں جاگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری زبان بالکل درست تھی۔

اس واقعہ سے میری محبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی' جب دوسرا عاشورہ آیا تو میں پھر اُن کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی۔ اُن میں سے ایک جوان نکلا' میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا۔ پھر ایک مکان کا دروازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ بتلانا۔ پھر اُس نے کہا کہ پچھلے عاشورہ کو ایک سائل آیا تھا۔ اس نے محبت صدیق کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اُس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا۔ اُس نے کہا: جب اُس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی ہم سو گئے۔ یکا یک ہم نے رات کو ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اُٹھ بیٹھے اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے۔ ہم نے اُس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اُس کی موت کا اعلان کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو محبت صدیق کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے۔ پس اُس جوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔

(زواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ جلد ۲)

بغض صحابہ کی وجہ سے گلے میں سانپ کا چمٹ جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا، ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک میت کے نہلانے کیلئے بلایا گیا۔ پس جب میں نے اس کے منہ سے کپڑا اُٹھایا تو ناگہاں اس کے گلے میں ایک کالا سانپ چمٹا ہوا تھا۔ حاضرین نے ذکر کیا کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

(کتاب الروح لابن القیم ص ۸۶، شرح الصدور للسیوطی ص ۲۶۸)

قبر میں خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب ''زواجر'' میں تاریخ حلب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حلب میں ایک شخص ابن منیر جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا' مر گیا۔ حلب کے چند نوجوان سیر و سیاحت کیلئے نکلے۔ کسی نے کہا' کہ یہ جو کہتے ہیں کہ جو شیخین کو گالیاں دیا کرتا ہے قبر میں اُس کی صورت خنزیر کی ہوتی ہے۔ آؤ آج ابن منیر کی قبر کھود کر تماشہ دیکھیں۔ پس سب جوان اس بات پر متفق ہو کر قبرستان میں گئے اور جا کر ابن منیر کی قبر کو کھودا۔ دیکھا تو قبر میں ایک خنزیر پڑا ہوا ہے جس کا رُخ قبلہ سے پھرا ہوا ہے۔ پس انہوں نے اس خنزیر کو نکال کر باہر پھینک دیا تا کہ دوسرے لوگ مشاہدہ کریں، پھر انہوں نے اس کو مار کر قبر مین دفن کر دیا اور گھر چلے آئے۔ (کتاب الزواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳، جلد ۲)

اس حکایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہت سے دُشمنانِ صحابہ کو قبروں میں

دیکھا گیا لیکن اُن کی صورت خنزیر کی نہ تھی۔ جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کے حالات کا مشاہدہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ ہوسکتا ہے کہ ہر دشمن صحابہ قبر میں خنزیر کی صورت ہو لیکن ہم اُس کی صورت کو جو برزخی عذاب کی صورت ہے ادراک نہیں کر سکتے اور کبھی کبھی کسی برزخی عذاب کا اس دنیا میں نظر آ جانا بطورِ عبرت کے ہوتا ہے۔

بغضِ صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا:

امام ابنِ عساکر ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ مر گیا۔ اُس کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اُس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی تھی۔ اس وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں، جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۲۲۵)

بغض صحابہ سے نصرانیوں کے ساتھ:

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوبکر صیرفی سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص مر گیا جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا اور مذہب جہمیہ کو اچھا سمجھتا تھا۔ اُس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے اور اُس کے سر پر ایک سیاہ چیتھڑا ہے اور اُس کے ستر پر ایک دوسرا چیتھڑا ہے۔ اُس نے کہا تیرے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا کیا ہے۔ اس نے کہا مجھے بکر قیس اور عون بن اعر کے ساتھ کر دیا ہے اور یہ دونوں نصرانی تھے۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۲۲۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشی کا عذاب:

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو آدمی اس حالت میں مرے گا جس کے دل میں رتی برابر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشی ہو وہ ضرور دجال کی پیروی کرے گا۔ اگر اُس کا زمانہ نہ پایا تو قبر میں دجال پر ایمان لائے گا یعنی ایسی حالت میں مرے گا جیسے کوئی دجال پر اِیمان رکھتا ہو۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۲۴۸)

بغض شیخین سے گلے میں طوق بن جانا:

حضرت علامہ تلمسانی اپنی کتاب ''مصباح الظلام'' میں علامہ ابو محمد عبد اللہ فقیہ حنبلی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکہ شریف کو حج کیلئے روانہ ہوئی۔ ان میں ایک آدمی تھا جو نوافل نماز بہت پڑھتا تھا۔ وہ راستے میں فوت ہو گیا۔ اُس کے دفن کیلئے ان کے پاس کوئی کدال وغیرہ نہ تھا' جس سے اُس کی قبر کھود کر دفن کریں۔ اُنہوں نے اُس جنگل میں گھومنا شروع کیا۔ ایک بڑھیا عورت کی جھونپڑی دیکھی اور دیکھا اُس کی جھونپڑی میں لوہے کا ایک بڑا سا کدال پڑا ہے۔ اُنہوں نے اس سے طلب کیا۔ اُس نے کہا کہ تم حلفیہ عہد کرو کہ ہم اسے ضرور واپس کر دیں گے۔ اُنہوں نے واپس کرنے کا حلف اُٹھایا اور اُس سے کدال لے کر آ گئے۔ پس اس کدال سے قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ

کدال غلطی سے قبر میں رہ گئی ہے۔ اور اس بڑھیا کا عہد بھی یاد آیا۔ کدال نکالنے کیلئے اس کی قبر کو کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کدال اس مردہ کی گردن میں طوق بنی ہوئی ہے اور ہاتھ بھی اُس میں بند ہیں۔ وہ حیران رہ گئے انہوں نے اسے ویسے ہی بند کر دیا اور اس واقعہ کو بڑھیا کے پاس جا کر بیان کیا۔ بڑھیا نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ یہ کدال میرے پاس تھی، مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کدال کو محفوظ رکھنا۔ یہ ایک ایسے شخص کی قبر میں طوق بنے گی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے۔

(سعادت الدارین للنبہانی ص ۱۵۲)

بغض صحابہ سے قبر میں سانپ:

علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے شیخ نے بیان کیا کہ میں جامع حضرت عمرو بن عاص میں موجود تھا کہ ایک شور سنا، پتہ چلا کہ کسی نے ایک دشمن صحابہ کو مار ڈالا ہے۔ اُس کے قاتل کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس قاتل کو سزا دی گئی اور دشمن صحابہ کی لاش کے متعلق حکم دیا کہ جاؤ اُسے دفن کر دو۔ پس جب انہوں نے اس کیلئے قبر کھودی تو اُس میں ایک بڑا سانپ ظاہر ہوا۔ پھر اُنہوں نے دُوسری جگہ قبر کھودی۔ وہاں بھی وہی سانپ ظاہر ہوا غرضیکہ جہاں قبر کھودتے وہی سانپ نکل آتا۔ آخر انہوں نے تنگ آ کر اسی سانپ کے ساتھ اُسے دفن کر دیا۔

(سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۳)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں کو کتے نے کاٹا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا، اُس کی پنڈلیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ فلاں منافق کے کتے نے کاٹا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرا شخص آ گیا۔ اُس کی پنڈلیاں بھی خون آلود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے بھی دریافت فرمایا تو وہ بھی کہنے لگا کہ فلاں منافق کے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چلو اس کتے کو مار ڈالیں کہیں وہ باؤلا نہ ہو گیا ہو۔ تمام صحابہ تلواریں لے کر کتے کی طرف چل دیئے۔ صحابہ نے اس کو قتل کرنے کیلئے تلواریں سونت لیں تو کتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور فصیح عربی میں کہنے لگا:

''مجھے نہ مارو میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لیکن تم نے میرے دو صحابہ کو کیوں کاٹا ہے۔ کتا بولا

یارسول اللہ! یہ دونوں شخص منافق ہیں، یہ آپ کے صحابہ نہیں ہو سکتے جو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالیاں بک رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اُنہیں کاٹا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو مخاطب فرما کر بولے:

''سنتے ہو کتا کیا کہہ رہا ہے؟ شرم سے ڈوب مرو جانور کے دل میں شیخین

کی محبت ہے اور تم اِنسان ہو کر اُن سے بغض رکھتے ہو"۔

یہ سنتے ہی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑے اور رو کر کہنے لگے:

"ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں"۔ (جامع المعجزات)

فوائد:

۱۔ صاحب حیوۃ الحیوان لکھتے ہیں کہ کتے کا خاصہ ہے کہ وہ دُنیا و دین کے معزز شخص کو نہیں کاٹتا لیکن

۲۔ دُشمنانِ اِسلام و اعدائے اولیاء کرام کو کاٹ کھاتا ہے

۳۔ کتے بھی صحابہ کی عزت کرتے ہیں۔

۴۔ صحابہ کے دُشمن منافق ہیں۔

۵۔ بے زُبان بھی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِیمان رکھتے اور اپنی غلامی اور عشق و محبت کا دم بھرتے اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

۶۔ معجزہ دیکھ کر قسمت اچھی ہو تو دولتِ اِیمان نصیب ہوتی ہے ورنہ......

ابوبکر و عمر کے دُشمن کا حشر نصرانیوں کے ساتھ:

ابوبکر صیرفی نے کہا کہ ایک شخص مر گیا۔ اُس کا کام تھا کہ وہ زندگی میں حضرت ابوبکر و عمر کو گالی دیتا تھا۔ جب مرا اُسے ننگا دیکھا گیا اور سر پر سیاہ پٹی باندھے ہوئے۔ اس سے پوچھا گیا تو جواب ملا کہ مجھے نصرانیوں کے ساتھ رکھا گیا۔

(طی المراتخ ص ۴۸۲)

شیخین کا دُشمن یک چشم:

کسی بزرگ کا ہمسایہ جو صحابہ کے عیوب ونقائص کے درپے رہتا تھا۔ مرنے کے بعد اُسے خواب میں دیکھا گیا کہ وہ کانا ہے۔ پوچھنے پر کہا کہ سزا ملی ہے مجھ کو اس لئے کہ میں ابو بکر وعمر کے عیوب ونقائص بیان کرتا تھا۔ (طی الفراسخ ص ۲۸۲)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دُشمن ذلیل ہو کر مرا:

ابن کثیر لکھتا ہے کہ کسی نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابو بکر وعمر اور حضرت عثمان وعلی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کا نام راشد الکندی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہنے لگا: یا حضرت! میں کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ تو معاویہ کم وبیش کہا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بربادی ہو تیرے لئے کیا یہ میرا اصحابی نہیں ہے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ اُسے پیچھے کی طرف سے مارو۔ حضرت امیر معاویہ نے اُسے مارا تو میری نیند کھل گئی جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ رات کو وہ اچانک مر گیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۱۳۹)

ایک عینی واقعہ:

حضرت علامہ پیر محمد قمر الدین سیالوی نے فرمایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک عورت کو کوئی بیماری تھی۔ اسے کسی نے کہا کہ تو اصحاب ثلاثہ کو گالیاں دے تو تجھے آرام ہو جائے گا۔ بس جونہی اس نے صحابہ کرام کی بدگوئی کی تو فوراً اُس کا چہرہ خنزیر سا ہو گیا۔

تاہنوز وہ زندہ ہے اور لوگ اُسے دیکھنے کیلئے دُور دُور سے آرہے ہیں۔

یہ واقعہ ۱۳۹۰ھ بموقعہ سنی کانفرنس لودھراں میں بیان فرمایا تھا۔

دوسرا واقعہ:

شاہ خانپوری (شیعہ) نے اپنے مزارع کو جو حج پر جا رہا تھا یہ پیغام دیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دینا کہ بارہا میرا ارادہ ہوتا ہے کہ آپ کے در اقدس کی حاضری دُوں۔ لیکن آپ نے اپنے پہلو میں ہمارے دو دشمن سلائے ہوئے ہیں اسی لئے حاضری سے محروم ہوں۔ جب وہ مزارع مدینہ طیبہ پہنچا تو اُسے شرم محسوس ہوئی کہ ایسا گندہ پیغام حضور علیہ السلام کو کیسے عرض کروں۔ ایک رات خود حضور علیہ السلام نے زیارت سے مشرف فرمایا اور ارشاد ہوا کہ پیغام کیوں نہیں پہنچایا۔ عرض کی حضور شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا عبداللہ شاہ کو کہنا کہ تجھے کیا معلوم کہ میرے یاروں کی شان کیا ہے۔ چونکہ تو اندھا ہے اس لئے بے خبر ہے۔ اس کا مزارع واپس آیا تو عبداللہ شاہ نے پوچھا کہ کیا تو نے میرا پیغام پہنچایا تھا۔ کہا جی ہاں' اُس نے کہا جو جواب ملا وہ بھی سن لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اندھا ہے اس لئے میرے یاروں کی شان سے بے خبر ہے۔ جب یہ پیغام اُس کا مزارع سنا چکا تو فوراً عبداللہ شاہ اندھا ہو گیا۔

نسبی ترجیح سے ایک عالم کو عذاب:

جو شخص کسی صحابی کی اولاد ہو اور اُس صحابی کو محض نسب اور ہوائے نفس کی وجہ

سے دوسرے اکابر صحابہ پر ترجیح دیتا ہو، اگرچہ اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتا ہو وہ بھی غلط طریقے پر ہے۔ ایسے ایک بڑے عالم کا واقعہ درج کرتا ہوں کہ اُسے قبر میں اس عقیدہ کی وجہ سے کیا عذاب ملا۔

علامہ شعرانی حضرت علامہ قوصی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عالم جو اکابر علماء میں سے تھا فوت ہو گیا۔ اُس کو میں نے خواب میں دیکھا اور اُس سے اِسلام کے بارے میں پوچھا تو اُس کی زبان بند ہو گئی اور اُس کا چہرہ کوئلے کی طرح سیاہ تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو ایک بڑا عالم تھا اب یہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میں ایسے عذاب میں اس لئے گرفتار ہوں کہ میں بعض کو بعض پر محض عصبیت اور ہوائے نفس کی وجہ سے ترجیح دیا کرتا تھا۔ (لطائف المنن الکبریٰ جلد ۲، ص ۱۸۹)

ف: سادات قوم کہلوا کر شیعہ بن جانا ہمارے خیال میں غلط ہے۔ صحیح النسب سید کبھی بدمذہب نہیں ہو سکتا اگر کوئی اعلیٰ خاندان کا فرد ایسے ہوتا ہے تو نطفے کی خرابی سے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اسی لئے ہم سادات سے عرض کریں گے کہ اگر آپ حضرات نے نسبی پروگرام کو مدنظر رکھ کر سیدنا علی المرتضیٰ کو حضرات اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر فوقیت و افضیلت کا عقیدہ رکھا تو آپ حضرات کا یہی حال ہوگا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنَ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مخالف کی زندگی بیزار

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سعد کو کوفہ کا حاکم بنایا تو حاسدان نے دربارِ فاروقی میں حضرت سعد کی جھوٹی شکایت کی۔ حضرت عمر نے تحقیق

حال کیلئے آدمی بھیجا۔ وہ کوفہ کی ایک ایک مسجد میں حضرت سعد کے متعلق پوچھتا رہا مگر کسی نے کوئی شکایت نہ کی۔ ایک مسجد میں ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی کہ حضرت سعد ظالم ہیں' فیصلہ صحیح نہیں کرتے یہ سن کر حضرت سعد کو جوش آ گیا' آپ نے اس کیلئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فَاطِلْ عُمْرَهٗ وَ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ الْفِتَنْ

اے اللہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر اور فاقوں کو طویل فرما اور اسے فتنوں میں ڈال۔

ابن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ شخص بوڑھا ہوا' اُن کی پلکیں لٹک آئیں اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہوا' اس کی یہ حالت ہوگئی کہ چھوکریوں کے ساتھ بازار میں چھیڑ چھاڑ کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے سعد کی بددُعا لگ گئی ہے۔

خارجی گھوڑے سے گر کر مرا:

ایک خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی' تو حضرت سعد نے بے اختیار ہو کر اُس کے خلاف بددُعا کی۔ وہ شخص اُسی وقت اپنے گھوڑے سے گرا، اُس کا دماغ پھٹا اور اُسی وقت مر گیا۔

ف: یہ درحقیقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اُن کیلئے فرمایا

اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ سَعْدْ اے اللہ سعد کی ہر دُعا قبول فرما۔ اب ان کا یہ حال تھا کہ "يَدْعُوْ اِلَّا استعجیب۔ ان کی ہر دُعا فوراً قبول ہوتی۔ یہاں تک کہ اخیر عمر میں دعا کرنی چھوڑ دی تھی۔ لوگ اُن سے بہت ڈرتے تھے کہ خدا کرے اُن کے منہ سے خیر کا کلمہ نکلے۔ افسوس ہے اس پارٹی پر جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی دُعا رد ہو جاتی ہے۔

دُشمنانِ اہلِ بیت کرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ:

فقیر اویسی غفرلہ نے اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب پر تو ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس رسالہ میں صرف ان حضرات کے دُشمنوں کی بربادی وتباہی کے حالات مذکور ہیں، تفصیل اُسی میں ہے۔ رسالہ کے مطالعہ سے پہلے چند اُمور بطور مقدمہ درج ہیں۔

اہلِ بیت سے کون مراد ہیں:

شیعہ کے نزدیک تو صرف حضرت علی، حضرت بی بی فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ لیکن اہلسنّت کے نزدیک صحیح ترین یہی ہے کہ ان حضرات کے علاوہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اہلِ بیت ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

فضائل اہلِ بیت:

اُن کے اَن گنت فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی جانب سے انہیں بہشت کا ٹکٹ عطا ہوا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُ رَبِّی اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اَحَدًا مِنْ اَھْلِ بَیْتِی فَاَعْطَانِیْھَا۔

(حدیث صحیح ولم یخرجاہ المستدرک ۱۵۰/۳ اشرف المویدص ۴۴)

اولاد فاطمہ پر دوزخ حرام ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے حسب نسب منقطع ہو جائیں گے لیکن ہمارا حسب نسب منقطع نہیں ہوگا۔ چنانچہ روایت صحیحہ میں آتا ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ یُنْقَطَعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبِی وَ نَسَبِیْ۔

(المستدرک ۱۶۴/۳، خصائص الکبریٰ ۲۲۵/۲، جامع الصغیر ۹۳/۲، اشرف المویدص، طبقات ابن سعد ۴۸۲/۸)

لَا یُوْمِنُ اَحَدُکُمْ مِثْلُ اَھْلِ بَیْتِی اعبد حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَ تَکُوْنُ عِتْرَتِی اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَ اَھْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَ ذَاتِی اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ ذَاتِہٖ۔ (صواعق المحرقہ ص ۱۷۲، اشرف المویدص ۱۷۵)

ایک اور مقام پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"خدا کی قسم انسان کے دل میں اُس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوتا جب تک میرے قریبوں سے محبت نہ کرے۔

وَاللّٰهُ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِیْمَانَ حَتّٰی یُحِبَّھُمْ اللّٰهُ وَلِقَرَابَتِھِمْ مِنِّی۔ (صواعق المحرقہ ص ۲۳۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور ہم سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اور ہماری اہلِ بیت سے محبت کرو ہماری محبت کی وجہ سے۔

جنت حرام:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اہلِ بیت پر ظلم کرتا ہے اور میری عزت کو ایذا دیتا ہے اُس پر جنت کو حرام کر دیا گیا ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلٰی مَنْ ظَلَمَ اَھْلَ بَیْتِیْ وَاٰذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ۔ (کشاف ۴/۳۹۹)

رحمتِ خداوندی سے مایوس:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہماری آلِ پاک سے بغض کی حالت میں مرے گا، جب وہ قیامت کے دن اُٹھے گا تو اُس کی آنکھوں کے درمیان تحریر کر دیا جائیگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیا گیا ہے۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بَیْنَ عَیْنَیْهِ آئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔ (کشاف ۴/۳۹۹، روح البیان ۴/۴۰۷، کبیر ۷/۳۹۶، ابن عربی ۲/۲۱۲، نزہتہ المجالس ۲/۲۲، اشرف المؤید ۱۵۲)

کفر کی موت:

حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اہل بیت سے بغض رکھ کر مرے گا وہ کافر ہو کر مرے گا۔

جنت کی خوشبو سے محرومی:

اور فرمایا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔

(تفسیر کبیر ۳۹۰/ ۷، تفسیر روح البیان ۴۰۷/ ۴، باقی حوالے اوپر درج ہیں)

مسلمانوں کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں کہ اہلِ بیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے اور اُن سے بغض رکھنے والوں کے سایہ سے بھی محفوظ رکھے۔ اہلِ بیتِ محمد سے بغض اور دشمنی کی سزا قطعی طور پر جہنم ہے اور یہ کسی دُنیاوی عدالت کا فیصلہ نہیں بلکہ اُن کی زُبانِ فیض ترجمان سے نکلے ہوئے جملے ہیں جن کا ہر ارشاد حکمِ خداوندی اور نا قابلِ ترمیم ہے۔ اب آپ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبغوضانِ اہل بیت کیلئے چند ارشادات مزید ملاحظہ فرمائیں۔

بغضِ اہلِ بیت بغضِ مصطفےٰ ہے:

ایک دفعہ تاجدارِ دو عالم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی مکرمہ

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شہزادوں کو گود میں لے کر فرمایا: جو ان سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت رکھتا ہے، جو اُن سے بُغض رکھتا ہے وہ ہم سے بُغض رکھتا ہے۔

من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۸ ص ۲۶۵، المستدرک ج ۳ ص ۱۶۶ او دیگر کتب احادیث متفق علیہ)

شیطان کے ساتھی:

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلبیت سے اختلاف رکھنے والوں کو فرماتے ہیں کہ وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ کتب احادیث میں آتا ہے کہ میری آل پاک میری امت کے لئے امان ہے اور تمہیں اختلاف سے بچاتی ہے، جو قبیلہ بھی ان سے مخالفت کریگا وہ شیطان کی جماعت ہے۔

وَاَھْلُ الْبَیْتِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فَاِذَا خَالَفَتْھَا قَبِیْلَۃٌ اِخْتَلَفُوْا فَصَارُوا اَحْزَابَ اِبْلِیْسَ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶، اشرف المؤید ۱۴۵، صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

ہلاکت ''غرقابی'' جہنم:

ایک مقام پر تاجدار دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری آل کی مثال کشتی نوح کی ہے، جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی، اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود ہی ہلاک ہو گیا۔

دوسری جگہ فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح علیہ السلام کی ہے، جو سفینہ پر سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ غرق ہو گیا۔

اسی طرح تاجدار مدینہ کا ایک اور ارشاد ہے کہ میری آل پاک کی مثال کشتی

نوح علیہ السلام کی طرح ہے، جس نے سفینہ کی سواری پر اتفاق کرلیا اسے امان مل گئی اور جس نے مخالفت کی وہ جہنم کا ایندھن بن گیا۔

مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَسَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَاوَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَسَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَاوَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غُرِقَ۔ مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَسَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَاوَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا زُجَّ فِی النَّارِ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳، اشرف المویدص ۱۵۲)

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ سفینہ نوح علیہ السلام پر سوار نہ ہونے والے قطعی طور پر کافر تھے، اور وہ حضرت نوح علیہ السلام سے مخالفت کر کے صرف ہلاک ہی نہیں ہوئے بلکہ کفر کی موت مرے ہیں۔ اسی لئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سفینہ نوح علیہ السلام کی مثال دیکر ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے ہماری اہلبیت سے اتفاق کیا، ان سے تعلق ومودت ومحبت قائم رکھا وہ ہر طوفان سے نجات پاکر جنتی ہو گئے، اور جنہوں نے ہماری اہل بیت کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوکر جہنم رسید ہوگئے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو........ مرتد اور بے ایمان ہونے سے بچائے کیونکہ بغضِ اہلبیت قطعی طور پر ارتداد اور کفرِ صریح ہے۔

اب سرکار دوعالم علیہ تحیۃ والثنا کی طاہرہ بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ عنہا اوران کی اولاد پاک سے بغض رکھنے والوں کے متعلق چند وعیدیں مزید ملاحظہ فرمائیں۔

یہ گالی نہیں، حقیقت ہے:

تاجدارِ دوعالم، فخرِ موجودات، سرور کائنات، حضور رحمۃ العالمین حضرت محمد

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ سے بڑھ کر کس کا اخلاق ہو سکتا ہے۔ آپ مجسمۂ اخلاق بھی ہیں اور صاحبِ خلقِ عظیم بھی۔ آپ کے خلقِ عظیم کی مثال قرآن عظیم سے دی گئی ہے، بلکہ آپ کے خلق کو ہی قرآن کا نام دیا گیا ہے۔

بلاشبہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی، مگر وہ بات جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی شان کے ہرگز لائق نہیں کہ کسی کو گالی دے مگر وہ بات جو حقیقت پر مبنی ہو۔ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں کفار کے متعلق ان کی بدکرداری اور بد افعالی کے پیشِ نظر فرمایا ہے کہ یہ حرامزادے ہیں۔ آیت کا جملہ ذَالِكَ زَنِيْم ہے۔ (سورہ القلم، پ ۲۹ آیت نمبر ۱۳)

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار و مشرکین کو یہ خطاب دیا ہے اور محبوبِ خدا، صاحبِ قرآن، رسالت مآب ﷺ نے یہی خطاب دشمنانِ اہلِ بیت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ درج ذیل روایت میں بتایا گیا ہے کہ جو انصار اور آلِ محمد کے حقوق کو نہیں پہچانتا، وہ ان تینوں میں سے ایک ضرور ہے۔ یا تو وہ منافق ہے، یا حرامزادہ ہے، یا ولد الحیض ہے۔

شقی، منافق، حرامزادہ، ولد الحیض:

وَاَخْرَجَ اِبْنُ عَدِیٍ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی شعب الْاِيْمَانِ عَنْ عَلِّيٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ عِتْرَتِیْ وَالْاَنْصَارِ فَهُوَلِاَحَدٍ ثَلٰثٍ اِمَّا مُنَافِقٌ وَاِمَّا المزينة وَاِمَّا لِغَيْرِ طُهْرٍ (يَعْنِی حملته اُمُّهٗ عَلٰی غَيْرِ طُهْرٍ)۔ (اشرف المؤید ص ۱۵۰)

''حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں رکھے گا محبت ہماری آل سے مگر مومن متقی، اور نہیں رکھے گا بغض ہماری آل سے مگر منافق وشقی۔

لَایُحِبُّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا یُبْغِضُنَا اِلَّا مُنَافِقٌ وَشَقِیٌّ۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا تاج الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہماری اہل بیت سے جو بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔

مَنْ اَبْغَضَ أَھْلَ الْبَیْتِ فَھُوَ مُنَافِقٌ۔ (اشرف المو ید ص ۱۵۵)

یہودیوں کا ساتھی:

تاجدارِ انبیاء، سلطان مدینہ، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو لوگ ہماری اہلِ بیت سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کا حشر نشر یہودیوں کے ساتھ فرمائیگا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اَبْغَضَا اَھْلَ الْبَیْتِ حَشَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَھُوْدِیًّا۔ (اشرف المو ید ص ۱۹۱)

قہرِ خداوندی:

تاجدارِ دوعالم، سرکار مدینہ، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری عترت اور اہلبیت کو ستائے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب نازل ہوگا اور قہر الٰہی ٹوٹ پڑے گا۔

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اٰذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ۔

(اسعاف الراغبین ص ۱۴۲، نور الابصار ص ۱۱۲، صواعق محرقہ ص ۱۷

تم کو مژدہ نار کا، اے دشمنانِ اہلبیت:

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی کے بیٹے، میرے بیٹے ہیں، جو ان سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے، اور جو ہم سے محبت کرتا ہے وہ خدا سے محبت کرتا ہے، اور جو خدا سے محبت کرتا ہے وہ بہشت میں ضرور داخل ہوگا۔ اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے، جو ہمارا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے، اور جو خدا کا دشمن ہے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اَبنائِی مَنْ اَحبَّھُمَا اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ اَحَبَّہ اللّٰہُ وَ مَنْ اَحَبَّہٗ اَدخَلَہُ الْجَنَّۃَ وَمَنْ ابغضھما اَ بغَضَنِیْ وَمَنْ ابغضنی ابغضہ اللّٰہ ومن ابغضہ ادخلہ النار" ۔(الاستیاب ج ا ص ۸۳۰، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۰۵، فیض القدیر ج ۴ ص ۱۹، صواعق محرقہ ص ۱۵۵)

سرتاج الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک سے دشمنی رکھنے والوں کے لئے شدید ترین سزائیں خالقِ کائنات نے مقرر کر رکھی ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور اگر تفصیل کے ساتھ ان سزاؤں کی نشاندہی کی جائے تو ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی اولاد مقدس سے بغض اور دشمنی رکھنے والے، خواہ وہ خارجی ہوں یا ناصبی، بحکم خدا اور رسول دائرہ اسلام سے خارج اور کفار کا بدترین ٹولہ ہیں، بلکہ قطعی طور پر جہنمی اور ناقابلِ مغفرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خارجیت اور ناصبیت سے محفوظ رکھے۔

لڑائی مصطفےٰ سے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری بیٹی فاطمہ اور اس کے شوہر اور اس کے بیٹوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے اس کے ساتھ ہماری جنگ ہے، اور جوان سے صلح رکھتا ہے اس سے ہماری صلح ہے۔

"قال لعلی و فاطمة والحسن والحسین انا حرب من حاربهم و سلم لمن سالمهم"۔ (متفق علیہ)

کعبے کا نمازی دوزخ میں:

کتبِ احادیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت الحرام میں رکن اور مقام کے مابین نماز پڑھتا اور روزہ بھی رکھتا ہو، اس کے دل میں اہلِ بیتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہو تو وہ سیدھا جہنم میں جائیگا۔

ان رجلا قام بین الرکن والمقام فصلی و صام وھو مبغض اھل بیت محمد دخل النار۔

(المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۴۹، ینابیع المودۃ ص ۲۷۰، صواعق محرقہ ص ۱۷۴)

حاسدینِ اہلبیت کا منہ کالا:

روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تاجدار انبیاء سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایتاً عرض کیا، یارسول اللہ! لوگ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں۔

"ماروی عن علی رضی اللہ عنہ شکوت الیٰ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم حسد الناس لی"۔(کشاف)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شکایت کے جواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی تم اس پر خوش نہیں کہ تم چاروں کے چوتھے ہو

"فقال اما ترضیٰ ان تکون رابع اربعة" ۔(کشاف)

پھر فرمایا کہ سب سے پہلے ہم اور تم اور حسن اور حسین اور ہماری عورتیں جنت میں داخل ہوں گی اور پھر ہماری ذریت اور ان کی بیویاں۔

"یدخل الجنة انا و انت والحسن والحسین وازواجنا عن ایماننا و شمائلنا و ذریتنا خلف ازواجنا"۔

(تفسیر کشاف ج چہارم ص ۳۹۹)

مندرجہ بالا واقعہ میں تو حیدر کرار اور اہلبیتؓ کے حاسدین کا اصطلاحاً منہ بند ہوتا ہے، اب آپ ایک ایسی روایت ملاحظہ فرمائیں جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب یہ لوگ قیامت کو اٹھائے جائیں گے تو ان کے منہ کالے ہوں گے۔

"وردعلیٰ یوم القیامة مسودا وجهه"۔ (صواعق محرقہ ص ۱۸۶)

معتبر کتبِ احادیث وسیر میں آتا ہے کہ دشمنانِ اہلبیت لعنتی بھی ہیں اور جہنمی بھی، مردود بارگاہ خداوندی بھی ہیں مرتد بھی، اور ہمہ وقت غضبِ الٰہی کے گھیرے میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بجائے توبہ کی طرف مائل ہونے کے گستاخی کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنے لئے آگ ہی آگ تیار کرتے جاتے ہیں۔

ازالۂ وہم:

سادات کریم کی جو تعظیم و تکریم کتب احادیث سے ظاہر ہے، وہ بیان سے باہر اور گمان سے بالا ہے۔ قلم کی ہرگز طاقت نہیں کہ اولاد فاطمہ کے فضائل و اکرام کا احاطہ و حصر کر سکے۔ جناب سیدہ اور آپ کی اولاد طاہرہ سے محبت کی جزا اور دشمنی کی سزا کے متعلق چند روایات بیان کرنے کے بعد ہم قارئین کی خدمت میں التماس کریں گے کہ جو شخص بھی اہلبیت رسول کا فرد ہونے کا دعوے دار ہے، آپ اس کی اولادِ مصطفےٰ ہی سمجھ کر تکریم و تعظیم کیا کریں اور ہرگز اس ٹوہ میں نہ جائیں کہ ممکن ہے یہ سید نہ ہو۔ ہم اشرف المؤید و دیگر کتب سے واقعات عرض کریں گے۔ ایک یہ بھی ہے۔

سیدزادی کی کہانی:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک سے ایک شہزادی فقر کی حالت میں ایک کسی مسلمان کے پاس کسی ضرورت کے پیشِ نظر تشریف لے گئیں اور اسے بتایا کہ میں سیدزادی ہوں اس لئے میری مدد کرو۔ تو اس شخص نے یہ کہکر ٹال دیا کہ مجھے کیا معلوم تم سیدزادی ہو یا نہیں۔

وہ سیدزادی پریشانی کے عالم میں واپس آ گئیں اور ایک یہودی سے اپنی حاجت بیان فرمائی۔ یہودی نے ایک برقعہ پوش اور خاندانِ سادات کی خاتون سمجھ کر ان کی نہایت تعظیم و تکریم سے ضرورت پوری کر دی۔ رات کو اس مسلمان اور یہودی نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو جنت میں داخل ہونے سے یہ فرما کر منع کر دیا کہ جب تمہیں ہماری بیٹی کے سیدہ ہونے پر شک تھا تو

ہم تمہارے مسلمان ہونے پر کیسے یقین کرلیں، اوراس یہودی کوعزت سے جنت میں داخل ہونے دیا۔ یہودی نے جب یہ خواب دیکھا تو صبح بیدار ہوتے ہی مسلمان ہوگیا۔

تبدیلئ نسب کی سزا:

اگر کوئی اپنا نسب تبدیل کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ نسب بدلنے والوں کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ ملعون و مردود ہیں، اور ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام لوگ لعنت کرتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

" عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نسب الیٰ غیرابیه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین" ۔(بخاری، صواعق محرقہ ص۱۸۶)

فضائل ومناقب:

چونکہ ہم نے اس رسالہ میں اختصار کو سامنے رکھا ہے اسی لئے فضائل ومناقب بھی مختصراً عرض کئے جائیں گے۔ اور چونکہ اس باب میں صرف آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا ذکر ہوگا اور وہ بھی زیادہ تر حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا، اسی لئے چند فضیلتیں آپ کے والد مکرم اور آپکی والدہ کریمہ اور آپ کے بھائی جان کے بعد آپ کی فضیلتوں کا بیان لکھ کر واقعات کو ذکر کروں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ جامع حدیث سنئے۔

"قالت عائشة خرج النبی صلی الله علیه وسلم غداوة و علیه مرة مرجل من شعر اسود فجاء الحسن والحسین فادخلهما معه ثم جاء ت فاطمة فادخلها معه ثم جاء علیؓ فادخله معهم ثم قال (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"۔ (ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۴۲، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۲، ج ۶ ص ۳۲۲، ج ۴ ص ۱۰۷، درمنثور ج ۵ ص ۱۹۹)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع صبح کے وقت سیاہ بالوں کا اونی کمبل اوڑھے ہوئے نکلے۔ پس حضرت حسن و حسین آئے تو اس میں داخل ہو گئے۔ پھر حضرت فاطمہ آئیں اور اس میں داخل ہو گئیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی اس میں داخل ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ " اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"۔ (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۳)

انتباہ: بعض بے خبر اہلسنت اور جملہ اہلِ تشیع اسی مضمون کو پڑھ سنکر سمجھتے ہیں کہ اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم حضرت علی المرتضٰی و حسنین کریمین سے فضیلت سے کم ہیں، یا ازواجِ مطہرات سرے سے ہی اہل بیت نہیں (معاذ اللہ) دونوں خیال غلط ہیں۔

ازواجِ مطہرات اہلبیت ہیں اور اصحابِ ثلاثہ کے فضائل و مناقب اپنے مقام پر حق ہیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعارف اور انکے فضائل:

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵ شعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروزِ عالم ہوئے اور ۱۰ محرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تحنیک فرمائی، یعنی کھجور چبا کر اس کا رس ان کے منہ میں ڈالا، اور کان میں اذان دی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور حسین نام رکھا۔ ساتویں روز عقیقہ کیا۔ آپ بچپن

ہی سے شجاع و دلیر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارہ میں فرمایا۔

فضائل:

احادیث میں ہے کہ جب ام الفضل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں خواب عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے بڑا سخت خواب دیکھا ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ کے گوشت کا ٹکڑا کٹ کر میری جھولی میں آ گیا ہے، تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چچی جان! یہ تو نہایت ہی اچھا خواب ہے، اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرزند عطا فرمائے گا۔ اور پھر جب امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل آپ کو گود میں اٹھا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی کا یہ بیٹا کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں بے گناہ شہید کر دیا جائے گا۔

یہ فرحت و ملال اور رنج و راحت میں ملی ہوئی خبر جب جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو آپ کو انتہائی صدمہ ہوا۔ آپ نے دربار رسالت میں عرض کی ابا جان! ہم اس وقت کہاں ہوں گے؟ تو حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی اس لق و دق صحرا اور آگ برساتے ہوئے چٹیل میدان میں جب میرا حسین امتحان دے رہا ہو گا تو ہم میں سے کوئی بھی اس حیاتِ ظاہری میں وہاں موجود نہیں ہو گا۔ پھر جب امام حسین رضی اللہ عنہ اس دنیا میں تشریف لائے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی جناب سیدہ طاہرہ کے ساتھ ملکر آنسو بہاتے رہے۔

منبر چھوڑ دیا:

تمام تر معتبر کتب احادیث میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک روز شہزادگان بتول سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہم السلام کو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سرخ قمیصیں پہنا کر نانا جان کے حضور میں بھیجا۔ سیدہ بتول کے ننھے شہزادے جب حجرۂ بتول سے منبر رسول کی طرف آئے تو مسجد نبوی کا فرش ہموار نہ ہونے کی وجہ سے آپ بار بار گر جاتے۔ حضور رحمۃ اللعالمین، امام الانبیاء، تاجدار مدینہ، سرور کائنات، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی مکرمہ، مخدومۂ کائنات، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادوں کو یوں گرتے دیکھا تو آپ خطبہ کو منقطع فرماتے ہوئے منبر کو چھوڑ کر آئے اور دونوں صاحبزادوں کو گود میں لے لیا۔

حدیث مبارک: ”حسین منی وانا من حسین اللھم احب من احب حسینا“۔ اخرجہ الحاکم فی المستدرک (اسعاف)

”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے۔ یا اللہ! جو حسین کو محبوب رکھے تو اسے محبوب رکھ“۔

حدیث پاک: ابنِ حبان، ابنِ سعد، ابو یعلیٰ، ابن عساکر آئمہ حدیث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”من سرہ ان ینظر الیٰ رجل من اھل الجنۃ وفی لفظ شباب اھل الجنۃ فلینظر الیٰ حسین بن علی“

''جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ نوجوانانِ اہلِ جنت کے سردار کو دیکھے، وہ حسین ابن علی کو دیکھے''۔

(اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ واہل بیتہ الطاہرین)

حدیث مبارک: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے، فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے یعنی حسین رضی اللہ عنہ...... حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کی گود میں گر پڑے اور آپ کی داڑھی میں انگلیاں ڈالنے لگے۔ آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا: یا اللہ! میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس شخص سے بھی جو حسین سے محبت کرے۔

حدیث مبارک: ایک روز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دیکھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہل آسمان کے نزدیک سارے اہلِ زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

حدیث مبارک: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان و مال پیش کرنے والے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے لئے کسی کی حاجت پوری کرنا میں اپنے ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر سمجھتا ہوں۔

اپنا بیٹا یا بیٹی کا بیٹا:

یوں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب حسنین کریمین کو بھی اپنے بیٹے فرمایا کرتے تھے، تاہم ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی بیٹے سیدنا ابراہیم

رضی اللہ عنہ کو جن کی عمر اس وقت تقریبا سولہ ماہ تھی دائیں زانو پر اور جناب حسین علیہ السلام کو بائیں زانو پر بٹھا کر دونوں سے پیار کر رہے تھے کہ حضرت جبریل امین نے حاضر دربار ہو کر خداوند قدوس کا سلام و پیام پہنچا کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ ان دونوں میں سے ایک کو آپ کے پاس رہنے دے گا، مگر اس بات کا آپ کو اختیار ہے کہ آپ جسے چاہیں اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اگر میں اپنے حقیقی بیٹے حضرت ابراہیم کو موت کے حوالہ کرتا ہوں تو اس کا صدمہ صرف میری جان کو ہوگا اور اگر حسین کو موت کے حوالہ کرتا ہوں تو اس کا صدمہ مجھے بھی ہوگا اور میری بیٹی فاطمہ کو بھی......اور مجھ کو دوہری مصیبت اٹھانا پڑے گی۔

پھر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ میں ابراہیم کو حسین پر نثار کرتا ہوں۔ چنانچہ چند روز بعد صاحبزادۂ مصطفےٰ سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دایہ کے گھر حضور کے ہاتھوں میں وصال فرما گئے اور آپ اپنے بیٹے کے لئے دیر تک آنسو بہاتے رہے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات امام حسین کو آغوش میں لیکر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا وہ نواسہ ہے جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۰۵)

واقعات سے پہلے:

ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت حق کو بلند کرنے کے لئے تھی لیکن ہمارے بالمقابل خارجی (جنہیں اب وہابی، دیوبندی اور مودودی کہا جاتا ہے) کہتے ہیں کہ امام حسین اقتدار کے حصول کے لئے اور کرسی کے

لئے لڑے تھے اور ان کا بالمقابل یزید امامِ برحق تھا۔ اسی لئے آپ باغی ہو کر مرے۔ (معاذ اللہ)

اس موضوع پر بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے استاد اور شیخ حسین علی واں بھچرانوی ضلع میانوالی (پنجاب) نے "بلغتہ الحیران" میں لکھا

کور کورا نہ مرو در کربلا

تانیفتی چوں حسین اندر بلا

ترجمہ: اندھا ہو کر کربلا میں مت جا تا کہ حسین کی طرح بلا و مصیبت میں نہ پھنس جائے۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں ایسے عقیدہ والوں کا انجام اسی طرح ہوگا جیسے کہ تفضیلی کا، لیکن پھر بھی اجمالی حالات آنے والے اوراق میں پڑھیں گے۔

شہدائے کربلا کے گستاخوں کا انجام:

ظالموں کی فوج میں جو پیلے رنگ کی گھاس رکھی ہوئی تھی وہ راکھ ہوگئی۔ ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت میں آگ کی چنگاریاں نکلتے دیکھیں۔ اور جب اس کا گوشت پکایا تو وہ اندرائن کی طرح کڑوا زہر ہوگیا۔ ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے گستاخ باتیں کیں تو خدائے جبار وقہار نے اس پر دو آسمانی ستارے پھینکے جن سے اس کی قوت بصارت جاتی رہی۔

اوران ایام کی اسی حالت سے متعلق حضرت ابونعیم نے کتاب "دلائل" میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر

جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا۔ (کذافی تاریخ الخلفاء للسیوطی)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خبیث یزید کے لئے عیش و عشرت کے دروازے کھل گئے۔ زنا، حرام کاری اور شراب نوشی عام ہو گئی اور وہ اپنی طغیانی اور سرکشی میں اس قدر بڑھا کہ اس نے مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار افراد کا لشکر دے کر مدینہ طیبہ کی بربادی کے لئے بھیجا۔ ۶۳ھ میں اس لشکر نے مدینہ شریف میں آکر وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا کہ اس نامراد لشکر نے سات سو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا اور ان کے ساتھ مزید دس ہزار عوام کو تہ تیغ کیا۔ بے شمار لڑکیوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور دیگر افراد کے گھروں کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر لوٹ لیا۔ مسجد نبوی کے ستونوں سے گھوڑے باندھے اور اس مقدس سرزمین کو گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے ناپاک اور پلید کیا، جس کی وجہ سے مسلمان تین روز تک اس مسجد میں نماز ادا نہ کر سکے۔ غرضیکہ اس یزیدی لشکر نے وہاں پر ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتیں۔

جو وہاں نہ ہونا تھا سب کچھ ہی ہو گیا
بیدار فتنہ ہو گیا' ایمان سو گیا

حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں یزیدی لشکر نے اس قدر بری اور ناشائستہ حرکات کیں کہ ہمیں خوف ہو گیا کہ کہیں اسکی بدکاری کی وجہ سے آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ اس کے بعد یہ لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں بھی یزیدیوں

نے بہت سے صحابہ کرام کو شہید کیا۔ خانہ کعبہ پر سنگ باری کی، جس سے جائے طواف پتھروں سے بھر گئی اور مسجد حرام کے کئی ستون ٹوٹ کر گر پڑے۔ ان ظالموں نے کعبہ شریف کے غلاف اور چھت تک کو جلا دیا جسکی وجہ سے مکہ معظمہ کئی روز تک بغیر لباس کے رہا۔ یزید اس ظلم و تشدد کے ساتھ تین سال سات مہینے تک تختِ سلطنت پر رہا اور بالآخر ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو ملک شام کے ایک شہر حمص میں اڑتالیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد عراق، یمن، حجاز اور خراساں والوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دستِ حق پرست پر اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر اسی ربیع الاول شریف کے مہینے میں بیعت کی۔ معاویہ اگرچہ یزید کا لڑکا تھا لیکن نیک اور صالح تھا اور اپنے باپ کے افعال و عادات کو برا جانتا تھا۔ دو تین ماہ حکومت کرنے کے بعد وہ بھی اکیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا، تو مصر اور شام والوں نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقدس ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے کچھ دنوں بعد مروان بن حکم نے خروج کیا اور مصر و شام پر قبضہ کر لیا پھر ۶۵ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک سلطنت کا مالک ہوا اور مختار بن عبید ثقفی کوفہ کا گورنر مقرر ہوا۔ مختار نے اقتدار سنبھالنے کے بعد عمرو بن سعد کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عمرو بن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار ثقفی نے پوچھا: تمہارا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا: خلوت نشین ہو گیا ہے۔ یہ سن کر وہ غصہ سے کہنے لگے کہ "حضرت امام حسین کی شہادت کے دن وہ کیوں خلوت نشین نہ ہوا اور اب وہ تیرے یزید کی حکومت کہاں ہے جس کی خواہش میں اس نے اولاد پیغمبر سے بے وفائی کی تھی"۔

اس کے بعد مختار ثقفی نے حکم دیا کہ ابن سعد، اس کے بیٹے اور شمر لعین کی فوراً

گردنیں ماردی جائیں، چنانچہ ان کے سروں کو قلم کر کے امام عالی مقام کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس مدینہ شریف بھجوادیا گیا۔ پھر شمر کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر ریزہ ریزہ کردیا۔ یہ شمر لعین امام عالی مقام کا قاتل اور ابن سعد اس لشکر کا سربراہ تھا۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے
مردود تم کو ذلت ہر دوسرا ملی

اس کے بعد مختار ثقفی نے حکم جاری کیا کہ جو جو شخص میدانِ کربلا میں ابن سعد کے لشکر میں شامل تھا، اسے جہاں پاؤ مار ڈالو۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے بصرے کی طرف بھاگنا شروع کردیا۔ لشکر مختار نے تعاقب کرتے ہوئے جس کو جہاں پایا وہیں قتل کردیا۔ خولی بن یزید کو زندہ گرفتار کر کے مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے اور اس کے بعد اس کی لاش کو آگ میں جلا دیا جائے۔

اسطرح قاتلانِ اہلِ بیت کو جن کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی، مختار نے طرح طرح کے عذاب دے کر ہلاک کرادیا۔ جب تمام دشمنانِ اہلِ بیت قتل ہو چکے تو اب ابن زیاد کی باری آئی جو واقعہ کربلا کے وقت کوفہ کا گورنر تھا۔ ان دنوں وہ تیس ہزار افراد کے لشکر کے ساتھ موصل میں جا رہا تھا۔ مختار ثقفی نے ابراہیم بن مالک اشتر کو فوج دے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ موصل سے پندرہ کوس دور دریائے فرات کے کنارے پر دونوں لشکروں میں سارا دن لڑائی جاری رہی۔ بالآخر شام کے وقت ابنِ زیاد کے لشکر کو

شکست فاش ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابراہیم بن مالک اشتر نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جو دشمن سامنے آئے اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ لشکر نے تعاقب کر کے بہت سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اسی ہنگامے میں ابن زیاد بھی ۱۰ محرم ۶۷ھ کو فرات کے کنارے عین اسی دن اور اسی جگہ مارا گیا جہاں اس ظالم نابکار کے حکم سے امام عالی مقام کو شہید کیا گیا تھا۔

لشکریوں نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر ابراہیم کے سامنے حاضر کیا اور انہوں نے مختار کے پاس کوفہ بھجوا دیا۔ مختار ثقفی نے دربار کو خوب آراستہ پیراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابنِ زیاد کا سر عین اسی جگہ رکھوایا جہاں اس نابکار نے امام عالی مقام کا سر رکھا تھا۔ پھر انہوں نے کوفہ والوں کو کہا ''دیکھ لو امام عالی مقام کے ناحق خون نے ابن زیاد کو بھی نہ چھوڑا اور اس کا سر بھی آج اسی جگہ نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ رکھا ہوا ہے''۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے لشکر کے سرداروں کے سر مختار ثقفی کے سامنے لا کر رکھے گئے تو اچانک بڑا اژدھا ظاہر ہوا اور سب سروں کو چھوڑ کر ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد منہ سے باہر نکلا۔ پھر اندر گیا پھر باہر آیا۔ غرضیکہ تین بار اندر گیا اور پھر باہر نکل کر غائب ہو گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ مختار ثقفی کی جنگ میں اہلِ شام کے ستر ہزار افراد مارے گئے اور اس طرح حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا کہ حضرت امام حسین کے خون کے بدلے ستر ہزار بد بخت مارے جائیں گے۔ (اِنَّ اللّٰـهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر)

الغرض امام عالی مقام سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شہادت ایک ایسا عظیم سانحہ ہے کہ آج تک دشتِ کربلا میں بہنے والے ان کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے دنیا اپنے اشکوں کا سیلاب بہا چکی ہے اور بغیر کسی مبالغے کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثے پر اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثے پر بہہ چکے ہیں۔ اس اجمال کے بعد اب یہ تفصیل پڑھیئے۔

کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام قاتلان حسین کی عبرتناک ہلاکت:

قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کی آفاتِ ارضی وسماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی، واقعۂ شہادت کے پانچ سال ہی بعد ۶۶ھ میں مختار نے قاتلانِ حسین سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہوگئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہو گیا۔ اس نے اعلان کردیا کہ قاتلانِ حسین کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے اور قاتلانِ حسین کی تفتیش وتلاش پر پوری قوت خرچ کی اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک روز میں دوسو اڑھتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے کہ وہ قتل حسین میں شریک تھے۔ اس کے بعد خاص لوگوں کی تلاش اور گرفتاری شروع ہوئی۔

(۱) عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا۔ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ذبح کر دیا گیا۔

(۲) شمر ذی الجوشن جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا، اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

(۳) عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی اور حمل بن مالک کا محاصرہ کر لیا گیا۔ انہوں نے رحم کی درخواست کی۔ مختار نے کہا۔ ظالمو! تم نے سبط رسول اللہ پر رحم نہ کھایا، تم پر رحم کیسے کیا جائے۔ سب کو قتل کیا گیا۔ اور مالک بن بشیر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اٹھائی تھی، اس کے دونوں ہاتھ پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا۔ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

(۴) عثمان بن خالد اور بشیر بن شمیط نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل میں اعانت کی تھی، ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔

(۵) عمرو بن سعد جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر لشکر کی کمان کر رہا تھا، اس کا سر کاٹ کر مختار کے سامنے لایا گیا اور مختار نے اسکے لڑکے حفص کو پہلے ہی دربار میں بٹھا رکھا تھا۔ جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفص سے کہا: تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے۔ اس نے کہا: ہاں، اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں۔ اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اور مختار نے کہا کہ عمرو بن سعد کا قتل تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں ہے اور حفص کا قتل حضرت علی بن حسین کے بدلہ میں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی۔ اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا۔

(۶) حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا۔ اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا۔ اسی میں ہلاک ہوا۔

(۷) زید بن رفاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ کے تیر مارا۔ اس نے ہاتھ سے پیشانی چھپائی اور ہاتھ پیشانی کے ساتھ بندھ گیا۔ اس کو گرفتار کر کے اول اس پر تیر برسائے اور پتھر مارے، پھر زندہ جلا دیا گیا۔

(۸) سنان بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا، کوفہ سے بھاگ گیا، اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

اسی طرح اور بھی بے شمار واقعات ہیں جنہیں بوجہ خوف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔ ایسے لوگوں کے لئے کسی شاعر نے کہا ہے۔

چندیں اماں نداد کہ شب را سحر کند

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتلِ حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سیاہ ہو گیا یا مسخ ہو گیا یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔ قاتلانِ امام حسین کا یہ عبرتناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت زبان پر آتی ہے۔

"كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ"۔

(پ ۲۹ سورہ القلم آیت نمبر ۳۳)

"عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش وہ سمجھ لیتے"۔

چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فتنے کا علم ہو گیا تھا، اسی لئے وہ آخر عمر میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں ساٹھویں سال اور نو عمروں کی امارت سے۔ ہجرت کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نو عمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ف: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلہ کیلئے کھڑا ہونا باطل کی بالا دستی کو مٹانے اور حق کو بلند و بالا کرنے کے لئے تھا، لیکن بدقسمت خارجی گروہ کہتا ہے کہ "معاذ اللہ" امام حسین نے یزید کے ساتھ ناحق مقابلہ کیا، اسی لئے وہ باغی ہو کر مرے۔ اس گروہ کے متعلق کچھ باتیں عرض کروں گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن اندھا:

محمد بن صلت ابدی نے ربیع بن منذر توری اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ لے گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمن دنیوی عذاب میں:

ابن عینیہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا: قبیلہ جعفین کے دو آدمی جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا، اور دوسرے آدمی کو اتنا سخت استسقاء ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور اس کی آخری بوند تک چوس جاتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن جلتی آگ میں مرا:

سدّی ایک قصہ بیان کرتے کہ میں ایک جگہ مہمان گیا، جہاں قتلِ حسین کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو شریک ہوا، وہ بری موت مرا۔ جس پر گفتگو کرنے والے نے کہا: اے عراقیو! تم کتنے جھوٹے ہو، دیکھو! میں قتلِ حسین میں شریک تھا، لیکن اب تک بری موت سے محفوظ ہوں۔ اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ گئی جسے وہ اپنی تھوک سے بجھا رہا تھا کہ اس کی داڑھی میں آگ لگ گئی۔ وہ وہاں سے دوڑا اور پانی میں کود پڑا تاکہ آگ بجھ جائے لیکن آخرکار جب اسے دیکھا تو وہ جل کر کوئلہ ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں دکھا دیا کہ تیری شرارت کا یہ انجام ہے۔

ابنِ زیاد پر اژدھا کا حملہ:

عمارہ بن عمیر نے بیان کیا کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے برآمدے میں برابر برابر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس پہنچا جبکہ وہ لوگ کہہ رہے تھے، وہ آ گیا، وہ آ گیا کہ اتنے میں ایک سانپ نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آ جاتا۔ نامعلوم کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ اس واقعہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کر کے اس سند کو بھی صحیح حسن کہا ہے۔

چنگاری لگنے سے اندھا ہو گیا:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک شخص نے امام حسین رضی اللہ

عنہ کو فاسق کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس پر دو چھوٹے ستارے چنگاریوں کی مانند اتار کر اندھا کر دیا۔ (صواعق ص ۱۹۴)

یزید کے چیلے مسلم بن عقبہ کا انجام:

مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں وارد ہو کر لوگوں کو یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی ماں نے قسم کھالی کہ بدلہ لوں گی۔ اگر مر گیا تو اس کی قبر کھود کر لاش جلاؤں گی۔ جب مسلم بن عقبہ مرا تو مائی صاحبہ نے غلام کو فرمایا۔ اس کی قبر کھدوائی جب لاش کے قریب پہنچی تو دیکھا اس کی گردن کو اژدہا لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک میں گھس کر اسے چوس رہا ہے۔ (ابن عساکر، طی الفراسخ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دشمن:

ابو نعیم اور ابن عساکر نے اعمش سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر پاخانہ کر دیا (معاذ اللہ) تو وہ پاگل ہو گیا اور کتوں کی طرح بھونکنے لگا۔ جب وہ مر گیا تو اس کی قبر میں سے کتوں کے بھونکنے کی آواز آتی تھی۔ (طبقات مناوی از جمال اولیا ص ۳۴)

ف: حقیقت میں اہلِ بیت کا دشمن کتوں سے بھی بدتر ہے کہ دنیا کا کتا تو زندگی میں بھونکتا ہے لیکن اہل بیت کا دشمن کتا ہو کر مرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی بھونکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی شخصیات قابل قدر ہیں، نیز ان کے مزارات بھی احترام کے مستحق ہوتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن:

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو عذاب میں جتلا نہ ہوا ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کوئی اندھا ہوا، کسی کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۳۴)

ایک شخص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں موجود تھا، جو بعد میں اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھا ہونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آستینیں چڑھی ہوئی ہیں، دست مبارک میں تلوار ہے، سامنے چڑا بچھا ہوا ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے دس کو حضور کے سامنے ذبح کیا ہوا دیکھا۔ اس کے بعد حضور نے حضرت امام حسین کے خون میں بھری ہوئی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی۔ صبح کو اٹھا تو اندھا تھا۔ (مولوی رشید احمد گنگوہی آخری زندگی میں اندھا ہو گیا تھا اور اندھا ہو کر مرا (اویسی غفرلہ)۔ (اسعاف کذا قال سبط ابن الجوزی)

ف: واقعہ یہ ہے کہ اہلبیت کے دشمن کا گھر جہنم ہے خواہ وہ کتنا ہی متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو۔ جو لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید پلید کو امام برحق مانتے ہیں ان کے انجام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ اسی طرح امام حسین کی سبیل کا پانی پینے کو حرام اور ماہ محرم الحرام میں ان کے ذکر کو ناجائز قرار دینے والے اپنے انجام بد پر نظر رکھیں۔

امام عالی مقام کے اونٹ:

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ اپنی کتاب ''شواہد النبوۃ'' میں لکھتے

ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چند اونٹ جو بچ گئے تھے، انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور اس کے کباب بنائے۔ ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ ان کے گوشت میں سے کسی کو کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

ف: یہ سزا فرعون کی قوم کی اس سزا کے مشابہ ہے جس میں بنی اسرائیل کیلئے پانی بدستور اپنی اصلی حالت میں تھا لیکن فرعونیوں کیلئے خون بن گیا یہاں تک کہ جس برتن سے بنی اسرائیل پانی لیتے تو پانی ہی ہوتا لیکن جب فرعونی اس سے پانی لیتا تو وہ خون ہوتا، ان کے طعاموں میں جوئیں پڑ گئیں یہاں تک کہ اگر وہ بنی اسرائیل سے طعام لیتے تو اس میں بھی جوئیں پڑ جاتیں۔

منہ کالا ہو گیا:

ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا، اس کے بعد اسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تار کول جیسا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تم تو سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے، تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا، جب ذرا سوتا ہوں، دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے، اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

یزید پر قہرِ خداوندی:

یزید کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر خشت باری کی جاتی تھی۔ اب لوگوں نے وہاں عمارتیں بنالی ہیں، چنانچہ یزید کی قبر پر لوہا، کانچ گلانے کی بھٹی لگی ہوئی ہے۔ گویا

یزید کی قبر پر ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے، یہاںتک کہ قبر کا نام ونشان تک نہیں رہا۔

(راہِ عقیدت)

ف: یہ ایسے ہے جیسے ابوجہل کے مکان پر آجکل پائخانے بنائے گئے ہیں، گویا روزانہ بارہا اس کے مکان کو پیشاب و پائخانہ سے خراب کیا جاتا ہے۔

ہلاکتِ یزید:

شہادتِ امام حسین کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا:

جس شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا اور پانی نہیں پینے دیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی تھی کہ کسی طرح بھی نہ بجھتی تھی۔ پانی کتنا ہی پی جاتا، پیاس سے تڑپتا رہتا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

خلاصۃ الکلام: یہ داستان طویل ہے، ہم نے اپنی کتاب ''فاطمہ زہرا'' بزبان عربی میں اس قسم کے سینکڑوں واقعات درج کیے ہیں۔ شوق رکھنے والے دوست مذکورہ عربی کتاب کا مطالعہ کریں۔ فرصت ملی تو انشاء اللہ ''اسوء المآل لاعداء الآل'' میں مکمل روداد لکھوں گا۔

نیرنگیٔ زمانہ: ہماری بدقسمتی سمجھیے یا نیرنگیٔ زمانہ کہ ہمارے دور میں ایسے بدبخت بھی

پیدا ہو گئے ہیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی موت کو باغیانہ موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ بد مست، شوم بخت، خبیث یزید کو (امیر المومنین) (دیوبندیوں، وہابیوں کے ستائیس مولویوں کی اس بد بخت یزید کی امامت وخلافت پر لکھی ہوئی کتاب "رشید بن رشید" پر تصدیقیں، تقریظیں ہیں، اور مودودی بھی انہی میں شامل ہے۔) وغیرہ کو حالانکہ خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسی شخص کو بیس کوڑے مروائے جس نے یزید کو "امیر المومنین" کہا۔ (دیکھئے صواعق محرقہ ص ۲۱۹، ۲۲۲) کاش آج سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ہم ان سے درخواست کرتے کہ ہمارے ملک پاکستان میں ایک نہیں لاکھوں، اور وہ بھی عام آدمی نہیں بلکہ بڑے دیندار، بلکہ دین کے اونچے ٹھیکیدار ہیں۔ ذرا براہِ کرم ان کی بھی خبر لیجئے۔ لیکن افسوس کہ وہ ہمارے دور سے پہلے دنیا سے رخصت ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل قیامت میں ہم کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے اور یہ یزید کی لنگوٹی میں۔ دیکھئے اس وقت کیا سماں بندھے گا۔ ذیل میں ہم سادات کبار وصغار کے گستاخوں کے واقعات درج کرتے ہیں۔

سادات کے اعداء

حکایت نمبر ۱: صاحب فصوص الحکم یعنی حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کعبۂ جلال سے عرصہ مدید کعبۃ اللہ میں اقامت رکھتا تھا اور شریف مکہ کے ساتھ (جو ہمیشہ قوم سادات سے ہوا کرتے ہیں) بباعث بے عدولی اور ارتکاب نواہی کے دل میں خفیہ مخالفت رکھتا تھا۔ ایک دن اپنے واردات میں کیا دیکھتا ہے کہ سیدۃ النساء جناب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بے توجہی کی حالت میں

اس سے اعراض کر کے گذر فرمایا۔ کمال عجز و نیاز سے عرض کی کہ اس بندہ سے کیا خطا صادر ہوئی۔ حضرت سیدۃ النساء نے فرمایا کہ تو میرے صاحبزادہ سے، جو شریف مکہ ہے، نزاع رکھتا ہے۔ اس نے عرض کی: یہ معاملہ میری نفسانیت کا نہیں بلکہ اس کی خطاؤں سے ہے۔ فرمایا: اگرچہ خطا کار ہے لیکن میری ذریت سے ہے۔ تجھ کو میری اولاد کی پاسداری ضروری تھی۔ پس وہ بزرگ تائب ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

(ملفوظات مہریہ ص ۱۱۲)

(ف) حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ نے اس حکایت کو نقل کرنے سے پہلے فرمایا کہ اہل بیت نبوت کے ساتھ ہرگز عداوت کا بیج نہیں بونا چاہئے کیونکہ اس گروہ پاک کی مخالفت موجب بے برکتی اور خلاف قرآن وحدیث ہے۔ ہمیں کسی کے نسب و کسب کے تجسس سے کام نہیں۔ نام کا ادب اور سلام ہے، اور کسی کو دوسرے کے اعمال مکسوبہ سے نہ پوچھا جائے گا۔

اقول: حضرت گولڑوی قدس سرہ کا یہ ارشاد کہ ہمیں کسی کے نسب الخ۔ ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو کہہ بیٹھتے ہیں کہ نا معلوم یہ لوگ سید ہیں یا نہیں۔ سچ فرمایا، ہمیں تو نام کی عزت کرنی ہے۔ عاشقا مزا بدلیل چہ نیز۔ پائے استدلانیاں چوبین بود۔

حضرت گولڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا "فلا تدخل بین اللہ و بین العباد"۔ "یعنی اللہ اور اس کے بندوں کے مابین مداخلت بے جا مت کر"۔ امر بمودۃ قرآن ظاہر، خدمت اور احسان ان کے ساتھ مردمان امت کے حق میں بہتر و احسن ہے، دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان سے۔

نتیجہ: حکایتِ مذکورہ بیان فرمانے کے بعد آخر میں حضرت گولڑوی قدس سرہ نے حضراتِ سادات اور دیگر اہلِ کرامات مشائخ وعلماء کی اولاد و متعلقین سے یوں گویا ہوئے کہ "ہم اسی طرح سادات کو بھی اپنی جگہ فخر خاندان سے بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں تاکہ محض اس امر کو ذریعہ نجات نہ جائیں۔(تلمیح باشارہ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔(پ ۲۵ سورہ الشوریٰ آیت نمبر ۲۳) اویسی غفرلہ) عدم سوال از انتساب اور روز حساب میں سوال و اعمال و اکتساب سے بخوبی تنبیہ کرتے ہیں۔(ص ۱۱۳)

(ف) ان جملوں سے حضرت گولڑوی قدس سرہ نے کیسے حکمت عملی سے کام لیا ہے کہ ایک طرف ادب کو ملحوظ رکھا، دوسری طرف نصیحت فرمالی۔ اسی طرح تمام مشائخ وعلماء کرام واہلِ اثر حضرات پیرزادوں، صاحبزادوں، سیدزادوں کو چاہئے کہ نصیحت کا دائرہ وسیع فرمالیں تو کچھ دور نہیں کہ ہمارے بزرگوں، مولویوں اور پیروں کی اولاد میں صحیح جذبہ اسلامی پیدا ہو جائے اور اس میں نہ صرف ان "صاحبزادوں" کا بھلا ہے بلکہ عالم دنیا کے معاشرہ کو چار چاند لگ جائیں گے۔

حکایت نمبر ۲: ایک شخص کو کسی پیر صاحب نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم وتربیت پر متعین فرمایا۔ وہ شخص پیرزادوں کو رات کو مٹھیاں بھرتا، مالش کرتا، کپڑے دھوتا اور ہر طرح کی خدمت کرتا۔ لیکن جب پڑھائی کا وقت ہوتا تو ڈنڈا لیکر ان کے اوپر کھڑا ہو جاتا۔ جب ان صاحبزادوں کی تعلیم میں کوتاہی دیکھتا تو سر پر ڈنڈا دے مارتا۔ لوگ کہتے تو عجیب آدمی ہے کہ ادھر تو ساری رات اور دن کو ان کا خادم بنا رہتا ہے اور ادھر ان کو ڈنڈوں سے نوازتا ہے۔ اس نے کہا: میں نمک حلال خادم ہوں، اگر ایسا نہ کروں تو یہ

صاحبزادے تعلیم سے محروم ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس شخص کے خلوص کی برکت سے چند روز بعد وہ پیرزادے علامہ روزگار بنے۔

(ف) ہمارے وقت کے علماء اور مشائخ دور کی نزاکت کے پیشِ نظر پیرزادوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ فرماتے تو کتنا سہانا دور بن سکتا ہے۔

دو سیدزادوں کا واقعہ:

حکایت مروی ہے کہ افسردہ چہرے، بکھرے ہوئے بال، بوسیدہ پیراہن میں نور کی "دو مورتیں" ایک مسلمان رئیس کے دروازے پر کھڑی تھیں۔

گردشِ ایام کے ہاتھوں ستائے ہوئے یہ دو کم سن بچے تھے۔ غیرت حیا سے آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، اظہار مدعا کے لئے زبان نہیں کھل رہی تھی۔ بڑی مشکل سے بڑے بھائی نے یہ الفاظ ادا کئے۔

"کربلا کے مقتل سے خاندانِ رسالت کا جو لٹا ہوا قافلہ مدینہ کو واپس ہوا تھا، ہم دونوں بھائی اسی قافلے کی نسل سے ہیں۔ وقت کی بات ہے بچپن سے ہی ہم دونوں یتیم ہو گئے۔ قسمت نے دَر دَر کی ٹھوکر کھلائی۔ کئی دن ہوئے کہ ایک قافلے کے ساتھ بھٹک کر ہم اس شہر میں آگئے، نہ کہیں سر چھپانے کی جگہ ہے نہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ، تین دن کے فاقوں نے جگر کا خون تک جلا ڈالا ہے۔ خاندانی غیرت کسی کے آگے زبان نہیں کھولنے دیتی۔ اب تکلیف ضبط سے باہر ہو گئی ہے۔

جس ہاشمی کا خون ہماری رگوں میں موجزن ہے ان کے تعلق سے ہمارے حالِ زار پر تمہیں رحم آجائے تو ہمیں کچھ سہارا دے دو۔ آج تمہارے لئے سوائے پر

خلوص دعاؤں کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے لیکن قیامت کے دن ہم نانا جان سے تمہاری غم گسار ہمدردیوں کا پورا پورا صلہ دلوائیں گے۔

رئیس نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا، بس کرو۔ تمہارا مدعا میں نے سمجھ لیا لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم سید زادے ہو، لاؤ کوئی سند پیش کرو۔ آلِ رسول کا لبادہ اوڑھ کر بھیک مانگنے کا یہ ڈھونگ بہت فرسودہ ہو چکا ہے۔ تم کوئی دوسرا گھر دیکھو، یہاں تمہیں کوئی سہارا نہیں مل سکتا۔ رئیس کے جواب سے یتیموں کا چہرہ اتر گیا۔ آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ یوں ہی غریب الوطنی، یتیمی، بے کسی اور کئی دن کی فاقہ کشی نے انہیں بہت نڈھال کر دیا تھا۔ اب لفظوں کی چوٹ سے دل کا نرم و نازک آبگینہ بھی ٹوٹ گیا۔ یاس کے عالم میں دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی آنکھ کا آنسو اپنی آستین میں جذب کرتے ہوئے کہا۔ ''پیارے مت روؤ، گھائل ہوا مسکرانا اور فاقہ کر کے شکر کرنا ہمارے گھر کی پرانی ریت ہے''۔

دھوپ کا موسم تھا۔ قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ آدمی سے لے کر چرند و پرند تک سبھی اپنی اپنی پناہ گاہوں میں جا چھپے تھے۔ لیکن چمنستان فاطمی کے یہ دو کملائے ہوئے پھول کھلے آسمان کے نیچے بے یار و مددگار کھڑے تھے۔ ان کے لئے کہیں کوئی جگہ نہیں تھی۔ دھوپ کی شدت سے جب بے تاب ہو گئے تو سامنے ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔

یہ ایک مجوسی کا گھر تھا۔ عمارت کے رخ سے شان ریاست ٹپک رہی تھی۔ تھوڑی دیر دم لینے کے بعد چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا:

''بھائی جان! جس کی دیوار کے سائے میں ہم لوگ بیٹھے ہیں، معلوم نہیں یہ

کس کا گھر ہے۔ اس نے بھی کہیں آ کے اٹھا دیا تو اب پاؤں میں چلنے کی سکت نہیں ہے۔ زمین کی تپش سے تلوؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ کھڑا ہونا مشکل ہے، آنکھوں تلے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ یہاں سے کیسے اٹھیں گے؟''

بڑے بھائی نے کہا: ''ہم اس کی دیوار کا کیا نقصان کر رہے ہیں، صرف سائے میں بیٹھے ہیں۔ ویسے ہر شخص کا دل پتھر نہیں ہوتا۔ پیارے ہو سکتا ہے اسے ہماری حالت زار پر رحم آ جائے اور وہ ہمیں اپنے سائے سے نہ اٹھائے۔ اور اگر اٹھا بھی دیا تو دلوں کی آبادی تنگ نہیں ہے، انگاروں پر چلنے والے تپتی ہوئی زمین سے نہیں ڈرتے۔ فکر مت کرو، میں تمہیں اپنی پیٹھ پر لاد لوں گا۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد چھوٹے بھائی نے نہایت معصومانہ انداز میں ایک سوال پوچھا۔ بھائی جان آپ کو یاد ہو گا۔ اس دن جب کہ ہم لوگ جنگل میں راستہ بھول گئے تھے۔ ہر طرف آندھیوں کا طوفان اٹھا ہوا تھا اور آسمان سے موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ شام تک طوفان نہیں تھما، رات ہو گئی اور ہم لوگوں کو ساری رات اسی کھوہ میں بسر کرنا پڑی تھی۔ آدھی رات کو جب ایک شیر چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا تو گھوڑے پر سوار جو ایک نقاب پوش بزرگ بجلی کی طرح نمودار ہوئے اور چند ہی لمحوں کے بعد غائب ہو گئے۔ وہ کون تھے؟ آج تک یہ راز آپ نے نہیں بتایا؟

بڑے بھائی نے سوالیہ لہجہ میں کہا۔ شیر کی خوفناک آواز سن کر تمہارے منہ سے چیخ نکلی تھی اور تم نے دہشت زدہ ہو کر کسی کو پکارا تھا؟ یاد کرو، بس وہی تھے۔ ہمارے دل کی دھڑکنوں سے بہت قریب رہتے ہیں، وہ! ہماری ذرا سی تکلیف ان سے دیکھی نہیں جاتی، انہیں کا خون ہماری رگوں میں بہتا ہے۔ ابا جان کہا کرتے تھے کہ پہلی بار جب وہ

پیکر خاکی میں یہاں آئے تھے تو ان کے چہرے سے نور کی اتنی تیز کرن پھوٹتی تھی کہ نگاہ اٹھانا مشکل تھا۔ اب تو خاکی پیراہن بھی نہیں ہے کہ حجاب کے اوٹ سے کوئی انہیں دیکھ لے۔ اس لئے اب چہرے پر خود ہی نقاب ڈال کر آتے ہیں تاکہ کائنات ہستی کا نظام زندگی درہم برہم نہ ہو جائے۔ ابا جان یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دیکھنے والوں نے ہمیشہ انہیں نقاب ہی میں دیکھا ہے۔ بشریت کی یہ ساری بخشیں نقاب ہی سے متعلق ہیں۔ حقیقت کا چہرہ الفاظ و بیان کی دسترس سے ہمیشہ باہر رہا ہے۔

چشمۂ کوثر کی معصوم لہروں کی طرح سلسلۂ بیان جاری تھا اور گھر کا بھیدی گھر کا راز واشگاف کر رہا تھا کہ اتنے میں پس دیوار آواز سن کر مجوسی گھر سے باہر نکلا۔ اس کی نیند میں خلل پڑ گیا تھا، وہ غصے میں شرابور تھا لیکن جوں ہی گلشنِ نور کے ان حسین پھولوں پر نظر پڑی، اس کا سارا غصہ کافور ہو گیا، نہایت نرمی سے دریافت کیا۔

تم لوگ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ بعینہ یہی سوال اس رئیس نے بھی کیا تھا اور جواب سننے کے بعد اپنے دروازے سے اٹھا دیا تھا۔

سوال کا انجام سوچ کر چھوٹے بھائی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بڑے بھائی نے ایک مایوس غم زدہ کیطرح جواب دیا۔

ہم لوگ آلِ رسول ہیں۔ یتیم بھی ہیں اور غریب الوطن بھی۔ تین دن کے فاقے سے نیم جان ہیں۔ تکلیف کی شدت برداشت نہ ہو سکی تو آج جگر کی آگ بجھانے نکلے ہیں۔ وہ سامنے والے رئیس کے گھر پر گئے تھے، اس نے ہمیں اپنے دروازے سے اٹھا دیا۔ دھوپ بہت تیز ہے، زمین تپ گئی ہے، ننگے پاؤں چلتے چلتے پاؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے تمہاری دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے ہیں، شام ہوتے ہی

یہاں سے اٹھ جائیں گے۔

مجوسی نے کہا" سامنے والا رئیس تو اس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے جس کی تم اولاد ہو۔

اس نے اس رشتے کا خیال بھی نہیں کیا"؟

بڑے بھائی نے جواب دیا۔

وہ یہ کہتا ہے کہ تم آل رسول ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔ ہم نے ہزار اس سے کہا کہ غریب الوطنی میں کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔ تم اس کا ثبوت قیامت کے دن پر اٹھا رکھو، جب کہ نانا جان بھی وہاں موجود ہوں گے۔

قیامت کا تذکرہ سن کر مجوسی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے حیرت انگیز لہجے میں کہا۔

تمہاری پیشانیوں میں عالم قدس کا جو نور جھلک رہا ہے اُس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیئے تھا اسے؟ بہرحال میں تمہارے نانا جان کا کلمہ گو تو نہیں ہوں لیکن ان کی پاکیزہ اور باعظمت زندگی سے دل ہمیشہ متاثر رہا ہے۔ ان کی نسبت سے تم نونہالوں کے لئے اپنے اندر ایک عجیب کشش محسوس کر رہا ہوں۔

اب تم ایک معزز مہمان کی طرح میرے گھر کو اپنے قدموں کا اعزاز مرحمت کرو اور جب تک کوئی اطمینان بخش صورت نہ پیدا ہو جائے اس گھر سے کہیں جانے کا قصد نہ کرو؟

اس کے بعد وہ مجوسی رئیس دونوں بچوں کو اپنے ہمراہ گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے ماجرا بیان کیا اور کہا بیگم دیکھو۔ نازوں کے پلے ہوئے محمد عربی کے یہ دونوں شہزادے ہیں، مسافر اور بے وطن ہیں، ان کی ناز برداری اور خاطر و مدارت میں کوئی کسر

نہ اٹھا رکھنا۔

مجوسی کی بیوی ایک رقیق القلب عورت تھی، ذرا سی دیر میں اس کی مامتا جاگ اٹھی۔ جذبۂ بے اختیار میں دونوں بھائیوں کو اپنے قریب بٹھا لیا، سر پر ہاتھ پھیرا، نہلایا، کپڑے بدلوائے، بالوں میں تیل لگایا، آنکھوں میں سرمہ لگایا، اور بنا سنوار کر شوہر کے سامنے لائی۔ فاطمی شہزادوں کی بلائیں لیتے ہوئے اس کے یہ رقت انگیز الفاظ ہمیشہ کے لئے گیتی کے سینے میں جذب ہو گئے۔

ذرا دیکھئے! یہ کالی گھٹاؤں کی طرح کاکل، یہ چاند کی طرح درخشاں پیشانی، نور کی موجوں میں نکھرا ہوا چہرہ، یہ پروئے ہوئے موتیوں کی طرح دانتوں کی قطار، یہ پھولوں کی پنکھڑی کی طرح پتلے پتلے ہونٹ، یہ گل ریز تبسم، یہ گہر بار تکلم، یہ رحمتوں کا سویرا، یہ سرمگیں آنکھیں، یہ معصوم اداؤں کا سرچشمہ سیال، سچ بتایئے کیا یتیموں کی یہی سج دھج ہوتی ہے؟ خبردار آج سے میرے ان جگر پاروں کو جو یتیم کہے گا، میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔ ان کے گھر کا بخشا ہوا ایک چراغ پہلے ہی سے گھر میں تھا، دو چراغ اور آ گئے، جن کے گھر میں تین چراغوں کا نور برستا ہو وہ خاکیوں کا گھر نہیں ہے۔ وہ ستاروں کی انجمن ہے۔

پیار کی ٹھنڈی چھاؤں میں پہنچ کر کملائے ہوئے پھول پھر سے تازہ ہو گئے، دونوں بھائی سارا غم بھول گئے، اب جسم کا بال بال اور خون کا قطرہ قطرہ ان غمگسار شفیقوں کے لئے دعا کی زبان بن چکا ہے۔

آج مسلمان رئیس کی قسمت کا آفتاب گہن میں آ گیا تھا۔ وہ بھی جلد تھوڑی ہی دیر کے بعد گھبرا کے اٹھ بیٹھا اور سر پیٹنے لگا، گھر میں ایک کہرام مچ گیا، سب لوگ اردگرد

جمع ہو گئے۔

رئیس کی بیوی اس کی حالت دیکھ کر بدحواس ہوگئی، گھبراہٹ میں پوچھا: کیا کہیں تکلیف ہے؟ معالج کو بتائیں، جلد بتایئے؟

کچھ جواب دینے کے بجائے وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔

''ارے لٹ گیا، تباہ ہو گیا، میری مٹی برباد ہوگئی، کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔ قیامت کی گھڑی آ گئی۔ ہر طرف اندھیرا ہے، ہائے میں لٹ گیا...... ہائے میں لٹ گیا''۔

یہ کہتے کہتے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو بیوی نے روتے ہوئے کہا'' جلد بتایئے، کیا قصہ ہے۔ میرا دل ڈوبا جا رہا ہے''۔ رئیس نے بڑی مشکل سے رکتے رکتے جواب دیا۔

''ہائے میں لٹ گیا، اپنی تباہی کا قصہ کیا بتاؤں تم سے! آج کا واقعہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ کتنی بے دردی کے ساتھ میں ان معصوم سیدزادوں کو اپنے دروازے سے دھتکارا تھا۔ ہائے افسوس! اس وقت میری عقل کو کیا ہوگا تھا۔

ابھی آنکھ لگتے ہی اس واقعہ سے متعلق میں نے ایک بھیانک اور ہولناک خواب دیکھا ہے کہ

''میں ایک نہایت حسین اور شاداب چمن میں چہل قدمی کر رہا ہوں، اتنے میں ایک ہجوم دوڑتا ہوا میرے قریب سے گذرا۔ میں نے لپک کر دریافت کیا۔ آپ لوگ اتنی تیزی کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں''؟

ان میں سے ایک شخص نے بتایا...... کہ'' باغ فردوس کا دروازہ کھول دیا گیا

ہے اور ایک اعلان کے ذریعہ امت محمدی کو داخلے کی عام اجازت دے دی گئی ہے"۔

یہ سن کر میں خوشی سے ناچنے لگا اور ہجوم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ باغ فردوس کا دروازہ کھلا ہوا تھا، ایک ایک کر کے لوگ داخل ہو رہے تھے۔

میں بھی آگے بڑھا اور جوں ہی دروازے کے قریب پہنچا، جنت کے پاسبان نے مجھے روک دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے کیوں روکا جا رہا ہے، آخر میں بھی تو سرکار کا امتی ہوں۔

اس نے حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا...... "تم امتی ہو تو اپنے امتی ہونے کا ثبوت دو، سند پیش کرو، اس کے بعد ہی تمہیں جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی۔ بغیر ثبوت لئے اگر نبی زادوں کو تم اپنے گھر میں پناہ نہیں دے سکتے تو تمہیں بغیر ثبوت کے جنت میں داخلے کی اجازت کیونکر مل سکتی ہے"۔

"اب تم سے بات رحم و کرم کی نہیں ہوگی، ضابطے کی ہوگی، انجام سے مت گھبراؤ، اس سلسلے کا آغاز تمہیں نے کیا ہے۔

"جاؤ محشر کی تپتی ہوئی زمین پر چہل قدمی کرو، یہاں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، جب سے یہ ہولناک خواب دیکھا ہے، انگاروں پر لوٹ رہا ہوں، میرے تئیں یہ خواب نہیں ہے، واقعہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فردائے قیامت میں یہ واقعہ میرے ساتھ پیش آ کر رہے گا۔ ہائے! میں ہمیشہ کے لئے سرمدی نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ قہر الٰہی کی زد سے جو مجھے بچا سکتا تھا اسی کو میں نے آزردہ کر لیا ہے، اب کون میری چارہ سازی کرے گا۔

بیوی نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا:

"آپ اپنی جان ہلکان مت کیجئے، خدا بڑا غفور الرحیم ہے، اس کے دربار میں روئیے، تڑپئے، فریاد کیجئے، توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، وہ آپ کی خطا ضرور معاف کردے گا، آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، خدا کی رحمتوں سے مایوس ہونا مسلمانوں کا نہیں کافروں کا شیوہ ہے"۔

رئیس نے کراہتے ہوئے جواب دیا........" تمہاری عقل کہاں مر گئی ہے؟ ہوش کی بات کرو، خدا کا حبیب جب تک آزردہ ہے، ہم لاکھ فریاد کریں، رحمت وکرم کا کوئی دروازہ ہم پر نہیں کھل سکتا"۔

خدا کی رحمت اپنے محبوب کا ہمیشہ تیور دیکھتی ہے۔ محبوب کی نظر سے گرنے والا کبھی نہیں اٹھ سکا ہے۔ صد حیف! جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ سکتا ہے آج اسی کے گھر کا آبگینہ میں نے توڑ دیا۔ وہ نہ بھی اپنی زبان سے کچھ کہے جب بھی مشیت الٰہی بہر حال اس کی طرفدار ہے، وہ مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گی"۔

بیوی کی آواز مدہم پڑ گئی اور اس نے دبے دبے لہجے میں کہا" تو پہلے خدا کے حبیب ہی کو راضی کر لیا جائے۔ ابھی شہزادے شہر سے باہر نہیں گئے ہوں گے، صبح تڑکے انہیں تلاش کریں اور جس طرح بھی ہو، منت سماجت سے منا کر انہیں گھر لائیں، وہ اگر راضی ہو گئے اور انہوں نے آپ کو معاف کر دیا تو خدا کا حبیب بھی راضی ہو جائے گا، اس کے بعد آسانی سے رحمت یزدانی کی توجہ حاصل کی جا سکے گی۔

بیوی کی یہ بات سن کر رئیس کا چہرہ کھل گیا، جیسے نگاہوں کے سامنے امید کی کوئی شمع جل گئی ہو۔ اتنی دیر کے بعد اسے نجات کا ایک موہوم سا راہ نظر آیا۔

آج صبح سے مجوسی کے گھر پر مردوں اور عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی،

جذبہ شوق کے عالم وہ بے تحاشا گھر کی دولت لٹا رہا تھا۔

سارے شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی تھی کہ خاندان رسالت کے دو شہزادے اس گھر کے مہمان ہیں۔

مسلمان رئیس اپنی بیوی کے ہمراہ ان کی تلاش میں جوں ہی گھر سے باہر نکلا، مجوسی کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خاندان رسالت کے دونو نہال کل سے یہاں مقیم ہیں، پروانوں کا یہ ہجوم انہیں کے اعزاز میں اکٹھا ہوا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی رئیس کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے دل ہی دل میں طے کرلیا کہ مجوسی کو بچوں کے معاوضے میں چاہے زندگی بھر کی کمائی دینی پڑے قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ بگڑی ہوئی تقدیر سنور گئی تو دولت کمانے کے لئے ساری عمر پڑی ہے۔ نہایت تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے رئیس اور اس کی بیوی دونوں مجوسی کے گھر پہونچے۔ دیکھا تو دونوں شہزادے دولہے کی طرح بن سنور کر بیٹھے ہیں اور مجوسی ان کے سروں سے اشرفیاں اتار کر مجمع کو لٹا رہا ہے۔ رئیس نے آگے بڑھ کر مجوسی سے کہا۔

''مجھے آپ سے ایک نہایت ضروری کام ہے، ایک لمحے کے لئے توجہ فرمائیں''۔

مجوسی رئیس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فرمایئے میرے لئے کیا خدمت ہے؟ رئیس نے اپنی نگاہیں نیچے کرتے ہوئے کہا۔

''یہ دس ہزار اشرفیوں کا توڑا ہے، اسے قبول فرمایئے اور دونوں شہزادے میرے حوالے کر دیجئے۔ مجھے حق بھی پہنچتا ہے کہ سب سے پہلے یہ میرے ہی غریب

خانے پر تشریف لائے تھے"۔

مجوسی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

جنت الفردوس کی جو عالی شان عمارت رات آپ نے دیکھی ہے اور جس میں داخل ہونے سے آپ کو روک دیا گیا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ دس ہزار اشرفیوں میں اسے فروخت کر دوں اور زندگی میں پہلی بار رحمت یزدانی کا جو دروازہ کھلا ہے اپنے اوپر مقفل کر لوں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جس خواجہ کونین کو آزردہ کر کے آپ نے اپنے اوپر جنت حرام کر لی ہے، رات ان کے جلوہ بار تبسم سے ہمارے دلوں کی کائنات روشن ہو چکی ہے۔

اے خوشا نصیب! کہ اب ہمارے گھر میں کفر کی شب دیجور نہیں ہے، ایمان و اسلام کا سویرا ہو چکا ہے۔ یاد کیجئے خواب کی وہ بات جب آپ جنت کے پاسبان سے کہہ رہے تھے کہ...... آخر میں بھی سرکار کا امتی ہوں، مجھے کیوں روکا جا رہا ہے تو میں اس وقت اپنے چھوٹے سے کنبے کے ساتھ جنت کے صدر دروازہ سے گذر رہا تھا۔

مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئی کہ میں بھی سرکار کا امتی ہوں، سرکار کا امتی کروڑوں کی بھیڑ میں پہچان لیا گیا، وہاں زبان کی بات نہیں چلتی، دل کا آئینہ پڑھا جاتا ہے، میرے بھائی۔

ہمارے حال پر سرکار کی رحمت ونوازش کا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز منظر دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی اہلیہ کو اندر بھجوا دیجئے۔

حضرت سیدہ کی کنیز، شکرانے کی نماز ادا کر رہی ہے۔ غالباً وہ ابھی سجدے میں ہوگی، سر اٹھانے کے بعد فوراً اس کی دمکتی ہوئی پیشانی کا نظارا کر لیں، عالم خواب میں

جس حصے پر آں جناب نے اپنا دستِ شفقت رکھ دیا تھا، وہاں اب تک کرن پھوٹ رہی ہے، اور درودیوار سے نور برس رہا ہے۔

جن شہزادوں کے دم قدم سے ہمارے نصیب چمکے، دلوں کی انجمن روشن ہوئی، جیتے جی سرمدی امان کا پروانہ ملا، اور ایک رات میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے، آپ انہیں دس ہزار اشرفیوں میں خریدنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ صبح سے اب تک میں دس ہزار اشرفیاں صرف ان پر نثار کر چکا ہوں۔

اب وہ میرے مہمان نہیں ہیں، گھر کے مالک ہیں۔ ہم خود ان کے حوالے ہیں، انہیں کیا حوالے کر سکتے ہیں۔

بھائی جان آپ کا یہ سارا جوش عقیدت رات کے خواب کا نتیجہ ہے۔ خواب سے پہلے آنکھ کھل گئی ہوتی تو بات بن سکتی تھی، اب اس کا وقت گذر چکا ہے، البتہ ماتم کا وقت باقی ہے اور وہ کبھی نہیں گذرے گا۔

اور روتے روتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ بڑے بھائی کی نظر جونہی اس کی طرف اٹھی، دل جذبہ رحم سے بھر آیا، بھرائی ہوئی آواز میں کہا.......

"بڑے سے بڑے غم کا بار سہہ لیا ہے لیکن بھیگی ہوئی پلکوں کا بوجھ ہم سے کبھی نہیں اٹھ سکتا۔ تم نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہارا شیوہ تھا، لیکن ہم تمہارے ساتھ اپنے گھر کی ریت برتیں گے۔ جاؤ تمہیں ہم نے معاف کر دیا، نانا جان بھی معاف کر دیں گے۔ مایوسی کا غم نہ اٹھاؤ، جنت میں تم بھی ہمارے ساتھ ہو گے"۔

گھر لوٹتے وقت رئیس کا دل خوشی سے لبریز تھا۔ (ماخوذ)

سیدزادے کی بے ادبی سے زیارتِ سے محرومی:

مولوی قلندر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر روز زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی۔ ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ "سید" تھا، طمانچہ مارا، اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا گیا، تو انہوں نے ایک زن ولیہ مجذوبہ کے حوالہ کیا۔ سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "شُفُ ھٰـذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پس مولانا نے بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی۔ اس سے پہلے اس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (شمائم امدادیہ)

فائدہ: سادات کی بے ادبی سے براہ راست ناراضگی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بیبیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست رابطہ رکھتی ہیں کہ بلا تاخیر زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرما سکتی ہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ بعض مجذوب خالی از ولایت نہیں، وہ مرد ہوں یا عورتیں۔

شاتم علی کا حشر:

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق مقامِ حساب پر جمع ہے، میں پل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ اچانک میری نظر حضور علیہ السلام پر پڑی جو حوض کوثر کے کنارے جلوہ فگن ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس گیا اور پانی کے لئے عرض کی، لیکن انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ!

انہیں فرمایئے، مجھے پانی پلائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تجھے پانی نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کی، کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو علی کی بدگوئی کرتا ہے اور تو اسے منع نہیں کرتا۔

میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے نہ مار دے اس لئے مجھے اس کو منع کرنے کی طاقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم نے مجھے ایک چھرا دیا اور فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا اور واپس حضور کی خدمت میں چلا آیا، اور عرض کی: حضور! میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن! اسے پانی دو۔ حضرت حسن نے مجھے پانی دیا، میں نے پیالہ پکڑا لیکن مجھے پتہ نہیں کہ میں نے پانی پیا یا نہیں۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خوف کی حالت میں وضو کیا اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک صبح ہو گئی۔ لوگوں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا کہ فلاں شخص کو آج رات سوتے ہی قتل کر دیا گیا ہے اور حاکم وقت کے اہل کار آ کر بے گناہ ہمسائیوں کو پکڑ لے گئے ہیں۔ میں نے دل میں کہا: سبحان اللہ! یہ خواب تو میں نے دیکھا ہے جو خدا تعالیٰ نے سچا کر دیا ہے۔ پھر میں اٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور کہا یہ کام تو میں نے کیا ہے اور یہ لوگ بالکل بے گناہ ہیں۔ حاکم نے کہا: ظالم یہ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، یہ خواب میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دیا ہے، میرا ابھی کیا گناہ ہے۔ پھر میں نے وہ خواب حاکم کو سنایا۔ جس نے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اٹھ اور چلا جا۔ تو اور یہ سب لوگ بے گناہ ہیں۔

گستاخ اولیا وعلماء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

علیٰ رسولہ الکریم: امابعد

اولیاء، فقہا، صوفیاء، محدثین، مفسرین اور علماء کریمین کے دشمنوں کا انجام جس کی تشریح آئندہ اوراق میں دیکھی جائے گی، ہمارے اسلاف نے اس موضوع پر مستقل تصانیف لکھیں۔ قطب ربانی، عالم یزدانی، سیدنا ابوالمواہب امام شعرانی قدس سرہ نے ''الاجوبۃ المرضیۃ عن آئمۃ الفقہا و الصوفیہ'' تحریر فرمائی۔ اگر چہ مختلف مقامات پر اپنی دوسری تصانیف میں اسی قسم کے بیانات لکھے۔ مثلاً ''البحر المورود'' میں لکھتے ہیں۔

اخذ علینا المعھود ان بخیب عن آئمۃ الاسلام من العلماء والصوفیہ جھدنا والانصفی قط القول من طعن فیھم لعلمنا انہ ما طعن فیھم الا و ھو عن معرفۃ مدارکھم''۔

''ہم نے وعدہ لیا ہے کہ ہم آئمہ اسلام اور علماء و مشائخ کی طرف سے اعتراضات کے جوابات دیں اور طعن و تشنیع کیطرف توجہ نہ دیں، کیونکہ ہم ان کی حقیقت کی کہنہ سے بے خبر ہیں''۔

معترضین کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اولیاء وعلماء کی شان گھٹ جائے اور یہ شان وشوکت جو مسلمانوں کے دلوں میں دور ہو جائے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ

گیتی اگر سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

گذشتہ صدیوں میں بھی بعض لوگوں نے بزرگوں پر حرف گیری کی لیکن

معترض اور معترض علیہ کے مراتب کو دیکھا جائے تو زمین وآسمان کا فرق ہے دیکھئے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا۔ کیا وہ امام اعظم صاحب کی شان کے خلاف تھے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"الناس كلهم فى الفقه عيال علىٰ ابى حنيفة"۔

کہاں ابن جوزی اور کہاں معروف کرخی، جنید، شبلی، بایزید بسطامی،

"ان الشريعة جاء ت علىٰ ثلثمائة و ستين طريقه"۔

شریعت تین سو ساٹھ طریقوں پر ہے۔

جب حدیث شریف کے مطابق شریعت کی تین سو ساٹھ راہیں ہیں تو پھر کسی ولی کامل کے طریقہ پر اعتراض کیسا ہوسکتا ہے کہ جس راہ پر وہ ولی کامل چل رہے ہیں وہ ہمیں خلاف نظر آرہا ہے اور درحقیقت وہ بھی راہِ حق پر ہو۔

(سوال) پھر ہمیں صرف ایک راہ پر چلنے کا کیوں مکلف بنایا گیا ہے؟

(جواب) چونکہ عوام وخواص کے طریقوں میں امتیاز ہوتا ہے۔ ہم بات کر رہے ہیں خواص کی۔ باقی عوام کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ ایک راہ پر چلیں تا کہ فتنہ و فساد نہ ہو، کیونکہ عوام کو کیا معلوم کہ یہ راہ حق ہے یا غلط۔ اسی لئے تقلید شخصی شریعت میں واجب ہوئی تا کہ عوام غلط راہ چل کر بھٹک نہ جائیں۔

سیدنا علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"ويقوم الدين الا بالاتفاق عليه لا بالاختلاف فيه"۔

''دین تب قائم ہے جب اسمیں اختلاف نہ ہو''۔

ہمیں چاہئے کہ ہم کسی بھی عالم، فقیہہ، صوفی وغیرہم پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ کوئی اعتراض کرے تو حتی الامکان جواب دینے کی کوشش کریں ورنہ خاموش ہوکر ان کی امداد ان کے سپرد کریں۔

دشمنان اولیاء کرام کا انجام:

حکایت: کسی نے سیدنا امام محی الدین ابن العربی پر اعتراضات کیے اور یہاں تک غصہ میں آیا کہ رات کو ان کی مزار شریف جلانے کے لئے آگ لایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی مزار شریف کو محفوظ فرمایا اور اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا۔ لوگوں نے گہرے گڑھے کھودے اور اس کی تلاش کی لیکن وہ نہ مل سکا۔

(کذافی شواہد الحق للنبہانی ص ۴۲۱)

سہیل بن عبداللہ تستری رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''تلبیس ابلیس'' میں ان حضرات کے حق میں لکھ مارا۔

''ولعمری لقد لموی هؤلاءِ بساط الشريعة طيا فيا يستهم لم يتصو فوا''۔ (شواہد الحق للنبہانی ص ۴۱۹)

بخدا یہ لوگ شریعت سے کوسوں دور ہیں۔ اپنی اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

''ولقد تعدى هؤلاء طور الجنون بطبقات''۔

انہوں نے جنون کے مختلف طریقے اختیار کئے۔

بلکہ اسی کتاب میں سیدنا بایزید بسطامی، سہیل بن عبداللہ تستری اور شبلی وغزالی

اور دوسرے بزرگوں کو کافر لکھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

(سوال)۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے پایہ کے بزرگ تھے وہ کیسے ان حضرات کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

(جوابات)۔ علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ شواہد حق ص ۴۱۹ میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ تو اپنی تصانیف میں مذکورہ بالا حضرات کے بڑے بڑے مناقب اور ان کی کرامات لکھتے ہیں، لیکن "تلبیس ابلیس" میں ان کی تکفیر اور مذمت کی ہے۔ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، یا تو علامہ صاحب کا ابتدائی دور ہوگا کہ ابتدائی دور میں انسان غلطی کا شکار ہوسکتا ہے، یا تو ان پر الزام تراشی ہے اور کسی نے ان کی کتاب میں ایسی غلط عبارات درج کر دی ہیں۔

خلاصۂ کلام: یہ کہ دورِ سابق میں بزرگوں کی کسی نے مذمت نہیں کی بلکہ بڑے بڑے مناقب اور ان کرامات بیان کرتے چلے آئے ہیں، بلکہ اگر ان پر کسی نے اعتراض کئے ہیں تو ان کے شاندار جوابات دیئے ہیں۔

۲۔ طبرانی شریف میں مرفوعاً حدیث ہے کہ

ولی اللہ کا دشمن:

مولانا شاہ احمد نورانی کے استاد حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کرنال خدمت تدریس کے لئے گیا۔ یہاں پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مولانا محمد رمضان صاحب "باشندہ" کرنال تازہ بتازہ دیو بند سے فارغ التحصیل ہو

کرآئے تھے۔ایک روز بعداز مغرب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔جامع مسجد کے حوض کی پٹڑی پر بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی،اثنائے گفتگو میں سلطان المشائخ حضور محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کا ذکر پاک آگیا۔سنتے ہی بڑی جرات اور بیباکی کے ساتھ کہا۔ وہاں کیا رکھا ہے،مٹی کا ڈھیر ہے۔مجھے اس گستاخانہ کلمے سے بے انتہا تکلیف پہنچی اور دل مسوس کر رہ گیا،گفتگو ختم ہوگئی۔قدرت الٰہی دیکھئے،یہاں سے جانے کے بعد گھر پہنچا،پیٹ میں ایسا درد اٹھا،تڑپتے تڑپتے صبح نمودار ہوگئی اور کسی تدبیر سے درد موقوف نہ ہوا۔صبح کو ماسٹر محمد صدیق صاحب ایم اے تشریف لائے۔وہ معمولاً دوسرے تیسرے دن آیا کرتے تھےاوران تازہ ولایت سےان کی رشتہ داری بھی تھی۔

انہوں نے بیان فرمایا کہ شب گذشتہ سے مولوی محمد رمضان صاحب کے درد اٹھا ہے،ان کی چیخ و پکار سے گھر گھر میں رتجگا رہا۔متعدد ڈاکٹروں کی دوائیں استعمال کرائی گئیں مگراب تک کارگر نہ ہوئی۔میں نے کہا:ماسٹر صاحب ان دواؤں سے کامیابی نہ ہو گی،اس کی دوا کچھ اور ہے۔وہ یہاں پر بعد مغرب یہ گستاخانہ کلمات کہہ گئے تھے،اس کی سزا میں گرفتار ہیں۔ان سے کہیے کہ توبہ کریں،یہی دوا ہے،اس سے درد دور ہوسکتا ہے۔

ماسٹر صاحب تشریف لے گئےاور خلاف معمول پھر شام کوآ کر بیان کیا کہ وہ کسی صورت توبہ پر راضی نہیں ہوتا،اور گھر بھر پریشان ہے۔پھر دوسرے دن صبح تشریف لائے اور بیان فرمایا۔رات کے آخری حصے میں ان کی منت سماجت پر توبہ کی اور درد موقوف ہوا۔

ف: بس تجربہ کردیم و دریں دیر مکافات

با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

(بشیر القاری شرح بخاری جلد اول

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن:

آپ کے ایک مخالف نے آپ کی مخالفت میں ایک رسالہ لکھا اور وہ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لے آیا۔ امام صاحب نے دیکھ کر اسے دور پھینک مارا۔ وہ شخص شرمسار ہو کر واپس لوٹا تو سیڑھی سے گرا اور پسلی ٹوٹ گئی۔ پھر یہ ہوا کہ (زرر کہ) ٹیڑھی ہو گئی، جب پیشاب پاخانہ کرتا تو اس کے اپنے جسم پر پڑتا۔

(شواہد ص ۴۲۳)

امام غزالی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے مخالف کو نبوی کوڑے:

بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فخر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ کی امت میں بھی میرے غزالی جیسا کوئی ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ بعض علمائے مغرب نے اس کا انکار کیا اور تعصب سے ان کی کتاب ''احیاء العلوم'' کو جلا دیا۔ خواب میں اسی مغربی عالم نے حضور علیہ السلام کو دیکھا لیکن حضور علیہ السلام نے اس سے رخ پھیر لیا اور فرمایا، اس کمینہ کے کپڑے اتار دو اور لگاؤ اسے چابک۔ چنانچہ اسے چابک لگوائے گئے اور جب اٹھا تو وہ نشان موجود تھے اور مرتے دم تک اس کی جان پر وہ نشان باقی رہے۔ البتہ مرنے سے پہلے اس نے نہ صرف امام غزالی پر اعتراض کرنے سے توبہ کر لی بلکہ کتاب ''احیاء العلوم'' سونے کے پانی سے لکھنے کا حکم فرمایا۔ (شواہد الحق ص ۴۲۰)

امام غزالی کا ایک اور یاوہی مخالف:

حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ امام قطب زمان

ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فخر فرما رہے ہیں اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے؟ بعض لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے خواب میں انہیں کوڑے مروائے۔ وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا۔ (نبراس ص ۳۸۸)

ولی کا دشمن:

حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی لاہوری المعروف حضرت ایشاں کا روضہ تعمیر ہو رہا تھا تو خانِ دوران صوبہ لاہور نے، جو خشک ملا تھا اور مشائخ عظام کے ساتھ اس کی کمال عداوت تھی، برسر پرخاش ہوا اور مجاور کو بلا کر کہا کہ خاندان نقشبندیہ میں کسی کا روضہ آج تک نہیں بنا، بلکہ شاہ نقشبندی رحمہ اللہ کا روضہ بھی نہیں ہے۔ اس کو گرا دیا جائے۔ مجاور نے جواب دیا کہ مجھ کو گرانے کا کوئی اختیار نہیں ہے آپ کو اختیار ہے، تو گرا دو۔ دوسرے روز خان دوران روضہ پر آیا اور حاکمانہ حکم دیا کہ روضہ گرا دیا جاوے۔ مگر جب وہاں سے لوٹ کر شالامار باغ کو چلا تو راستے میں گھوڑے نے ناخن لیا اور خان دوران گھوڑے سے گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ تین دن زندہ رہ کر مر گیا۔ نعوذ باللہ من غضب اولیاء اللہ (لاہور کے اولیائے نقشبند ص ۱۱۸)

(۲) حکام لاہور سے ایک شیعہ تھا، اس نے حضرت ایشاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا گنبد گرانا چاہا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے اس کی بیٹی نے قتل کر دیا۔ (کتاب مذکور ص ۱۱۹)

(۳) ایک بار حضرت ایشاں رحمہ اللہ تعالیٰ عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرماتھے، نمازی جمع ہو چکے تھے مگر صوبہ دار لاہور کا انتظار تھا، اثناء ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا، حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت تا بہ زوال ہے۔ ملا ابوصالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کے ساتھ بولا.......... چنانچہ بعد نماز کے ملا گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو چلا، گھوڑا بگڑا اور ملا گرا۔ گردن کا منکا ٹوٹا اور اسی دن مر گیا۔

(ف) اس میں اولیاء اللہ کے بے ادب کو سزا ملنے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم ما فی الغد (یعنی کل کیا ہوگا) بھی ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا دشمن:

ایک بہت بڑے عالم نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ اس کے بعد امام صاحب کو کسی نے خواب میں آسمانی جانب ستر گز نورانی صورت میں دیکھا اور وہ سورج کے نور کی طرح تھا، اور وہ عالم جس نے اعتراض کیا کالی چیونٹی کی طرح سامنے نظر آتا۔ (شواہد الحق ص ۴۲۱)

شب معراج امام غزالی کو بلالیا گیا:

امام اصفہانی محاضرات میں سیدنا امام شاذلی صاحب حزب البحر رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کے باہر حرم میں ایک تخت بچھایا گیا ہے اور فوج در فوج مخلوق کا اژدہام ہونا شروع ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے؟۔ معلوم ہوا کہ تمام رسل وانبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منصور حلاج کی سوءادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رونق افروز ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سب زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی باتیں سننے لگا، تو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں تو آپ ان سے کوئی ایک عالم دکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا، امام غزالی نے اس کے دس جوابات دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے، ایک سوال کا ایک جواب دینا تھا آپ نے دس جواب کیوں دیئے۔ امام غزالی نے عرض کیا: حضور! معاف فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی ایک سوال کیا تھا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ۔(پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۷)

اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔

آپ نے اسکے کئی جواب دیئے کہ یہ میری لکڑی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ میرے اور کام بھی اس سے انجام ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ایک سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ یہ میری لکڑی ہے۔ امام شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ منظر دیکھ کر کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تخت پر جلوہ افروز ہیں اور تمام انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ

السلام، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت نوح اللہ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام، جیسے الوالعزم انبیاء علیہم السلام سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، کتنی بڑی شان اور جلالتِ محمدی کا مظاہرہ ہے، میں سوچ بچار میں لگا ہوا تھا اور اپنے دل میں بحالت خواب حضور علیہ السلام کی قدر و منزلت پر متعجب تھا کہ اچانک کسی نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری، جس کی ضرب سے میں بیدار ہو گیا۔ میں نے جو اسے دیکھا تو مسجد اقصیٰ کا منتظم تھا اور اس وقت مسجد اقصیٰ کی قندیلیں روشن کر رہا تھا۔ اس نے کہا: کیا تعجب کرتا ہے، یہ سب حضور ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ نماز کیلئے جماعت کھڑی ہوئی تو اس وقت مجھے افاقہ ہوا۔ میں نے اس منتظم مسجد اقصیٰ کو تلاش کیا مگر آج تک اسے نہ پایا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۷۵)

نمازی کا بے ادب خنزیر:

سیدنا امام شعرانی قدس سرہ تاریخ ملک منصور بن سلطان سے نقل کرتے ہیں کہ ۸۱۲ھ میں حلب کے گورنر نے والی مصر کو خط کے ذریعے اطلاع دی کہ یہاں حلب میں عجیب واقعہ ہوا ہے کہ جامع مسجد میں ایک امام نماز پڑھا رہا تھا، ایک شرارتی آدمی نے امام سے بحالت نماز اس کے ساتھ مذاق اور استہزاء سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور دیر تک اس کے ساتھ شرارت کرتا رہا، لیکن امام نے نماز نہ توڑی۔ جس وقت امام نے سلام پھیرا اسی مذاق کرنیوالے کا چہرہ خنزیر کی صورت میں بدل گیا، جس سے وہ جنگل کی طرف دوڑ گیا۔ اس واقعہ کی گورنر حلب نے شاہی خط کے ذریعے والی مصر کو اطلاع دی۔

(سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۶)

باپ کا بے ادب اور اسکی سزا:

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ شیخ قوام الدین کا ایک بیٹا تھا جسے انہوں نے تیغ نظر اور قہر سے مار ڈالا تھا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ وہ آپکا بیٹا سرکاری نوکر تھا لیکن شیخ قوام الدین کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ فقیر کا بیٹا نوکر شاہی ہو۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا، جب حضرت شیخ قوام الدین کی جائے رہائش سے ان کا گذر ہوا تو لوگوں نے کہا: نیچے اتر جاؤ اور باپ کا ادب کرو۔ لیکن انہوں نے غرور میں آ کر کچھ نہ سنا۔ جب والد ماجد کے قریب پہنچا تو آپ کو سخت غصہ لگا: اور فرمایا ابھی تمہاری گردن ٹوٹی۔ یہ کہتے ہی وہ گھوڑے سے گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس طرح ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو گیا، لیکن سلسلہ طریقت باقی رہا، جو سلسلہ مینائیہ کے نام سے موسوم ہے اور آج تک جاری ہے۔

(ملفوظات خواجہ غلام فرید)

حکایت۔ امام غوث اعظم رضی اللہ عنہ:

ایک نعت خواں شرابیوں کے سامنے قصیدہ غوثیہ شریف پڑھنے لگا تو بے ادبی کی سزا یوں ملی کہ اس کا پیشاب اور پاخانہ منہ اور ناک کے راستے سے نکلنے لگا اور موت تک یہی حال رہا۔ (شواہد ص ۴۲۱)

شاتمانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سزا:

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سعید بن میتب نے حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک شخص دکھایا اور کہا کہ اسے ذرا اٹھ کر دیکھو۔ حضرت علی بن زید نے کہا: آپ مجھے اس کے احوال سے آگاہ فرما دیں، مجھے

دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام حضرت علی اوران کے بیٹوں کے خلاف بدکلامی کیا کرتا تھا۔ میں نے دعا کی، اے خداوند عالم! اگر اس پر کوئی تیری عنایت ہے تو اس سے مجھے باخبر کردے۔ اس پر اس شخص کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔

''دلائل النبوت'' میں مرقوم ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بدگوئی کیا کرتا تھا، حضرت سعد بن مالک نے اس کے خلاف دعا کی۔ وہ شخص ایک دن اپنا اونٹ مسجد نبوی کے باہر چھوڑ کر اندر آگیا اور لوگوں میں بیٹھ گیا۔ اس کا اونٹ کودتا ہوا مسجد میں آیا اور اس شخص کو اپنے سینے سے زمین پر خوب رگڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

حضرت حسین بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ ابراہیم بن ہشام المخزومی والی مدینہ تھا، وہ ہر جمعہ کو ہمیں اپنے منبر کے پاس جمع کرتا اور جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا۔ ایک جمعہ اس جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور میں منبر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ مجھ پر خواب غالب آگئی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پھٹی اور اندر سے یک شخص نکلا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، مجھے فرمایا: اے ابوعبداللہ! جو یہ شخص کہتا ہے تو اس سے اندوہگیں ہوتا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی آنکھیں کھولو اور دیکھو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ ذکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہا تھا، جو بعد ازاں منبر سے گرتے ہی مر گیا۔

فہرست مضامین

(حصہ دوم)

☆☆☆☆☆

Future

·SINGAPORE

V-8000